سلسلہ تعلیماتِ اسلام 11

بچوں کی تعلیم و تربیت
اور
والدین کا کردار

(2 سے 10 سال کی عُمر تک)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرُ القادری

سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 11

بچوں کی تعلیم و تربیت
اور
والدین کا کردار

(2 سے 10 سال کی عُمر تک)

سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 11

بچوں کی تعلیم و تربیت
اور
والدین کا کردار

(2 سے 10 سال کی عُمر تک)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتّبہ

مسز فریدہ سجاد

شعبہ دعوت، منہاج القرآن ویمن لیگ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

اِفادات: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ	:	مسز فریدہ سجاد، طیبہ کوثر
نظرِ ثانی	:	محمد تاج الدین کالامی، اَجمل علی مجددی
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ -Research.com.pk
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعت نمبر 1	:	دسمبر 2016ء [1,100 - پاکستان]
اِشاعت نمبر 2	:	جنوری 2017ء [1,000 - اِنڈیا]
قیمت	:	

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی CDs/DVDs وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔
fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم دائما أبدا

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

فہرس

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
۞	پیش لفظ	23
	1. دو تا چار سال کے بچوں کی تعلیم و تربیت	25
	1۔ جسمانی و ذہنی نشو ونما اور تعلیم	27
1	جسمانی نشو ونما سے کیا مراد ہے، اور اس کے لیے کیسی خوراک کا ہونا ضروری ہے؟	27
2	متوازن غذا کسے کہتے ہیں؟	28
3	بچوں کی روزانہ کھانے کی روٹین کیا ہونی چاہیے؟	29
4	وہ کون سے طریقے ہیں جنہیں اختیار کر کے بچوں کو ناشتے میں رغبت دلائی جاسکتی ہے؟	30
5	کیا پھل بچوں کی غذائی عادات کا لازمی حصہ ہونے چاہئیں؟	32
6	جنک فوڈ (junk food) کسے کہتے ہیں؟	33
7	جنک فوڈ (junk food) کو صحت کے لیے مضر کیوں سمجھا جاتا ہے؟	33

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
8	بچوں کے لیے دانت صاف کرنا کیوں ضروری ہے؟	35
9	مناسب نیند اور آرام بچوں کی جسمانی نشو و نما کے لیے کیوں ضروری ہے؟	36
10	بچہ کن وجوہات کی بنا پر مناسب نیند نہیں لے پاتا؟	38
11	بچے کے بیمار ہونے کی صورت میں والدین کیا کردار ادا کریں؟	39
12	بچوں کو فوری طبی امداد کی ضرورت کب ہوتی ہے؟	40
13	کیا کھیل بچوں کی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے ضروری ہیں؟	41
14	کھیل سے بچوں کو کون سے فوائد حاصل ہوتے ہیں؟	43
15	اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بچوں کی شرارتوں پر والدین کا ردعمل کیا ہونا چاہیے؟	45
16	کیا عادات کے لحاظ سے سب بچے ایک جیسے ہوتے ہیں؟	48
17	دو سال کے دوران بچے کی عادات و حرکات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟	49
18	تین سال کے دوران بچے کی عادات و حرکات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟	51

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
19	چار سال کے دوران بچے کی عادات و حرکات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟	53
20	بچے کو خوف زدہ رکھنے میں ماں کیا کردار ادا کرتی ہے؟	55
21	بچوں کے ذہن کو خوف سے کیسے پاک رکھا جا سکتا ہے؟	57
22	بچے انگوٹھا کیوں چوستے ہیں؟	58
23	بچوں کے لیے ڈے کیئر سنٹر کا انتخاب کرتے ہوئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟	59
24	ڈے کیئر سنٹر کے نقصانات کیا ہیں؟	60
25	مونٹیسوری اسکول کسے کہتے ہیں؟	61
26	مونٹیسوری نظام کی بنیاد کس مفروضے پر رکھی گئی؟	62
27	نرسری سکول میں بچہ کیا سیکھتا ہے؟	62
28	بچے کی شخصیت بنانے میں استاد اور والدین کے مابین ہم آہنگی کیوں ضروری ہے؟	63
	2۔ دینی تربیت	66
29	کیا بچے کی تربیت پر والدین کے اخلاق و عادات اثر انداز ہوتے ہیں؟	66

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
30	بچوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت کیسے پیدا کی جائے؟	69
31	بچہ جب بولنے لگے تو اسے سب سے پہلے کونسا کلمہ سکھانا چاہیے؟	71
32	ماں بچوں کو وضو کرنے کا طریقہ کیسے سکھائے؟	73
33	بچوں کی قرآنی تعلیم کا آغاز کب کیا جائے؟	74
34	بچوں کو کون سی سورتیں اور ماثورہ دعائیں سکھائی جائیں؟	75
35	بچوں کو دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی تلقین کیوں کرنی چاہیے؟	77
36	بچوں کو پانی پینے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	80
37	بچوں کو کھانا کھانے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	84
38	بچوں کو سونے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	88
39	بچوں کو چھینک اور جمائی کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	91
40	بچوں کو قضائے حاجت کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	93
41	بچوں کو مجلس کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟	98
42	بچوں کو بڑوں کا ادب کیسے سکھایا جائے؟	100

نمبر شمار | سوالات | صفحہ

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
43	غیر محسوس انداز سے بچوں کے اندر کون سی اچھی اور بُری عادات جنم لیتی ہیں؟	103
44	ماں جڑواں بچوں کی تربیت کس طرح بہتر انداز میں کر سکتی ہے؟	104
45	کیا والدین کو بچوں کے سوالات نظر انداز کرنے چاہئیں؟	106
46	ماں بچوں سے اپنی بات کیسے منوائے؟	107
47	کیا والدین کو بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے؟	109
48	بچے جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟	110
49	بچوں سے جھوٹ کی عادت کیسے چھڑائی جائے؟	114
50	بچے چوری کیوں کرتے ہیں؟	117
51	بچوں سے چوری کی عادت کیسے چھڑائی جائے؟	118
	2. پانچ تا سات سال کے بچوں کی تعلیم و تربیت	123
	1۔ بچوں کی جسمانی و ذہنی نشو و نما میں تعلیم اور کھیل کا کردار	125

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
52	بچوں کی تعلیم و تربیت میں سکول کیا کردار ادا کرتا ہے؟	125
53	تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے استاد کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟	126
54	بچے کی تعلیمی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ماں کن امور کو ملحوظ خاطر رکھے؟	128
55	بچوں کی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے میں ماں کی بے جا سختی فائدہ مند ہوتی ہے یا نقصان دہ؟	130
56	بچے اپنا ہوم ورک کس طرح بہتر انداز میں کر سکتے ہیں؟	132
57	کون سے بچے ذہین ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت کیسے معلوم کی جائے؟	132
58	غیر موزوں نصاب تعلیم اور تدریس سے بچوں کے ذہن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟	134
59	کند ذہن بچوں کو تعلیم کی طرف کیسے راغب کیا جائے؟	135
60	ہم کس طریقے سے بچے کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں؟	137
61	تعطیلات میں بچوں کی تربیت کا شیڈول کیا ہونا چاہیے؟	138
62	بچوں میں تخلیقی صلاحیت کیسے پیدا کی جائے؟	143

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
63	بچوں پر ٹی وی اور کیبل کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟	145
64	تربیت کے لحاظ سے بچوں کو سی ڈی/ڈی وی ڈی وغیرہ کے ذریعے کون سے پروگرام دکھانے چاہئیں؟	147
65	بچوں میں فکری مہارت کیسے پیدا کی جائے؟	148
66	بچوں کو کھیل کود کے مواقع فراہم کرنا کیوں ضروری ہیں؟	149
67	اسلام بچوں کو کیسے کھیلوں کی ترغیب دیتا ہے؟	151
68	کیا حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے؟	155
69	کیا ذہنی نشو ونما کے لیے بچوں کا ویڈیو گیمز کھیلنا ضروری ہے؟	157
70	کارٹون بچوں کی ذہنی نشو ونما پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟	158
	2۔ بچوں کی دینی تربیت میں والدین کا کردار	160
71	والدین بچوں کی ایمانی تربیت کیوں کریں؟	160
72	بچوں کی بنیادی ضروریات کیا ہیں؟	162
73	کیا والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے؟	164
74	اگر والدین اپنے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک نہ کریں تو اس کے نقصانات کیا ہو سکتے ہیں؟	165

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
75	بچوں کی نفسیاتی تربیت سے کیا مراد ہے؟	168
76	بچوں کی نفسیاتی تربیت کا دار و مدار کن چیزوں پر ہے؟	170
77	والدین بچوں کی نفسیات کیسے سمجھیں؟	173
78	بچوں کی نفسیات نہ سمجھنے پر والدین کو کن رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟	176
79	بچوں پر والدین کے مابین اختلافات اور لڑائی جھگڑے کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟	178
80	اُسوہ حسنہ کی روشنی میں والدین کا بچوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟	179
81	والدین بچوں میں ارکانِ ایمان کی تخم ریزی کس طرح کریں؟	183
82	بچوں کو کھانا کھانے سے پہلے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	188
83	کھانا کھانے سے قبل بِسۡمِ اللہ پڑھنا بھول جائے تو کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	188
84	کھانا کھانے کے بعد کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	189
85	پانی پینے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	190
86	دودھ پینے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	190

صفحہ	سوالات	نمبر شمار
191	لباس پہننے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	87
191	لباس اتارتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	88
192	سونے سے پہلے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	89
192	نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	90
193	بیت الخلاء میں جانے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	91
194	بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	92
194	سیڑھیاں چڑھتے وقت کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	93
195	سیڑھیاں اترتے وقت کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	94
195	گھر سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	95
196	گھر میں داخل ہوتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	96
197	مسجد میں داخل ہونے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	97
197	مسجد سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	98
198	نظر بد سے بچنے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	99
199	علم میں اضافے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	100
199	سفر کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟	101

نمبر شمار	سوالات	صفحہ

102 وضو کی کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟ 200

103 بچوں کو کونسی سورتیں حفظ کروانی چاہئیں؟ 203

104 بچوں کو کون سی ماثورہ دعائیں حفظ کروانی چاہئیں؟ 205

105 والدین بچے کو نماز کا طریقہ کیسے سکھائیں؟ 211

3. آٹھ تا دس سال کے بچوں کی تعلیم و تربیت 221

1۔ دینی تعلیم و تربیت 223

106 بچے کو ناظرہ قرآن کی تکمیل کس عمر میں کروانی چاہیے؟ 223

107 بچوں کو غسل کا مسنون اور مستحب طریقہ کیسے سکھایا جائے؟ 224

108 بچوں کو تیمّم کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟ 226

109 فرض، واجب، سنت اور نفل نمازوں کی نیت بچوں کو کیسے سکھائی جائے؟ 227

110 بچے کو کس عمر میں نماز ادا کرنے کی تلقین کرنی چاہیے؟ 228

111 والدین اپنے بچوں کو نماز کا پابند کیسے بنا سکتے ہیں؟ 230

112 بچوں کو نماز کے بعد کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟ 233

113 بچوں کو عربی میں کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟ 235

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
114	اگر کوئی مہمان بچہ گھر میں آجائے تو کیا اس سے نماز پڑھنے کی باز پرس کرنی چاہیے؟	238
115	بچے کو کس عمر میں روزہ رکھنے کی تلقین کرنی چاہیے؟	239
116	والدین اپنے بچوں کو روزہ کا عادی بنانے کے لیے کون سے طریقے اختیار کر سکتے ہیں؟	241
117	کیا نابالغ بچے کو حج کروانا جائز ہے؟	242
118	بچوں کو بُری محفل سے بچنے اور اچھی مجلس اپنانے کی تلقین کس طرح کرنی چاہیے؟	244
119	بچوں کو حسد سے کیسے بچایا جائے؟	245
120	والدین اپنے بچوں کو صدقہ اور خیرات کرنے کا عادی کیسے بنائیں؟	247
121	بالغ بچوں کو غیر عورتوں کے ساتھ خلوت سے کیوں روکا جائے؟	250
122	کیا بچیوں کا وقتِ بلوغت پردہ کرنا ضروری ہے؟	251
123	کیا بچیوں کے لیے ناخن بڑھانا جائز ہے؟	251
124	بچوں کو ناخن کاٹنے کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟	252
125	اسلام بچوں کو الگ سلانے کا حکم کب دیتا ہے؟	253

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
	2۔عصری تعلیم و تربیت	255
126	بچوں کی ابتدائی تعلیم کس زبان میں ہونی چاہیے؟	255
127	بچے کو کس عمر میں عصری تعلیم دی جائے؟	255
128	بچوں کو سبق کیسے یاد کروایا جائے؟	256
129	نصاب سے کیا مراد ہے؟	258
130	کیا ہمارا نصاب تعلیم بچوں کی ذہنی استطاعت کے عین مطابق ہے؟	258
131	کیا ہمارے ملک میں یکساں نصاب تعلیم رائج ہے؟	259
132	بچوں کے تعلیمی معیار کو کیسے پرکھا جائے؟	262
133	بچوں کو طبقاتی نظام تعلیم کے تفرقے سے کیسے بچایا جائے؟	263
134	تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آج کا بچہ پیچھے کیوں ہے؟	264
135	بچوں کی ذہنی تربیت کیسے کی جائے؟	265
136	مربوط تعلیمی نظام کیسا ہونا چاہیے؟	268
137	پاکستان کے تعلیمی نظام کو کتنے درجات میں تقسیم کیا گیا ہے؟	269

صفحہ	سوالات	نمبر شمار

	3۔ معاشرتی تعلیم و تربیت	271
138	والدین اپنے بچوں کو احساس کمتری سے کیسے بچا سکتے ہیں؟	271
139	بچوں کو غصہ کب آ تا ہے اور ان کے غصے پر قابو کیسے پایا جائے؟	275
140	بچوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کی جائے؟	277
141	جو والدین اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہیں تو ان میں کون سی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں؟	279
142	بچے کی تربیت کے لحاظ سے خاندان سے ربط وتعلق کو فروغ دینا کیسا ہے؟	281
143	والدین کی محبت، تعریف اور حوصلہ افزائی بچوں کی شخصیت بنانے میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟	283
144	کیا تحائف بچوں کے لیے والدین کی محبت کا نعم البدل ہو سکتے ہیں؟	284
145	کیا والدین کو اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے؟	285
146	بچوں کے جھگڑے میں والدین کیا کردار ادا کریں؟	288
147	بچوں کے پریشان کن سوالات کو والدین کیسے حل کریں؟	291

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
148	کیا بچے کی ناجائز ضد کرنے پر اس کا مطالبہ ماننا چاہیے؟	292
149	لڑکے اور لڑکیوں کے ملبوسات کا انتخاب کرتے ہوئے کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے؟	293
	4۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں احتساب اور غیر نصابی سرگرمیوں کا کردار	295
150	بچوں کا احتساب کس کو کرنا چاہیے؟	295
151	والدین کی مار پیٹ کے بعد بچہ کیا سوچتا ہے؟	296
152	کیا اصلاح کے لیے سزا دینا ضروری ہے؟	297
153	کیا بچوں کے غلط فعل پر تادیبی کاروائی کرنے سے پہلے والدین کو اپنے رویوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے؟	298
154	بچے کو تادیب کرتے وقت کن قواعد وضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے؟	299
155	والدین کی مار پیٹ کیا بُرے اثرات مرتب کرتی ہے؟	300
156	کمپیوٹر بچوں کے افکار واعمال میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟	302
157	انٹرنیٹ کے فوائد کیا ہیں ؟	303
158	انٹرنیٹ کے بے جا استعمال کے نقصانات کیا ہیں؟	305

صفحہ	سوالات	نمبر شمار
308	چیٹنگ (chatting) کے ذرائع کون سے ہیں اور ان کے نقصانات کیا ہیں؟	159
310	کیا کہانیاں بچوں کی تربیت کا ذریعہ ہیں؟	160
311	کیا بچوں کو موبائل استعمال کرنے کی اجازت دینی چاہیے؟	161
313	**4. بچوں کا استحصال - ایک المیہ**	
315	اِستحصال (Abuse) سے کیا مراد ہے؟	162
315	بچوں کے اِستحصال (Child Abuse) کی کتنی اقسام ہیں؟	163
316	بچوں کے اِستحصال کی خطرناک ترین قسم کون سی ہے؟	164
317	خطرناک حالات میں بچوں کو اپنا دفاع کیسے کرنا چاہیے؟	165
318	چائلڈ لیبر (Child Labour) کسے کہتے ہیں؟	166
319	چائلڈ لیبر کے اسباب کیا ہیں؟	167
321	چائلڈ لیبر کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟	168
322	بچے گداگر کیسے بنتے ہیں؟	169
324	گداگر بچے کن طریقوں سے بھیک مانگتے ہیں؟	170
325	کیا ذہنی و جسمانی کمزور بچے بھی بھکاری بنتے ہیں؟	171

نمبر شمار	سوالات	صفحہ
172	بچے منشیات کے عادی کیسے بنتے ہیں؟	326
173	منشیات کے پھیلاؤ کے اسباب کیا ہیں؟	328
174	بچوں کو منشیات سے روکنے کے لیے کس سطح پر کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟	330
175	معذور بچے کتنی اقسام کے ہوتے ہیں؟	331
176	ذہنی لحاظ سے کمزور بچے کیسے ہوتے ہیں؟	332
177	ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی علامات کیا ہیں؟	332
178	ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟	334
179	جسمانی لحاظ سے معذور بچوں کی علامات کیا ہیں؟	335
180	جسمانی لحاظ سے معذور بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟	337
۞	مصادر و مراجع	339

پیش لفظ

بچے کسی بھی قوم کا مستقبل اور بیش قدر سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان طفلانِ ملّت کے لیے اَعلیٰ تربیت، عمدہ تعلیم، مناسب پرورش، مہذب نگہداشت اور خصوصی دیکھ بھال والدین اور اساتذہ کی اَوّلین ذمہ داری ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ماں کی آغوش کو پہلی درس گاہ قرار دے کر اِس پر صداقت کی سند ثبت کر دی ہے۔ بچے کو اس عمر میں کسی کتاب یا دیگر علمی ذخیرے کے بغیر براہِ راست علمی نور حاصل ہوتا ہے۔ اس حوالے سے والدین، خصوصاً والدہ کی اَوّلین ذمہ داری اِسلامی تعلیمات اور بچوں کی نفسیات کے مطابق اُن کی تربیت کرنا اور انہیں تعلیم دینا ہے۔

والدین کے لیے بچوں کی نفسیات سے متعلق بنیادی اصولوں سے آگاہی نہایت ضروری ہے۔ بچوں کے ذہن کی گتھیاں سلجھانے کے لیے نفسیاتی اُمور سے جان کاری بنیادی امر ہے۔ والدین کے بعد بچوں کی تعلیم و تربیت کا اگلا ذریعہ اساتذہ ہوتے ہیں۔ یہ شفیق ہستیاں اسے مادرِ علمی میں میسر ہوتی ہیں۔ اسکول میں بچوں کو آنکھ اور کان کی حسیات کا بھرپور انداز سے استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ یہاں بہت سی علمی اور عملی مشقیں کرنے کے نئے نئے ڈھنگ اور ذرائع و مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ یہاں ہر بات مشاہدہ سے بڑھ کر مطالعہ تک جا پہنچتی ہے۔ مطالعہ کا یہ عمل اور اس کے دیگر لوازمات بچے کی شخصیت کو بنانے، سنوارنے اور نکھارنے میں بھرپور معاون ثابت ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں اِسی حوالے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے گلشنِ افکار سے گہر ہائے گراں مایہ مرتب کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب 'سلسلہ تعلیماتِ اِسلام' کی گیارہویں کڑی ہے جب کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے دوسری کتاب ہے۔ اس میں اِسلامی تعلیمات اور بچوں کی نفسیات کی روشنی میں ان کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے 180 سوالات پر مشتمل ایک رہبر نامہ ترتیب دیا گیا۔ بلاشبہ اپنی اَہمیت و نوعیت کے لحاظ سے FMRi کی لیڈی اسکالرز - محترمہ مسز فریدہ سجاد اور محترمہ طیبہ کوثر - کی جانب سے ایک قابلِ ستائش کاوش ہے۔

بچے کا ذہن ایک خالی تختی کی مانند ہوتا ہے۔ اس پر ابتدائی طور پر ماحول اور والدین کی

تربیت کے نقوش اُبھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان نقوش کا رنگ کسی حد تک عمر کے آخری حصے تک اثر دکھاتا ہے۔ اس حوالے سے کتاب میں جسمانی و ذہنی نشو و نما اور تعلیم جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفت گو کی گئی ہے۔ نیز بچوں کی دینی تربیت کے عنوان سے دین کی ابتدائی آ گاہی کے طریقہ کار کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں والدین کی طرف سے حضور ﷺ کی محبت و اطاعت کی جوت جگانے، دینی شعار سکھانے، قرآنی آیات سے جان کاری، کلمہ طیبہ، درودِ پاک کا وظیفہ، ابتدائی سنتوں کی ترغیب، اخلاقی تربیت، آدابِ اُمور و مجلس، حفظِ مراتب اور عادات کی درستی سمیت تمام معاملات کو بچوں کی نفسیات کی روشنی میں ڈھالنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اِس کتاب میں بچوں کی نفسیات اور ان کے مسائل کا ایک وقیع جائزہ لیا گیا ہے۔ برمحل قرآنی آیات، احادیث نبوی اور اکابرینِ ملت کے اقوال کو بطور حوالہ درج کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دراصل والدین اور اساتذہ کی اَہم ضرورت ہے۔ یہ دراصل بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک گائیڈ بک ہے، جو ہر اس گھر کی ضرورت ہے جس کے آنگن میں نونہالانِ ملت کھلے ہوئے ہیں۔ اس مرقعِ نور سے ہر آنگن میں نورِ آ گہی پھیلے گا اور نسلِ نو کے قلوب کو گنبدِ خضریٰ کی جانب موڑا جائے گا۔ ان کے فکر و نظر میں اسلام کی تابانیاں جگمائیں گی اور کفر و باطل کی ظلمتیں دور ہو جائیں گی اور وطنِ عزیز میں چارسو روحانی انقلاب کا دور دورہ نظر آئے گا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ والدین کو اپنی اِصلاح کی بھی توفیق مرحمت فرمائے اور کما حقہٗ نسلِ نو کی تربیت کا فریضہ سرانجام دینے کا شعور بخشے۔ سارا زور بچوں کی دنیاوی کام یابی پر ہی صرف نہ کیا جائے بلکہ انہیں اچھا، مفید، کارآمد اور نفع بخش اِنسان بنانے کے ساتھ ساتھ اُخروی کام یابی کے راستے پر بھی چلایا جائے تا کہ وہ وطنِ عزیز اور اِسلام کی خدمت کا فریضہ خوش اُسلوبی سے ادا کریں۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

محمد فاروق رانا

ڈپٹی ڈائریکٹر (رِیسرچ)

فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

I

2 تا 4 سال کے بچوں
کی
تعلیم وتربیت

۱۔ جسمانی و ذہنی نشو ونما اور تعلیم

سوال ۱: جسمانی نشو ونما سے کیا مراد ہے اور اس کے لیے کیسی خوراک کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: عمر کے ساتھ بچے کے جسم کی مختلف پیمائشوں سے بڑھنے کے عمل اور مجموعی طور پر بچے کی مختلف کام کرنے کی صلاحیت میں اضافے کو جسمانی نشو و نما کہتے ہیں۔ مثلاً وزن، قد کا بڑھنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا، پڑھنا لکھنا وغیرہ۔

بچے کی جسمانی نشو ونما ایک ارتقائی عمل ہے جو پیدائش سے جوانی کے دور تک مسلسل جاری رہتا ہے۔ اس لیے بچوں کی جسمانی نشو ونما کے لیے ایسا غذائی پروگرام ترتیب دینا چاہیے، جو درج ذیل بنیادی سات غذائی اجزاء پر مشتمل ہو:

۱۔ پروٹین (proteins)

2۔ چکنائی (fats)

3۔ نشاستہ (starch)

4۔ نمکیات (salts)

5۔ وٹامنز (vitamins)

6۔ فائبر (fibre)

7- پانی (water)

یہ غذائی پروگرام بچوں کے جسم اور ذہن کی ضروریات کو نہ صرف پورا کرتا ہے بلکہ انہیں متوازن صحت دینے میں بھی معاون و مددگار ہے۔

سوال 2: متوازن غذا کسے کہتے ہیں؟

جواب: متوازن غذا سے مراد وہ خوراک ہے جس میں تمام غذائی اجزاء مثلاً پروٹین، چکنائی، کاربو ہائیڈریٹ، وٹامن، نمکیات اور پانی وغیرہ مناسب مقدار میں موجود ہوں، جو انسانی صحت کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوں اور جسم میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت پیدا کریں۔ جس کی بنا پر بچہ صحت و تندرستی سے اپنے روز مرہ کے معمولات خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکے۔

متوازن غذا درج ذیل بنیادی غذائی زمروں پر مشتمل ہے۔

1۔ روٹی اور اناج ہماری خوراک کا سب سے اہم جزو ہے۔ اگر روٹی اور اناج کی مناسب مقدار غذا میں شامل نہ ہو تو غذائی اجزاء کی قلت ہو جاتی ہے۔

2۔ ترکاریاں، سبزیاں اور پھل قدرتی غذائیں ہیں جن میں وہ تمام حیاتین و معدنیات موجود ہوتی ہیں جو جسم کی نشو ونما اور افعال کے لیے ضروری ہیں۔

3- دودھ، دہی اور پنیر کی مناسب مقدار خوراک کا اہم حصہ ہے مگر کم چکنائی دار ہو۔

4- گوشت، مرغی، مچھلی، انڈے اور دالیں متوازن غذا کا اہم حصہ ہیں اور روزانہ کھانے میں ان کی مناسب مقدار کا شامل ہونا ضروری ہے۔

سوال 3: بچوں کی روزانہ کھانے کی روٹین کیا ہونی چاہیے؟

جواب: 2 تا 4 سال کی عمر کے بچوں کے کھانے کی روٹین درج ذیل ہونی چاہیے:

1۔ ناشتہ

بچوں کو صبح اچھی طرح ناشتہ کروانا چاہیے۔ آٹے کی روٹی، چکن، مچھلی، قیمہ، کباب، دودھ، دہی، انڈے، سبزی، سلاد اور پھل وغیرہ میں سے کسی بھی چیز کا ناشتہ کروانا چاہیے۔ 10 سے 11 بجے پھلوں کا جوس دینا چاہیے۔

2۔ دوپہر کا کھانا

ظہر کے وقت گوشت، روٹی، سبزی وغیرہ دی جائے اور دوپہر کے کھانے کی مقدار ناشتے سے کم ہو۔

3۔ عصرانہ

عصر اور مغرب کے درمیان پھل، بسکٹ یا چائے میں سے کوئی بھی چیز دی جائے۔

4۔ رات کا کھانا

رات کو دال روٹی اور سوتے وقت دودھ کا ایک گلاس دیا جائے اس کے علاوہ بچوں کی خوراک میں گھریلو پنیر، اُبلے ہوئے آلو، سبزیوں یا مرغی کا سوپ بھی دیا جاسکتا ہے۔ حراروں کی مقدار بچوں کی خوراک میں متعین ہو۔ نیز غذا میں شدید نظم و ضبط کی بجائے بچوں کی پسند کا بھی خیال رکھا جائے۔

سوال 4: وہ کون سے طریقے ہیں جنہیں اختیار کر کے بچوں کو ناشتے میں رغبت دلائی جاسکتی ہے؟

جواب: ناشتہ بچوں کی غذائی عادات میں لازمی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے بچے سارا دن ذہنی اور جسمانی طور پر چاق و چوبند رہتے ہیں۔ ماہرین صحت وتعلیم اس بات سے متفق ہیں کہ ناشتہ کر کے اسکول جانے والے بچے بغیر ناشتہ کیے اسکول جانے والے بچوں کی نسبت اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بچوں کو ناشتے میں رغبت دلانے کے لیے چند مؤثر طریقے درج ذیل ہیں:

1۔ ہلکی پھلکی غذا کی فراہمی

بچوں کو ناشتے میں ہلکی پھلکی غذا مثلاً تازہ پھل، دودھ یا جوس وغیرہ فراہم کیے جائیں کیونکہ بچے زیادہ شوق سے یہی چیزیں کھاتے ہیں۔ ناشتے میں زیادہ چکنائی والی غذا دینے سے پرہیز کیا جائے کیونکہ اس سے بچوں میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

2۔ بچوں کی پسند کو ترجیح دینا

بچوں کو ناشتہ دینے میں ان کی پسند کا خیال رکھا جائے۔ اگر آپ بچے کو پھل دینا چاہ رہے ہیں تو بچے کی پسند بھی پوچھ لی جائے اسی طرح اگر بچہ سادہ دودھ پینا پسند نہیں کرتا تو اسے رغبت دلانے کے لیے دودھ میں کوئی شربت وغیرہ ملایا جاسکتا ہے۔

3۔ بچوں کی پسند میں رہنمائی کرنا

بچے اگر صرف اپنی پسند کا ناشتہ کرنے کا معمول بنالیں تو ان کی پسند میں خاطر خواہ تبدیلی ضرور لائی جائے۔ جن ضروری چیزوں کو کھانے میں دلچسپی ظاہر نہ کریں انہیں ان چیزوں کے فوائد سے ضرور آگاہی دی جائے تاکہ تمام چیزیں کھانے کا انہیں عادی بنایا جاسکے۔

4۔صحت کی اہمیت سے آگاہی

بچوں کو صحت کی اہمیت کا شعور دیا جائے کہ ناشتے کے بغیر وہ صحت مند نہیں رہ سکتے۔ ناشتہ کرنے سے وہ جلدی بڑے ہوجائیں گے، ان کی ہڈیاں مضبوط ہوں گی اور اسکول کا کام بھی وہ بغیر تھکے اور جلدی مکمل کرلیں گے۔

5۔ ہفتہ وار شیڈول بنانا

بچوں کے ناشتے کا ہفتہ وار شیڈول بنا کر دیوار پر لٹکایا جائے اور بچوں کے کھانے کی چیزوں کے سامنے ان کی تصویریں اور صحت مند کارٹون وغیرہ لگا دیئے جائیں تاکہ انہیں کھانے میں رغبت ہو۔

6۔ ناشتے کی تیاری میں بچوں سے مدد لینا

بچوں کو ناشتے میں رغبت دلانے کے لیے کچن کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بچوں سے مدد لی جائے مثلاً اپنے ساتھ بچوں کو بریڈ کے سلائس کاٹنے کو کہا جائے۔ انہیں کہا جائے کہ اپنا سلائس خود تیار کر کے کھائیں۔ اس سے ان میں اپنے

ہاتھ سے کام کرنے اور کھانے کی رغبت بڑھے گی۔

7۔ ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنا

والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک بچوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرے۔ اس سے بچوں میں والدین کی شفقت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور والدین کو ناشتہ کرتے دیکھ کر ان میں ناشتہ کرنے کی رغبت اور سلیقہ شعاری پیدا ہوتی ہے۔

سوال 5: کیا پھل بچوں کی غذائی عادات کا لازمی حصہ ہونے چاہئیں؟

جواب: جی ہاں! پھل بچوں کی غذائی عادات کا لازمی حصہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ پھل قدرت کی عطا کردہ خاص نعمت ہے۔ بڑھتے ہوئے بچوں کی غذائی ضرورت پوری کرنے کے لیے پھل ایندھن کا کام کرتے ہیں، کیونکہ پھلوں میں موجود وٹامنز، پروٹین فوری توانائی اور مضبوط صحت کی ضمانت ہیں۔ لہٰذا بچوں کی خوراک میں ابتداء ہی سے پھلوں کو شامل کرنا چاہیے۔ والدین خاص طور پر والدہ کو پھلوں کی افادیت اور نیوٹریشن سے متعلق وقتاً فوقتاً آگہی حاصل کرتے رہنا چاہیے۔

بچوں کو پھل کھلانے کے اہم فوائد درج ذیل ہیں:

1۔ پھلوں میں ایسے اہم غذائی عناصر ہوتے ہیں جو بچوں کو توانائی فراہم کر کے بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت بڑھاتے ہیں۔

2۔ پھلوں میں گاجر کا جوس بچوں کی بینائی کی حفاظت کے لیے بہت ضروری ہے۔

3۔ تازہ پھل اور جوس بچوں کا I-Q Leavel بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

4۔ اگر بچوں کی غذائی عادات میں روزانہ دو سے تین پھل شامل ہوں تو اس معمول سے نہ صرف بچوں کو توانائی ملتی ہے بلکہ یہ سکول جانے والے بچوں کی بہتر اور کامیاب ذہنی نشو و نما کے لیے بھی نہایت ضروری ہے۔

الغرض پھل ہر لحاظ سے مثبت اثرات کے حامل ہوتے ہیں اور بچوں کو کم از کم دن میں تین مرتبہ پھل ضرور دینا چاہیے۔ بچے بہت حساس اور کمزور ہوتے ہیں اور ان کی اس حساس طبیعت کو نارمل، تندرست اور باوقار شخصیت بنانے میں تازہ پھل اور جوس بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نیز اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ بچوں کو دیے جانے والے پھل معیاری اور اچھی طرح صاف کیے گئے ہوں۔

سوال 6: جنک فوڈ (junk food) کسے کہتے ہیں؟

جواب: جنک فوڈ (junk food) سے مراد ایسا کھانا ہے جو کم غذائی معیار کا حامل ہو۔اس میں وہ تمام مضرِ صحت اجزا شامل ہیں جن میں شکر، نمک، چکنائی یا کیلوریز حرارے زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ زیادہ نمک یا زیادہ گھی میں بنی ہوئی چیزیں، کینڈی، چیونگم، تلی ہوئی فاسٹ فوڈ اور کاربونیٹڈ مشروبات سب جنک فوڈ (junk food) میں شامل ہیں۔

سوال 7: جنک فوڈ (junk food) کو صحت کے لیے مضر کیوں سمجھا جاتا ہے؟

جواب: جنک فوڈ (junk food) بہت کم غذائیت مثلاً پروٹین، معدنیات اور

وٹامن فراہم کرتی ہے دراصل جنک فوڈ (junk food) میں مصنوعی ذائقہ ڈال کر اسے مزیدار بنا دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بچے اسے زیادہ سے زیادہ کھانا چاہتے ہیں جبکہ اس میں Saturated fat موجود ہوتی ہے جو نہ صرف خراب کولیسٹرول بڑھاتی ہے بلکہ اچھے کولیسٹرول کو بھی کم کرتی ہے۔ بچپن میں بے تحاشہ Saturated fat کا استعمال امراض قلب اور دیگر بیماریوں کا باعث بنتا ہے۔

جنک فوڈ (junk food) سے طبیعت اس قدر سیر ہو جاتی ہے کہ کچھ اور کھانے کو دل نہیں چاہتا۔ جب جنک فوڈ (junk food) روز مرہ زندگی کا حصہ بن جائے تو یہ غذائی صحت میں مداخلت کرتی ہے۔ جیسے بچے چپس، چاکلیٹ، برگر اور بوتلیں پسند کرتے ہیں اگرچہ برگر اور چپس پروٹین فراہم کرتے ہیں مگر ان میں وٹامن اے اور ریشہ بہت کم ہوتا ہے اس کے برعکس ان میں سوڈیم اور حرارے زیادہ ہوتے ہیں جو مضرِ صحت ہیں۔اس طرح بہت سے کاربونیٹڈ مشروبات بھی صحت کے لیے مضر ہوتے ہیں کیونکہ ان میں فاسفورس ہوتا ہے۔ فاسفورس کی زیادہ مقدار جسم میں کیلشیم اور آئرن کے ضیاع کا باعث بنتی ہے۔ بچیاں اگر مشروبات کا کثرت سے استعمال کریں تو ان میں آسٹیو پورسس یعنی (ہڈیوں کی خستگی) ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ بہت سے سافٹ ڈرنکس میں ذائقے کو اُبھارنے کے لیے caffeine کی بہت زیادہ مقدار شامل کی جاتی ہے جس سے نیند کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور سستی لاحق ہو جاتی ہے۔

جنک فوڈ (junk food) کے زیادہ استعمال سے بچوں میں ہائی بلڈ پریشر، شوگر، بڑھا ہوا کولیسٹرول اور ایسی ہی دیگر خطرناک بیماریوں کا خدشہ رہتا ہے۔

سوال 8: بچوں کے لیے دانت صاف کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: بچوں کی کامل صحت و تندرستی اور متعدد اَمراضِ دنداں و معدہ وغیرہ سے بچاؤ کے لیے صبح و شام دانت صاف کرنا ضروری ہے۔ اس سے جہاں طہارت و نظافت حاصل ہوتی ہے وہاں دانت بھی مضبوط ہوتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں مسواک (دانت صاف کرنے) کی افادیت اور اہمیت پر بہت زیادہ ترغیب ملتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ. (1)

مسواک منہ کو صاف کرنے والی اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي، أَوْ عَلَى النَّاسِ، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب السواک الرطب والیابس للصائم، ۲: ۶۸۲ (ترجمة الباب)

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۷، رقم: ۲۴۲۴۹

۳۔ نسائي، السنن، کتاب الطهارة، باب الترغیب في السواك، ۱: ۱۰، رقم: ۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الطهارة وسننها، باب السواك، ۱: ۱۰۶، رقم: ۲۸۹

۵۔ ابن أبي شیبه، المصنف، ۱: ۱۵۶، رقم: ۱۷۹۲

۶۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۹۱، رقم: ۲۷۶

كُلِّ صَلَاةٍ.(1)

اگر میں اپنی اُمت کے لیے مشقت نہ سمجھتا یا فرمایا: اگر میں لوگوں کے لیے مشقت شمار نہ کرتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

شریعت کا کوئی بھی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ مسواک کی اس قدر ترغیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ فوائد مضمر ہیں۔ لہٰذا بچوں کو صبح و شام مسواک (دانت صاف کرنے) کی پابندی کروانی چاہیے تا کہ بچے متعدد امراض سے محفوظ رہیں۔

سوال ۹: مناسب نیند اور آرام بچوں کی جسمانی نشو و نما کے لیے کیوں ضروری ہے؟

جواب: مناسب نیند اور آرام بچوں کی نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی نشو و نما کے لیے بھی بہت ضروری ہے۔ اگر بچے کی مناسب نیند اور آرام میں کمی ہو تو اس کی جسمانی و

---

(۱) بخاری، الصحيح، كتاب الجمعه، باب السواك يوم الجمعة، ۱: ۳۰۳، رقم: ۸۴۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب السواك، ۱: ۲۲۰، رقم: ۲۵۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۱۴، ۱۱۶، رقم: ۱۷۰۷۳، ۱۷۰۸۹

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب السواك، ۱: ۱۲، رقم: ۴۶

۵۔ترمذی، السنن، كتاب ابواب الطهارة، باب ماجاء في السواك، ۱: ۳۴، رقم: ۲۲

۶۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الطهارة وسننتها، باب السواك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۸۷

ذہنی نشو و نما متاثر ہوتی ہے۔ معدہ اور دماغ کمزور ہونے لگتا ہے۔ اعضاء اور اعصاب میں تناؤ کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ بچے کو بھرپور اور آرام دہ نیند دی جائے۔ اگر بچہ کسی بھی وجہ سے بھرپور نیند نہیں لے رہا یا نیند کے درمیان بار بار جاگ جاتا ہے تو بچے کی اس کیفیت کے اسباب و محرکات تلاش کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ سونا اور آرام کرنا انسانی جسم کا حق ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا:

يَا عَبْدَ اللهِ، أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّکَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ؟

اے عبد اللہ! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے اور رات کو قیام کرتے ہو؟

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: جی، یا رسول اللہ! ایسا ہی ہے۔ اِس پر آپ ﷺ نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

فَـلَا تَفْعَلْ، صُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ، فَإِنَّ لِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا، وَإِنَّ لِعَيْنِکَ عَلَيْکَ حَقًّا. (1)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب حق الجسم في الصوم، ۲: ۶۹۷، رقم: ۱۸۷۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت ......، ۲: ۸۱۷، رقم: ۱۱۵۹

←

ایسا نہ کرو، بلکہ روزے رکھو اور چھوڑ بھی دیا کرو۔ قیام کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔

اِس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سونا اور آرام کرنا ایک دینی امر ہے۔ انسان کے جسم اور آنکھ کا یہ حق ہے کہ اس کو آرام پہنچایا جائے۔

سوال ١٠: بچہ کن وجوہات کی بنا پر مناسب نیند نہیں لے پاتا؟

جواب: بچہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر مناسب نیند نہیں لے پاتا:

١۔ بچے کی پرسکون نیند نہ لینے کی وجہ اس کے بستر کا گیلا ہونا بھی ہوسکتا ہے اگر ماں بچے کو روتا دیکھے تو اس کا بستر چیک کرے۔ اگر وہ خراب یا گیلا ہو تو فوراً اُس پر صاف اور خشک بچھونا بچھا دے۔

2۔ بچے کی گہری اور اطمینان بخش نیند نہ لینے کی ایک وجہ بچے کو بھوک یا پیاس کا لگنا ہوسکتا ہے، بچے کو سلانے سے پہلے ماں کو اس کے لیے مناسب غذا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

3۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ بچہ جس کمرے میں سو رہا ہو اُس کا ماحول اور درجہ حرارت بچے کے لیے آرام دہ نہ ہو، ممکن ہے موسم کی مناسبت سے زیادہ گرم یا زیادہ سرد ہو۔ لہٰذا کمرے کے درجہ حرارت کو موسم کے مطابق آرام دہ بنایا جائے۔

4۔ بچے کے بار بار جاگنے کی وجہ بلند آواز اور شور و ہنگامہ بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا

.... ٣۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ١٩٤، رقم: ٦٨٣٢

٤۔ نسائی، السنن الکبری، ٢: ١٧٦، رقم: ٢٩٢٣

بچے کو پرسکون اور خاموشی والی جگہ پر سلانا چاہیے۔

سوال 11: بچے کے بیمار ہونے کی صورت میں والدین کیا کردار ادا کریں؟

جواب: ہر بچے کو بچپن میں کسی نہ کسی بیماری سے ضرور واسطہ پڑتا ہے۔ بیمار ہونے کی صورت میں بچہ جن تجربات سے دو چار ہوتا ہے وہ اس کی سمجھ سے بالا تر ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال بچے اور والدین دونوں کے لئے تکلیف دہ اور پریشان کن ہوتی ہے۔ بچہ اسے برداشت نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی کو اپنی بیماری کا مطلب سمجھا سکتا ہے اور وہ خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

اس صورت حال میں والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوری کسی اچھے ماہر امراض اطفال سے رجوع کریں اور بچے کو دلاسہ اور یقین دلائیں کہ انہیں اس کی تکلیف کا احساس ہے ان شاء اللہ اُسے جلد افاقہ ہو جائے گا۔ اس سے بچے کے لیے تکلیف کو برداشت کرنا آسان ہو جائے گا اور اسے یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تکلیف کی حالت میں اس کی دیکھ بھال کرنے والے اس کے آس پاس موجود ہیں۔

والدین بیماریوں کے متعلق صحیح اور صحت مندانہ نقطہ نظر پیدا کرنے میں بچے کی مدد کریں۔ اور اسے بیماری کو حقیقت پسندانہ نظر سے قبول کرنے کا عادی بنائیں کہ بیماری انہیں چیزوں میں سے ایک ہے جو اللہ کی طرف سے آتی ہیں اور اس کو شفا میں بدلنے والا بھی وہی ہے۔ تا کہ بچہ جب بیمار ہو تو اُسے زندگی کا حصہ سمجھ کر قبول کرے اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید رکھے۔

سوال 12: بچوں کو فوری طبی امداد کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

جواب: بچے کامل توجہ، محبت اور احتیاط کے متقاضی ہوتے ہیں۔ والدین کو بچوں کے معاملات میں بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہوتی ہے، ان کی ذرا سی غفلت اور لاپرواہی بچے کے لیے بہت بڑی تکلیف اور مستقل بیماری کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ تاہم درج ذیل چند اہم معاملات ایسے ہیں جن میں بچوں کو فوری طبی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔

1۔ سانس کی نالی میں کسی چیز کا پھنس جانا

بعض اوقات بچوں کے منہ سے غذا یا کھانے کی کوئی اور چیز پھسل کر سانس کی نالی میں چلی جاتی ہے اور بچے سے سانس لینا مشکل ہوجاتا ہے۔ وقتی طور پر اس کی سانس رک جاتی ہے اور اسے مسلسل کھانسی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ کھانسی سے کوئی چیز باہر نہ نکلے اور بچے کی سانس میں خرخراہٹ پیدا ہو جائے تو یہ انتہائی تشویشناک صورت حال ہے۔ ایسی صورت میں والدین کو بلاتاخیر بچے کو ہسپتال لے جانا چاہیے۔

2۔ پیٹ میں شدید درد کا ہونا

بچوں کے پیٹ میں ہلکے سے درد کا ہونا معمول کی بات ہے جو گھریلو ادویات یا چھوٹے موٹے ٹوٹکوں سے ہی دور ہو جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات بچوں کو آنت میں سوزش اور ورم کی شکایت ہوجاتی ہے ایسی صورت میں اسے معمول کا درد نہ سمجھا جائے کیونکہ بعد میں یہ پیچیدگی کا باعث بن سکتا ہے لہٰذا والدین کے لیے

ضروری ہے کہ بچے کو فوری ہسپتال لے جائیں ورنہ تاخیر کی صورت میں تکلیف بڑھ بھی سکتی ہے۔

3۔ ہیضہ کی شکایت

بچوں میں ہیضے کا مرض بہت عام ہے اور اس کا بڑا سبب غذا اور پانی میں جراثیم کی شمولیت ہوتی ہے۔ اگر ہیضے کے دوران اُلٹیاں آ رہی ہوں تو جسم میں پانی کی شدید کمی ہوجاتی ہے اس کمی کو والدین عموماً نمکول وغیرہ سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اگر بچے پر شدید نقاہت اور کمزوری طاری ہو جائے تو ایسی صورت میں بچے کو گھر پر رکھنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے لہٰذا والدین کو چاہیے کہ فوری طور پر بچے کو ہسپتال پہنچائیں تا کہ مرض پر کنٹرول کیا جا سکے۔

4۔ جل جانا

بعض اوقات گھروں میں گرم دودھ، چائے یا پانی سے بچے معمولی جل جاتے ہیں اور اس کا زیادہ تر علاج گھر میں موجود 'فرسٹ ایڈ باکس' سے ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر بچہ زیادہ جل جائے اور جلے ہوئے حصے پر چھالے پڑ جائیں تو ایسی صورت میں بچے کو ہسپتال لے جانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے تا کہ بروقت علاج شروع کیا جا سکے۔

سوال 13: کیا کھیل بچوں کی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں! کھیل بچوں کی ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ کھیل بچوں کی فطرت کا لازمی حصہ ہیں۔ بچوں میں کھیلنے کی شدید خواہش کا ہونا اور

انسانی تاریخ میں کھیلوں کا تسلسل کے ساتھ موجود رہنا کھیلوں کی اہمیت کا واضح ثبوت ہے۔ قدرت نے کھیل کی شکل میں بچوں کو ایسی خوشگوار سرگرمی سے نوازا ہے جس میں وہ خوشی خوشی مصروف رہتے ہیں۔ بلاشبہ کھیل بچوں کی صلاحیتوں کو جلا بخشتے ہیں۔اگر بچوں کے لیے کھیلنے جیسی self-motivated سرگرمی نہ ہوتو بچے جسمانی مہارتیں بھی سیکھ نہ پائیں یہ کھیل بچے کو جسمانی مہارتیں بھی سکھاتے ہیں۔

بچہ جب چلنا سیکھ رہا ہوتا ہے تو اس وقت اس کا چلنا سوائے ایک کھیل کے کچھ نہیں ہوتا وہ کھیل کھیل میں کئی گھنٹے روزانہ چلتا ہے۔اس مشق میں اسے مشقت کا ناگوار احساس قطعاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کھیل سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔

کھیل ہی کھیل میں وہ چلنے کی مہارت حاصل کرلیتا ہے۔ پھر اسی کھیل میں دوڑنے، اپنے جسم کا توازن برقرار رکھنے، چیزیں اٹھانے، پکڑنے، دھکیلنے، کھینچنے، جمپ لگانے، جھولا جھولنے اور بائی سائیکل چلانے جیسی مہارتیں بھی سیکھ جاتا ہے اس کے ہاتھ اور آنکھوں کی ہم آہنگی (coordination) بہتر ہو جاتی ہے۔کھیل بچوں کے لیے اپنے اندر طاقت اور ترغیب رکھتے ہیں اس لیے بچہ خود بخود کھیلوں کی طرف راغب ہوتا ہے۔ جسمانی مہارتوں کے علاوہ کھیل بچوں کی ذہنی تربیت اور نشو و نما کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں۔ بچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی لڑنے، بھاگنے اور پکڑنے جیسے کھیلوں میں مصروف ہوتے ہیں، کھیل کے دوران ان کے جذبات عروج پر ہوتے ہیں۔لیکن کھیل ختم ہوتے ہی ان کے جذبات یکدم نارمل ہوجاتے ہیں اور وہ نارمل رویوں کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ یوں وہ جذبات پر قابو پانا سیکھتے ہیں۔کھیلوں سے بچے خوف، پریشانی، ذہنی دباؤ اور دوسروں سے تنگ ہونا

جیسے منفی جذبات سے نجات پاتے ہیں بلکہ اس سے طبیعت میں برداشت اور کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

الغرض! کھیل بچوں کی ذہنی و جسمانی نشو و نما میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں خود شناسی اور خود اعتمادی پیدا کرتے ہیں اور یوں متوازن ذہنی و جسمانی نشو ونما میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

سوال 14: کھیل سے بچوں کو کون سے فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: کھیل بچوں کا محبوب ترین مشغلہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی علامت، نشو ونما میں معاون اور تعلیم و تربیت کا موثر ذریعہ ہیں۔ بچپن میں فطری طور پر بچے کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں جس سے ان کے جسمانی اعضاء کی ورزش ہوتی رہتی ہے جو ان کی بہتر نشو ونما کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ کھیل جہاں بچوں کی بہتر نشو ونما میں معاون ہوتے ہیں وہاں کھیلوں سے بچوں کو حقیقی مسرت بھی نصیب ہوتی ہے۔ ان کی الجھنیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، ان کے چہرے شگفتہ رہتے ہیں، ان کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے اور بحیثیت مجموعی ان کی شخصیت کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چڑھانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کھیلوں سے بچوں کو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

1۔ جسمانی فوائد

کھیلوں میں جسم کو کافی حرکت دینی پڑتی ہے اور جسمانی محنت و مشقت کی ضرورت پیش آتی ہے اس لیے سانس کی آمد و رفت، دوران خون، نظام انہظام اور نظام اخراج میں باقاعدگی رہتی ہے۔ اعضاء اپنی جگہ ٹھیک کام کرتے ہیں اور

اعصاب اور عضلات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ کھیلوں سے جسم میں توانائی اور امراض کا مقابلہ کرنے کے لیے قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے، صحت ٹھیک رہتی ہے اور نشو ونما اور بالیدگی میں مدد ملتی ہے۔

2۔ ذہنی فوائد

کھیلوں میں بچوں کو مختلف حالات میں، مختلف دوستوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان سب سے نمٹنے کے لیے انہیں سوچنے سمجھنے، بروقت فیصلہ اور اقدام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے تجربات و مشاہدات میں اضافہ ہوتا ہے۔

3۔ اَفزائشِ زبان

ڈرامائی کھیل میں جب بچہ کوئی بھی کردار ادا کرتا ہے تو وہ اس کے مطابق خود کو ڈھالتا ہے اور بولنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے اس کی زبان دانی میں اضافہ ہوتا ہے۔ کھیل کھیلتے ہوئے بچہ الفاظ، آوازوں اور جملوں کی مشق کرتا ہے اور کھیل میں ہی گرائمر سیکھ جاتا ہے۔

4۔ جذباتی و معاشرتی فوائد

بچہ جب کھیلتا ہے تو اسے دوسروں کے ساتھ اشاروں کی مدد سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے، اس طرح اُسے دوسروں کی سوچ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جب کھیل میں بچوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوتا ہے تو اس سے دوسروں کا نقطہ نظر سمجھنے اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اجتماعی کھیلوں کے ذریعے بچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاون و ہمدردی، ضابطوں کی پابندی، مقابلہ و مسابقت

میں اعتدال، اطاعت و قیادت اور اپنی باری کا انتظار کرنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ بچہ اپنے ساتھیوں کا لحاظ کرنا اور اپنی خواہشات و ذاتی دلچسپیوں کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دینا بھی منظّم کھیلوں سے سیکھتا ہے۔

سوال 15: اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں بچوں کی شرارتوں پر والدین کا ردعمل کیا ہونا چاہیے؟

جواب: چھوٹے بچے طرح طرح کی شرارتوں سے والدین کی برداشت کا خوب امتحان لیتے ہیں، بعض اوقات وہ اپنی شرارتوں سے والدین کو زچ بھی کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں والدین کو ہر حال میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور بچوں پر غصہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ شرارتی بچوں پر بھی شفقت فرماتے۔ بلکہ دوران نماز اگر وہ معصوم شرارتیں کرتے یا عبادت میں مخل ہوتے تب بھی حضور نبی اکرم ﷺ بے مثال صبر و برداشت کا مظاہرہ فرماتے۔

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي إِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ وَهُوَ حَامِلٌ حَسَنًا أَوْ حُسَيْنًا، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَوَضَعَهٗ، ثُمَّ كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ، فَصَلّٰى فَسَجَدَ بَيْنَ ظَهْرَانَي صَلَاتِهٖ سَجْدَةً أَطَالَهَا. قَالَ أَبِي: فَرَفَعْتُ رَأْسِي وَإِذَا الصَّبِيُّ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَهُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ إِلٰى سُجُوْدِي، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الصَّلَاةَ، قَالَ النَّاسُ: يَا

رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّکَ سَجَدْتَ بَيْنَ ظَهْرَانَي صَلَاتِکَ سَجْدَةً أَطَلْتَهَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ، أَوْ أَنَّهُ يُوْحٰی إِلَيْکَ. قَالَ: ذٰلِکَ لَمْ يَکُنْ، وَلٰکِنَّ ابْنِي ارْتَحَلَنِي، فَکَرِهْتُ أَنْ أُعَجِّلَهُ حَتّٰی يَقْضِيَ حَاجَتَهُ. (1)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مغرب اور عشاء کی دونوں نمازوں میں سے کسی نماز کے لیے ہمارے پاس (حجرہ مبارک سے باہر) تشریف لائے۔ آپ ﷺ امام حسن یا حسین علیہما السلام (میں سے کسی ایک شہزادے) کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ آگے تشریف لا کر رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں (اپنے پاس) بٹھا دیا۔ پھر نماز کے لیے تکبیر فرمائی اور نماز پڑھنا شروع کر دی، دورانِ نماز آپ ﷺ نے (خلافِ معمول) نہایت طویل سجدہ کیا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) میرے والد نے بیان کیا: میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ وہ بچہ رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہے اور آپ ﷺ حالت سجدہ میں ہیں۔ میں دوبارہ سجدہ میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی

---

(1) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۹۳، رقم: ۱۶۰۷۶

۲۔ نسائي، السنن، کتاب التطبيق، باب هل يجوز أن تکون سجدة أطول من سجدة، ۲: ۲۲۹، رقم: ۱۱۴۱

۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۱: ۲۴۳، رقم: ۷۲۷

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۳۷۹-۳۸۰، رقم: ۳۲۱۹۱

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۱، رقم: ۴۷۷۵

۶۔ طبراني، المعجم الکبير، ۷: ۲۷۰، رقم: ۷۱۰۷

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے دورانِ نماز اتنا طویل سجدہ ادا فرمایا کہ ہم نے گمان کیا کوئی امرِ اِلٰہی واقع ہو گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہ تھی بلکہ مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے (سجدے سے اُٹھنے میں) جلدی کرنا اچھا نہ لگا جب تک کہ (میری پشت پر سواری سے) اس کا دل نہ بھر جائے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کی شرارتوں پر کمالِ ضبط کا مظاہرہ فرماتے حتی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سجدہ طویل فرما دیا تاکہ بچہ اپنے معصوم کھیل سے لطف اندوز ہوتا رہے۔

حضرت رافع بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنْتُ غُلَامًا أَرْمِي نَخْلَ الْأَنْصَارِ، فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: يَا غُلَامُ، لِمَ تَرمِي النَّخْلَ؟ قَالَ: آكُلُ، قَالَ: فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ، وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا. ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ أَشْبِعْ بَطْنَهُ. (1)

جب میں بچہ تھا تو انصار کے کھجور کے درختوں پر پتھر پھینکا کرتا تھا۔ (ایک دن) انصار مجھے پکڑ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے۔

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب من قال إنه يأكل مما سقط، ۳: ۳۹، رقم: ۲۶۲۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۱، رقم: ۲۰۳۵۸

۳۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۴: ۲۹۴، رقم: ۲۰۳۰۵

۴۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۵۰۲، رقم: ۵۸۷۴

۵۔ طبراني، المعجم الكبير، ۵: ۱۹، رقم: ۴۴۵۹

آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! تم کھجوروں کے درخت پر پتھر کیوں پھینکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کھجوریں (اُتار کر) کھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: درختوں کو پتھر نہ مارا کرو۔ جو کھجوریں درخت کے نیچے گری پڑی ہوں اُنہیں اُٹھا کر کھا لیا کرو۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا: اے اللہ! تو اس کا پیٹ بھر۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کتنی محبت سے بچے کو سمجھایا اور سمجھانے کے بعد دعا بھی دی۔ آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں والدین کو بچوں کی شرارتوں پر غصہ کرنے کی بجائے شفقت و محبت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ عموماً بچے جب شرارت کرتے ہیں تو والدین بچے کو مارنا اور ڈانٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی بجائے والدین کو چاہیے کہ بچے کو اعتماد میں لے کر اس سے شرارت کی وجہ پوچھیں پھر اسے محبت سے سمجھائیں کہ ایسی شرارت نہیں کرتے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات مبارکہ کی روشنی میں والدین بچوں کی شرارتوں پر خوش مزاجی کا مظاہرہ کر کے ہی بچوں کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں۔

سوال 16: کیا عادات کے لحاظ سے سب بچے ایک جیسے ہوتے ہیں؟

جواب: جی نہیں! عادات کے لحاظ سے سب بچے ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ ہر بچے کا ایک منفرد مزاج ہوتا ہے جو کہ اسے دوسرے بچوں سے ممتاز کرتا ہے۔ بہت سے بچے ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں اچھائی اور برائی کا سامنا کرتے وقت ذہنی طور پر پریشان نہیں ہوتے وہ خوشگوار چیز سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور تکلیف دہ چیز کو

ناپسند کرتے ہیں۔ ایسے بچے زندگی سے شاذ و نادر ہی مغلوب ہوتے ہیں لہٰذا اِن سے معاملہ کرنا آسان ہوتا ہے اور ان کی تربیت کے حوالے سے استعمال ہونے والا ہر طریقہ ان پر قابلِ عمل ہوتا ہے۔

حساس طبیعت رکھنے والے بچوں کے لیے زندگی اتنی آسان نہیں ہوتی۔ اس قسم کے بچوں کے مزاج میں وقت کے ساتھ شدید قسم کی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ جہاں ایک اوسط درجے کا بچہ ذرا سی تنگی محسوس کرتا ہے وہاں حساس طبیعت بچہ زیادہ پریشانی اور غصہ کا اظہار کرتا ہے اور اپنے اردگرد رہنے والوں کو بھی پریشان کرتا ہے۔ ان بچوں میں جذباتی ردِعمل زیادہ شدید ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسے بچوں کی حوصلہ افزائی اور نگرانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اوسط درجے کا بچہ بعض معاملات میں والدین کے لیے مشکل کا باعث بنتا ہے، مثلاً بعض بچے ہوم ورک سے کتراتے ہیں یا اُنہیں صبح نیند سے بیدار کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن حساس بچہ ہر جگہ اور ہر میدان میں پریشانی کا باعث بنتا ہے اور اس کا ردِعمل بھی عام بچوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ حساس بچے کے ساتھ پیش آنے کے لیے بہتر حکمت عملی اور قابلِ عمل نظم و ضبط پر مبنی پروگرام وضع کرنا چاہیے۔

سوال 17: دو سال کے دوران بچے کی عادات و حرکات میں کیا تبدیلیاں رُونما ہوتی ہیں؟

جواب: اس عمر میں بچے میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور اس کی عادات

میں واضح فرق محسوس ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچے کی شخصی تعمیر و تشکیل کا کام اس کے والدین کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ یوں تو بچے کی زندگی کا ہر دور والدین کے لیے بڑا صبر آزما ہوتا ہے لیکن اس عمر کا بچہ ایک لمحے میں ہی ناراض اور اگلے لمحے میں خوش ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عمر کا یہ حصہ بچے کی ذہنی، نفسیاتی اور اخلاقی تربیت کے لیے انتہائی اہم ہے۔

اس عمر کا بچہ آسانی سے دوڑ سکتا ہے اور اپنی مرضی سے بھاگ اور رک سکتا ہے۔ دونوں پاؤں اٹھا کر چھلانگیں لگا لیتا ہے، گیند کو ٹھوکر مار کر لڑھکا لیتا ہے، وہ سیڑھیوں پر بار بار چڑھتا اور اترتا ہے، دروازہ خود بخود بند کرتا اور کھولتا ہے اور مختلف چیزوں کو سارے گھر میں کھینچتا پھرتا ہے۔ قلم سے لائنیں لگا لیتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ بٹن بند کرنا، اپنی جرابیں، جوتے، کپڑے اتارنا، اپنے ہاتھ خود دھونا اور خشک کرنا بھی سیکھ جاتا ہے۔

اس عمر میں بچے کے بولنے کی قوت یعنی الفاظ سمجھنے اور ادا کرنے کی اہلیت میں نمایاں اور تیز رفتار اضافہ ہوتا ہے۔ بچے کے ذہن میں نئے الفاظ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ وہ میں، تم، آپ جیسے کئی الفاظ ادا کر سکتا ہے اور کسی حد تک اپنا مطلب بھی بیان کر سکتا ہے۔ اس سے جتنی زیادہ گفتگو کی جائے گی وہ اتنے زیادہ الفاظ سیکھے گا اور زیادہ بولنے کی کوشش کرے گا۔ بچے کے بولنے کی قوت کو بہتر بنانے کے لیے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس سے ایسی باتیں کی جائیں جو اس کے ننھے سے ذہن کے لیے بہت زیادہ مشکل نہ ہوں اور اس کام سے متعلق ہوں جو اس مخصوص وقت میں اس کے پیش نظر ہے۔

اس عمر کا بچہ شروع میں تنہا کھیلنا پسند کرتا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ دوستوں میں گھل مل جاتا ہے جب اس میں کچھ فیصلہ کرنے کی صلاحیت آ جاتی ہے تو وہ لڑنا، جھگڑنا بھی شروع کر دیتا ہے۔ نیز اس عمر میں والدین کی مرضی کے خلاف اکثر کچھ کر گذرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس میں منفی رویہ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ ایسی صورتحال میں والدین کو صبر وتحمل سے کام لے کر معاملہ ہینڈل کرنا چاہیے کیونکہ بچے کا ایسا رویہ تھکن، بیزاری اور بھوک کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح بچہ کھانے کے اوقات میں مختلف رویے اختیار کر سکتا ہے۔ کبھی کھانے سے انکار کر دیتا ہے اور کبھی اتنی دیر لگا دیتا ہے کہ کھانا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ ایسے لمحات میں بچوں سے زبردستی کا سلوک کرنا اور درشتگی سے ان پر اپنی مرضی ٹھونسنا ہرگز دانشمندی نہیں بلکہ محبت اور پیار سے بچے کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔

اس عمر میں بچے کی دور اور نزدیک کی بینائی تقریباً بڑوں کی طرح ہی ہوتی ہے۔ بچے کی بینائی کا باقاعدگی سے طبی معائنہ کروانا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح بچے کی سماعت کا بھی طبی معائنہ کرانا چاہیے۔

سوال 18: تین سال کے دوران بچے کی عادات وحرکات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟

جواب: تین سال کی عمر کا بچہ خاصی مستحکم شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ بڑی محنت اور مستقل مزاجی سے کام لے کر وہ اپنے نگہداشت کرنے والے سے ایک خصوصی تعلق استوار کر چکا ہوتا ہے۔ مختلف اشیاء کے ساتھ اس کی واقفیت اور دلچسپی میں بے پناہ

اضافہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس عمر میں بچہ اپنی ضد منوانا سیکھ جاتا ہے اسے اپنی اہمیت اور ضد کا احساس ہو جاتا ہے وہ اپنی مرضی اور خواہش بیان کر سکتا ہے۔

اس عمر کا بچہ اپنے والدین اور دوسرے اعزاء و اقارب کے لیے دل بہلانے والا ثابت ہوتا ہے۔ سب سے اپنی توتلی باتوں سے پیار سمیٹتا ہے۔ کھانے کے آداب سیکھ جاتا ہے، اپنے ہاتھ دھونا اور خشک کرنا اسے آ جاتا ہے۔ کھانا کم خراب کرتا ہے اور اپنے کپڑے بھی صاف رکھتا ہے، مل جل کے کھیلنا پسند کرتا ہے۔ اس کے دل میں فراخی پیدا ہوتی ہے اور کھلونوں میں اپنے دوستوں کو بھی شریک کرتا ہے۔

اِس عمر کا بچہ اپنی جسمانی صلاحیتوں اور مختلف النوع معلومات کے ذریعے مختلف چیزیں بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ہلکی پھلکی ڈرائنگ کرنے کا آغاز اسی عمر میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بچہ مختلف چیزیں بنانا بھی سیکھتا ہے، مثال کے طور پر بلاکس سے کھیلتے ہوئے وہ اپنی سمجھ کے مطابق مختلف اُلٹی سیدھی چیزیں بناتا رہتا ہے۔ بچے کو تصویریں دکھا کر مختصر سی کہانی بھی سمجھائی جا سکتی ہے، اس سے بچے کی یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے۔

روزمرہ کی سرگرمیوں میں بچے کا اعتماد بڑھتا ہے۔ وہ آسانی سے سیڑھیاں چڑھ اور اتر سکتا ہے، گول دائروں میں آسانی سے گھوم لیتا ہے، بڑی گیند کے ساتھ کھیل سکتا ہے، وہ ایک ٹرائی سائیکل بھی نہایت مزے سے چلا سکتا ہے نیز جھولوں میں اس کی دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

اِس عمر کا بچہ دائیں اور بائیں ہاتھ کا استعمال سیکھ جاتا ہے۔ اگر کوئی بچہ

بایاں ہاتھ استعمال کرے تو اسے نرمی اور پیار سے دائیں ہاتھ کے استعمال کا عادی بنانا چاہیے۔

اس عمر کے بچوں کے وزن اور قد میں اضافہ کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ بچوں کے دودھ کے دانت مکمل نکل آتے ہیں۔ اس عمر میں بچوں کے دانتوں کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرواتے رہنا چاہیے نیز بچوں کی بینائی اور سماعت کا بھی معائنہ لازمی کروانا چاہیے۔

سوال 19: چار سال کے دوران بچے کی عادات وحرکات میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں؟

جواب: چار سال کی عمر کا بچہ بہت حد تک مختلف امور میں خود مختار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ماں کے علاوہ کسی دیکھی بھالی جگہ یا شناسا شخص کے پاس بھی خوشی سے بہت سا وقت صرف کر لیتا ہے۔ وہ بڑی مہارت سے ٹرائی سائیکل چلا سکتا ہے اس کے پاس الفاظ کا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے جس سے وہ نئے نئے الفاظ اور جملے بنانے کی کوشش کرتا ہے اور اس میں کامیاب بھی رہتا ہے۔ وہ ہنسی مذاق اور تصوراتی کھیلوں سے خوش ہوتا ہے کہانیاں سنانا اور سننا پسند کرتا ہے۔

اس عمر کا بچہ نظمیں یاد کر لیتا ہے۔ اپنی ذہانت کے مطابق مختلف چیزوں کے متعلق سوالات پوچھتا ہے۔ اس عمر میں بچہ والدین کے ساتھ تعاون کرنا پسند کرتا ہے اور پُر جوش رویہ بھی اختیار کرتا ہے۔ لیکن بعض اوقات بالکل ہی بچگانہ اور سمجھ میں نہ آنے والا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سارے جوش و

خروش کے باوجود یہ بچہ بڑی جلدی اُکتا جاتا ہے لہٰذا ایسے بچے کو والدین کی خصوصی توجہ درکار ہوتی ہے۔

اس عمر کا بچہ کھیلوں میں از حد رغبت رکھتا ہے۔ وہ فٹ بال اور اس طرح کے مختلف النوع کھیلوں میں دلچسپی سے حصہ لیتا ہے اور بھاگ دوڑ میں خوش رہتا ہے۔ یہ بچہ مختلف رنگوں کی آسانی سے پہچان کرسکتا ہے۔ اپنا نام اور پتہ آسانی سے بتا سکتا ہے۔ مختلف اشیاء کے نام بتا سکتا ہے، پنسل سے مختلف قسم کے خاکے اور انسانی تصویر بھی بنا سکتا ہے۔

اس عمر کا بچہ اپنی دیکھ بھال خود بھی کر سکتا ہے، چمچ سے کھانا آسانی اور صفائی سے کھا لیتا ہے، اپنے دانت مسواک یا برش سے خود صاف کر لیتا ہے۔ اپنا لباس خود پہن بھی لیتا ہے اور اتار بھی لیتا ہے لیکن سخت بٹن، تنگ آستین اور تسمے والے جوتے پہننے میں اسے والدین کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر کسی دوسرے فرد کو پریشان دیکھے تو خود بھی پریشان ہو جاتا ہے اور اپنی بھولی بھالی حرکتوں اور باتوں سے اسے خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کو خوش دیکھ کر خود بھی خوش ہوتا ہے۔ اپنے سے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی دیکھ بھال کرسکتا ہے لیکن مکمل طور پر اس عمر کے بچے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس عمر کے بچے کو ٹریفک کے قواعد و ضوابط سے آگاہی نہیں ہوتی لہٰذا والدین کو ایسی عمر کے بچے کو مصروف شاہراہ کے آس پاس چلنے پھرنے اور کھیلنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

اس عمر کا بچہ والدین کے بولنے کے انداز، ان کے لب ولہجہ کو اختیار کرنے

کی کوشش کرتا ہے لہٰذا والدین کو اس عمر کے بچے کے ساتھ اپنی گفتگو اور لب ولہجہ کے اتار چڑھاؤ پر دھیان دینا چاہیے اور کسی بھی قسم کے لغو جملوں کے استعمال سے احتراز برتنا چاہیے۔

اس عمر میں بچہ کبھی کبھار گستاخی بھی کر جاتا ہے اور مخاطب کی کہی گئی بات اسے لوٹا دیتا ہے۔ اس طرح کی حرکات پر بچے کو پیار سے سمجھانا چاہیے کہ ایسی حرکات کو کوئی شخص بھی پسند نہیں کرتا اور نہ ہی ایسے بچوں سے کوئی پیار کرتا ہے۔ اسے احساس دلانا چاہیے کہ اس کا یہ رویہ ہرگز مہذب نہیں، جب پیار سے بچے کو سمجھایا جائے گا تو وہ اپنی ایسی عادات کی اصلاح کرے گا۔

اس عمر کا بچہ اپنا زیادہ وقت کھیل کود اور شرارتوں میں گزارتا ہے اور دن کے خاتمے پر تھکاوٹ سے چور ہو جاتا ہے۔ اس عمر کے بچے کے لیے مناسب غذا کا اہتمام لازمی امر ہے۔

سوال ۲۰: بچے کو خوف زدہ رکھنے میں ماں کیا کردار ادا کرتی ہے؟

جواب: بچہ پیدائشی طور پر کسی چیز سے خوف نہیں کھاتا بلکہ وہ اپنے گرد و پیش کی چیزوں کے معاملے میں یہ جانتا ہی نہیں کہ خوف کیا ہوتا ہے۔ خوف اس میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ماں بچے کے سامنے خوف کا مظاہرہ کرے۔ مثلاً بچہ کسی چیز سے کھیل رہا ہے تو ماں اس چیز کے ٹوٹنے یا خراب ہو جانے کے اندیشے سے وہ چیز بچے سے زبردستی چھین لیتی ہے اور اسے ڈانٹ دیتی ہے یا کسی ڈراؤنے خیال سے بچے کو ڈراتی ہے، جس کے نتیجے میں بچہ سہم جاتا ہے اور وہ ممنوعہ چیز ہی سے خوف

کھانے لگتا ہے۔ ماں تو یہ سمجھتی ہے کہ اس نے ایک چیز کو خراب ہونے سے بچا لیا مگر بچے کی جذباتی زندگی خراب ہونے کا اسے احساس نہیں ہوتا۔

بعض اوقات ماں محض کسی چیز سے منع کرنے یا سلانے کے لیے بچے کو چڑیل، جن، دیو اور بھوت جیسی خوفناک چیزوں کے نام سے ڈرا کر زبردستی سلا دیتی ہے، مگر اسے احساس نہیں ہوتا کہ بچہ خوف سے سہم گیا ہے اور بچے کے اندر جرأت و دلیری کی بجائے خوف و دہشت کے اثرات قوی ہوگئے ہیں۔ اس بنا پر بچہ مستقبل میں مختلف قسم کی چیزوں سے خوف کا شکار ہو جاتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بچہ اپنی والدہ کو کسی بھی چیز سے ڈرتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ خود بھی اس سے ڈرنے لگتا ہے۔ اکثر یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ماں بچے کے ساتھ کھیلتے ہوئے یہ کہہ کر لحاف میں منہ چھپالیتی ہے۔''وہ بلی آ گئی''، ''وہ جن آ گیا'' وغیرہ وغیرہ۔ خوف کا یہ مظاہرہ بھی بچے کے دل و دماغ پر ایک تاثر قائم کر دیتا ہے۔

ماں کا ایسا ناقص عمل بچے کے لیے مُضر ہے۔ بچپن میں بچے کے دل میں اگر خوف کا جذبہ پیدا ہو جائے تو وہ معمولی حادثات سے بھی ہمت ہار بیٹھے گا۔ بچے کو کم سنی میں ہی دلیر بنانے کے لیے ماں کو چاہئے کہ وہ بے خوفی کی بہترین مثال پیش کرے اور اسے یہ ذہن نشین کروائے کہ نفع و نقصان پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اس کے علاوہ تمام چیزیں بے بس ہیں۔ اس سے بچہ بہادر اور باہمت بن جاتا ہے اور ایسے بچے ہی آئندہ زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں۔

سوال 21: بچوں کے ذہن کو خوف سے کیسے پاک رکھا جا سکتا ہے؟

جواب: خوف ایک نفسیاتی حالت ہے یہ عادت بچوں کو ایک حد تک بہت سے حوادث سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہے، لیکن اگر یہی خوف حد سے تجاوز کر جائے تو بچے میں نفسیاتی بے چینی پیدا ہوجاتی ہے جس کو دور کرنا بہت ضروری ہے وگرنہ مستقبل میں اس کی شخصیت پر اس کے بُرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

بچہ جن چیزوں سے خوف کھائے، جنہیں وہ اپنی بساط سے باہر محسوس کرے اُن کے بارے بچے کو یہ شعور دیا جائے کہ یہ چیزیں اس کی طاقت سے بالاتر نہیں ہیں۔تھوڑی سی ہمت اور کوشش سے وہ ان پر قابو پا سکتا ہے اور ان کا استعمال کر سکتا ہے۔ اس طرح اُس کا خوف بڑی آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً بچہ اگر بڑی کرسی یا تھوڑی سے اُونچائی پر چڑھنے سے ڈر رہا ہے تو اُس کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ اس پر بیٹھ سکتا ہے۔ اُسے ایک دو بار سہارا دے کر اُوپر چڑھنے کی مشق کروائی جائے تاکہ اُس کا خوف ختم ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اُسے بغیر سہارا اس کی مشق کروائی جائے۔

بعض گھرانوں میں عموماً اندھیرے کمرے میں سونے کا معمول ہوتا ہے۔ سوتے وقت گھر کے افراد چھوٹے بچے کا دھیان کئے بغیر لائٹ آف کر کے لیٹ جاتے ہیں مگر اس وقت بچہ کھیلنے کا خواہش مند ہو تو اندھیرے میں کچھ نظر نہ آنے سے اس میں اضطراب اور مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ اس اضطراب اور مایوسی سے بچے میں خوف کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس خوف کو بہر صورت دور کرنا چاہیے اس کے لیے ضروری ہے کہ سوتے وقت کمرے میں روشنی کا کوئی نہ کوئی انتظام ہو تاکہ بچہ بیدار ہو

کر بھی کھیلنا چاہے تو کھیل سکے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ نقصان دہ اور مضر چیزوں سے بھی اُسے آگاہی نہ دی جائے۔ بچے کے ذہن کو خوف سے پاک کرنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ وہ ضرر رساں چیزوں سے بھی اجتناب نہ کرے۔ بچے کو ایسی چیزوں کے نقصانات سے نہایت پیار اور حکمت بھرے انداز میں آگاہ کرنا چاہئے تاکہ وہ کسی قسم کی تکلیف یا بڑے حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ اُسے یہ تربیت بھی دی جائے کہ وہ ضرر رساں چیزوں سے دور رہے مثلاً آگ، جلتا چولہا، بجلی اور گیس کی تنصیبات اور زہریلے جانور وغیرہ۔ مگر ان سے بچنے اور خوف کھانے کی بنیاد بھی لاعلمی پر نہیں ہونی چاہیے بلکہ بچے کے ذہن میں یہ بات ڈال دینی چاہیے کہ یہ چیزیں کس قدر نقصان دہ ہیں۔ اگر بچہ علم، مشاہدے یا تجربے کی بنیاد پر کسی چیز سے دور رہنے کا عادی ہو جائے تو یہ عادت اس میں بزدلی کی بجائے خود اعتمادی و بلند حوصلہ کا سبب بنتی ہے۔

سوال 22: بچے انگوٹھا کیوں چوستے ہیں؟

جواب: بچوں کے انگوٹھا چوسنے کے بارے میں کئی نظریات ہیں۔ حتیٰ کہ ماہرین بھی وثوق سے نہیں بتا سکتے کہ یہ رجحان کیوں پیدا ہوتا ہے۔ مختلف وجوہات کی بنا پر بعض بچوں میں انگوٹھا چوسنے کی عادت ہوتی ہے۔ اکثر یوں ہوتا ہے کہ ہاتھوں کی غیر ارادی حرکت کے دوران بچہ اتفاق سے اپنا انگوٹھا منہ میں ڈال لیتا ہے اور پھر بار بار وہ یہی عمل کرتا ہے، اس سے اسے تسکین ملتی ہے۔ اکثر وہ بچے جو ماں کا دودھ نہیں پیتے، انگوٹھا چوسنے کے عادی ہوتے ہیں۔ کچھ بچے مخصوص اوقات میں انگوٹھا چوستے ہیں مثلاً جب انہیں نیند آ رہی ہوتی ہے یا جب وہ سو رہے ہوتے ہیں۔

اسی طرح بعض بچے دباؤ کے وقت، بیماری میں، بھوک کی حالت میں، غیر محفوظ ہونے کی صورت میں، تھکن اور اکتاہٹ کی وجہ سے زیادہ انگوٹھا چوستے ہیں یعنی انگوٹھا چوسنے کا فطری عمل بچے کو تسکین پہنچاتا ہے۔

نفسیاتی پہلو سے انگوٹھا چوسنا اچھی عادت نہیں ہے۔ بچے کی انگوٹھا چوسنے کی عادت کو ختم کرنے کے لیے والدین اسے سختی سے منع نہ کریں بلکہ تحمل سے کام لیتے ہوئے ابتدائی مرحلے میں بچے کے انگوٹھے کو اس کے منہ سے نہایت آرام سے نکال کر اسے دوسری طرف متوجہ کر دیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ میں کھلونا دے کر بھی بچے کی توجہ انگوٹھے سے ہٹائی جا سکتی ہے۔ اگر بچہ پھر بھی انگوٹھا چوسنے کے عمل سے باز نہ آئے تو اس کے انگوٹھے پر کوئی کڑوی چیز لگا دی جائے۔ جس سے بچہ انگوٹھا منہ میں لینے سے گریز کرے گا بصورت دیگر بچے کی عادت ختم نہ ہونے پر ماہر امراض اطفال سے رجوع کرنا چاہیے۔

سوال 23: بچوں کے لیے ڈے کیئر سنٹر کا انتخاب کرتے ہوئے کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: بچوں کے لیے ڈے کیئر سنٹر کا انتخاب کرتے وقت والدین کو درج ذیل مختلف اُمور کا خیال رکھنا چاہیے:

1۔ ڈے کیئر سنٹر لائسنس یافتہ ہو۔

2۔ ڈے کیئر سنٹر کا اسٹاف تربیت یافتہ ہو۔

3۔ اسٹاف کا بچوں کے ساتھ رویہ دوستانہ ہو۔

4۔ ڈے کیئر سنٹر میں بچوں کی تعداد تسلی بخش ہو۔

5۔ ڈے کیئر سنٹر محفوظ ہو۔

6۔ ڈے کیئر سنٹر میں صفائی کا انتظام بہتر ہو۔

7۔ ڈے کیئر سنٹر میں ڈسپلن سکھایا جاتا ہو۔

8۔ ڈے کیئر سنٹر میں کھیل کے ذریعے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہو۔

9۔ بچوں کو کھانا اچھا فراہم کیا جاتا ہو۔

10۔ بچوں کے سونے کا انتظام اچھا ہو۔

11۔ انتظامیہ ڈے کیئر سنٹر کی آڑ میں کوئی اور کاروبار نہ کر رہی ہو۔

12۔ ڈے کیئر سنٹر کی ٹیوشن فیس مناسب ہو۔

سوال 24: ڈے کیئر سنٹر کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: بچوں کی نگہداشت کے لیے قائم کیے گئے ڈے کیئر سنٹر کے جہاں فوائد ہیں وہاں نقصانات بھی ہیں۔ اس عمر کے بچوں کی شخصیت جب تشکیل پا رہی ہوتی ہے تو اس موقع پر ان کا والدین کے قریب رہنا از حد ضروری ہوتا ہے۔ لیکن والدین اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی کرتے ہوئے محض اپنی سہولت کی خاطر بچوں کی آزادی اور خواہشات کو سلب کر کے انہیں ڈے کیئر سنٹر میں چھوڑ جاتے ہیں۔ ان سنٹروں میں کام کرنے والی خواتین خواہ کتنی ہی تربیت یافتہ ہوں، کتنی ہی رحم دل ہوں، وہ والدین کا نعم البدل نہیں بن سکتیں۔ اس کے نتیجے میں بچوں کی زندگی میں بعض

اوقات ایسا خلا رہ جاتا ہے جو عمر بھر پورا نہیں ہوسکتا۔

خصوصاً مغربی ممالک میں رہائش پذیر مسلمان والدین کے لیے ڈے کیئر سنٹر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ مسلمانوں کے اپنے ڈے کیئر سنٹرز نہ ہونے کے برابر ہیں اور جو والدین اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے جاب کرتے ہیں اور اپنے بچوں پر توجہ نہیں دے سکتے تو انہیں مجبوراً غیر ملکی سنٹرز کا سہارا لینا پڑتا ہے، جہاں تعلیم و تربیت غیر اسلامی انداز سے کی جاتی ہے۔ نتیجتاً بچہ اِسلامی اَقدار نہیں سیکھ پائے گا اور اس میں سارا قصور والدین کا ہے جنہیں شعور تک نہیں کہ وہ اپنی نسل کو تباہی کے کس دہانے تک لے جا رہے ہیں۔

سوال 25: مونٹیسوری اسکول کسے کہتے ہیں؟

جواب: گزشتہ دو عشروں کے درمیان پاکستان میں بچے کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے بچے کو دو سے اڑھائی سال کی عمر میں مونٹیسوری سکول میں داخل کرا دیا جاتا ہے۔ مونٹیسوری سکول کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹی عمر میں بچوں کی فطری صلاحیتوں اور رجحان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور کھیل اور دیگر دلچسپیوں کے ذریعے انہیں مہذب زندگی کی بالکل ابتدائی باتوں کی تعلیم اس طرح دی جائے کہ وہ ان پر بوجھ نہ بنے۔

اِسلام کی رُو سے اصل مونٹیسوری بچے کا گھر اور ماں کی گود ہوتی ہے، جہاں بچے کی زندگی میں سیکھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اور وہ گھر کے ماحول، والدین کے کردار سے بہت کچھ اَخذ کرتا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ بچوں کے لیے گھر کا

ماحول اِسلامی اور مثالی بنائیں تا کہ بچہ کی بہتر تربیت کا آغاز گھر سے ہو۔

سوال 26: مونٹیسوری نظام کی بنیاد کس مفروضے پر رکھی گئی؟

جواب: مونٹیسوری نظام کی بنیاد اس مفروضے پر رکھی گئی کہ اس میں بچے کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے اس کی سیکھنے کی کوششوں میں معاونت کی جائے اور اسے ایک فرد کی حیثیت دی جائے۔ مونٹیسوری نے ان روایتی اسکولوں کے طریقے کو یکسر مسترد کر دیا ہے جہاں کلاس رومز میں بچوں کو ان کی جگہ پر مقید کر دیا جاتا ہے۔ اس نظام میں استاد بچوں کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھانے کی بجائے ان کے ساتھ مل کر اور ان میں شامل ہو کر انہیں ایک مرتب کردہ طریقے کے مطابق کھیل کی مدد سے سکھاتا ہے۔ اس نظام کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ خود بچوں کو حرکت و عمل (activity) کا موقع فراہم کیا جائے اور انہیں ان کے اپنے ماحول کے مطابق، کھیل، کھلونوں اور دیگر معاون اشیاء سے سیکھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس نظام میں بچے تعلیمی اشیاء سے خود بخود استفادہ کرنے لگتے ہیں اور وہ اردگرد کے ماحول سے بے خبر ہو کر چوتھائی سے ایک گھنٹے تک تھکے بغیر مصروف رہتے ہیں۔

سوال 27: نرسری سکول میں بچہ کیا سیکھتا ہے؟

جواب: نرسری اسکول حقیقتاً کھیلوں کے گروپ ہوتے ہیں ان کا مقصد بچوں کو تعلیم دینا نہیں بلکہ بچوں کو ایسے تجربے کروانا ہوتا ہے جن کی بچوں کو ضرورت ہوتی ہے اور جن سے بچے لطف اندوز بھی ہوتے ہیں نیز ان تجربوں کا مقصد بچوں کی جسمانی اور جذباتی نشو ونما ہے۔

نرسری اسکول میں پہلے سے سال بھر کے لیے کسی مقصد اور منزل کا تعین نہیں کیا جاتا۔ کھیل کے ان گروپوں میں بچے کو مختلف قسم کی چیزیں اپنے کام میں لانے کے لیے دے دی جاتی ہیں جس میں بچے کو اجنبیت نہیں ہوتی اور اسے اطمینان بھی رہتا ہے کہ وہ یہاں ایسے افراد کے ساتھ رہے گا جس میں اس کے ساتھی اسے پسند کریں گے اور وہ یہ محسوس کرے گا کہ یہ اس کا کمرہ ہے، اس کے کھلونے ہیں اور وہاں موجود بچے اس کے دوست ہیں۔ یعنی بڑے اور بچے ساتھ ساتھ رہتے، کھیلتے اور کام کرتے ہیں۔ بڑے اس کے دوست بھی ہوتے ہیں اور ساتھ کھیلنے والے محافظ بھی۔ نرسری اسکول میں بچے کا بہت خیال رکھا جاتا ہے کہ کہیں اسے چوٹ نہ لگ جائے نیز ایسا ماحول پیدا کیا جاتا ہے جس میں بچے پر کسی قسم کا بوجھ نہ پڑے اور بچہ تدریجی طور پر اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کو بڑھاتا رہے۔

دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے، ان کے ساتھ رہنے اور کام کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ مل جل کر کام کرنا سیکھ جائے۔ اس سے بچے کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کے نتائج گھر کی زندگی میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال 28: بچے کی شخصیت بنانے میں استاد اور والدین کے مابین ہم آہنگی کیوں ضروری ہے؟

جواب: بچے کی زندگی میں گھر اور اسکول دو اہم مقامات ہیں۔ استاد اور والدین ایک دوسرے سے تعاون کر کے ہی بچے کو نت نئ چیزیں سکھانے اور آگے بڑھنے میں مدد کر سکتے ہیں، کیونکہ ان دونوں کی توجہات کا مشترک مرکز بچہ ہوتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بچہ صرف اسکول ہی میں تعلیم نہیں پاتا بلکہ گھر میں بھی بہت کچھ سیکھتا ہے۔ ان معلومات کو اگرچہ تعلیم کا نام نہیں دیا جاسکتا مگر پھر بھی گھر میں سیکھی گئی چیزوں کو اسکول کی تعلیم کا سنگِ بنیاد کہا جاسکتا ہے۔ بچے کے ہر نئے تجربے اور واقفیت کو اس کی تعلیم ہی کا جزو شمار کیا جاتا ہے۔ والدین کے لیے گھر میں تنہا بچے کی مدد کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، لہٰذا بچے کو باقاعدہ تعلیم و تربیت کے لیے اسکول میں داخل کروایا جاتا ہے اس سے بچہ گھر اور اسکول کی زندگی کے درمیان ایک خلا محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ تعلیم کے ابتدائی چند برسوں میں بچے کو سکول اور گھر کے ماحول سے ہم آہنگ کرنے کے لیے والدین اور اساتذہ کے مابین مفاہمت کا ہونا بہت ضروری ہے۔

بعض اوقات بچے کو اسکول میں جو دقتیں پیش آتی ہیں ان کی وجہ طریقہ تعلیم نہیں بلکہ گھر کے حالات بھی ہو سکتے ہیں۔ جن کا اثر بچے کے ذہن اور مزاج پر پڑتا ہے اور اس کی تعلیمی زندگی کے راستے میں حائل ہوتا ہے۔ والدین فطری طور پر بچے کی ساری مشکلات کا الزام سکول پر ڈال دیتے ہیں۔ لیکن اگر والدین اور استاد ایک دوسرے سے ملتے رہیں اور والدین اور استاد کے مابین ہم آہنگی اور تعاون ہو تو والدین کو نہ صرف بچے کی مشکلات کے صحیح اسباب معلوم ہوسکیں گے بلکہ انہیں اپنے بچے میں ایسے اوصاف اور صلاحیتیں بھی نظر آئیں گی جن کا اُنہیں گمان بھی نہ ہوگا۔

اکثر اوقات اسکول میں پرانے طریقے بدلنے اور نئے طریقے رائج کرنے سے والدین پریشان ہو جاتے ہیں اور نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے میں انہیں بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسکولوں کے طریقہ تعلیم میں تبدیلی کا مقصد

والدین کو پریشان کرنا نہیں بلکہ والدین کو بچوں سے متعلق اپنے فرائض زیادہ بہتر طریقے سے انجام دینا ہوتا ہے۔ اساتذہ کی ہرگز یہ کوشش نہیں ہوتی کہ والدین کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ادارہ خواہ وہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو بچے کی تعلیم و تربیت کو پوری کامیابی سے تنہا انجام نہیں دے سکتا، جب تک والدین کا تعاون حاصل نہ ہو۔

بچے کی شخصیت بنانے میں والدین جتنی زیادہ مدد کرتے ہیں اتنی ہی مدد اسکول اور استاد بھی کرتا ہے تاکہ بچہ حقیقی معنوں میں اچھا انسان بن سکے۔ لہٰذا والدین اور اساتذہ کے مابین ملاقات اور باہمی ہم آہنگی کا ہونا بہت ضروری ہے۔

2۔ دینی تربیت

سوال 29: کیا بچے کی تربیت پر والدین کے اخلاق و عادات اثر انداز ہوتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! بچے کی تربیت پر والدین کے اخلاق و عادات بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں کیونکہ بچے کی تربیت میں سب سے اہم کردار والدین ادا کرتے ہیں۔ والدین ہی بہترین تربیت کر کے بچے کو کامیاب اور بااخلاق انسان بناتے ہیں یا غلط تربیت کر کے یا تربیت سے غفلت کے مرتکب ہو کر اس کی کج روی کا سبب بنتے ہیں۔

امام غزالی اسی نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالصِّبْيَانُ أَمَانَةٌ عِنْدَ وَالِدَيْهِ، وَقَلْبُهُ الطَّاهِرُ جَوْهَرَةٌ نَفِيسَةٌ سَاذَجَةٌ خَالِيَةٌ عَنْ كُلِّ نَقْشٍ وَصُورَةٍ، وَهُوَ قَابِلٌ لِكُلِّ مَا نُقِشَ، وَمَائِلٌ إِلٰى كُلِّ مَا يُمَالُ بِهِ إِلَيْهِ، فَإِنْ عُوِّدَ الْخَيْرَ وَعُلِّمَهُ نَشَأَ عَلَيْهِ وَسَعِدَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَشَارَكَهُ فِي ثَوَابِهِ أَبَوَاهُ وَكُلُّ مُعَلِّمٍ لَهُ وَمُؤَدِّبٍ، وَإِنْ عُوِّدَ الشَّرَّ وَأُهْمِلَ إِهْمَالَ الْبَهَائِمِ شَقِيَ وَهَلَکَ، وَكَانَ الْوِزْرُ فِي رَقَبَةِ الْقَيِّمِ عَلَيْهِ وَالْوَلِيِّ لَهُ، وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾[1]. [2]

(۱) التحريم، ٦:٦٦

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۳: ٧٢

بچہ والدین کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اس کا دل ایک عمدہ، صاف اور سادہ آئینہ کی مانند ہے جو بالفعل اگرچہ ہر قسم کے نقش وصورت سے خالی ہے لیکن ہر طرح کے نقش و اثر کو فوری قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔اُسے جس چیز کی طرف چاہیں مائل کیا جا سکتا ہے۔ اگر اس میں اچھی عادتیں پیدا کی جائیں اور اسے علم نافع پڑھایا جائے تو وہ عمدہ نشو ونما پا کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ یہ ایک ایسا کارِ خیر ہے جس میں اس کے والدین، استاد اور مربی وغیرہ سب حصہ دار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُس کی بری عادتوں سے صرفِ نظر کیا جائے اور اسے جانوروں کی طرح کھلا چھوڑا جائے تو وہ بد اخلاق ہو کر تباہ ہو جاتا ہے جس کا وبال اس کے ولی اور سرپرست کی گردن پر پڑتا ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اَہل و عیال کو آگ سے بچاؤ'۔

لہٰذا والدین بچوں کی اچھی تربیت کر کے اور انہیں اچھے آداب وتہذیب سکھا کر برائی سے بچا سکتے ہیں۔ اگر بچے کو والدین کی توجہ ونگہداشت، ان کی سرپرستی و راہنمائی حاصل نہ ہو تو بچے کا بگڑ جانا یقینی بات ہے، ایسا بچہ کیونکر نیک اور اچھا انسان بن سکتا ہے۔

اسی طرح اگر والدین کے باہمی تعلقات استوار نہ ہوں، ان میں رنجش اور چپقلش رہے تو ان کے بچے مختلف نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے بچے میں خیر کی بجائے بگاڑ کے جراثیم ہی پیدا ہوں گے۔ والدین کے تعلقات کا اثر

بچے کے ذہن و دماغ پر شعوری اور غیر شعوری دونوں طرح سے ہوتا ہے لہٰذا والدین کی یہ پہلی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنائیں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی خاطر باہمی تلخیوں اور جھگڑوں کو خیر باد کہہ دیں۔

والدین کو تربیتی ذمہ داریوں کی ترغیب حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے بھی ملتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ. (۱)

اپنی اولاد کی عزت افزائی کیا کرو اور اُنہیں اچھے آداب سکھایا کرو۔

لہٰذا والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کو معمولی تصور نہ کریں بلکہ اس سلسلے میں اپنے فرائض خلوص و لگن کے ساتھ سرانجام دیں۔ ان کے اندر اچھے آداب و صفات پروان چڑھائیں، ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جلا بخشیں ان میں کجی اور سطحیت پیدا نہ ہونے دیں۔ ان کے اندر وسعت قلبی، صداقت و دیانت، صبر و استقامت، ایثار و قربانی، ہمدردی و غم گساری، تواضع و انکساری اور مہمان نوازی و فیاضی کی صفات پیدا کریں۔ نیز گالی گلوچ، غیبت، چغل خوری، کذب، خوف، بزدلی جیسے رذائل اخلاق سے بچائیں۔

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأدب، باب برالولد والإحسان إلى البنات، ۲: ۱۲۱۱، رقم: ۳۶۷۱

۲۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۱: ۳۸۹، رقم: ۶۶۵

۳۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۱: ۶۷، رقم: ۱۹۶

سوال 30: بچوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت کیسے پیدا کی جائے؟

جواب: بچوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت پیدا کرنا والدین کا شرعی فریضہ ہے اور یہ حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ.(۱)

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت، حضور نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی محبت اور قرآن کی تلاوت۔

بچوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور اطاعت پیدا کرنے کے لیے درج ذیل مؤثر طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔

1۔ بچوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے احترام، ادب اور عزت و توقیر کی ترغیب دیں۔

2۔ بچوں کو سیرتِ رسول ﷺ کے واقعات سنائے جائیں۔

3۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کے واقعات سنائے جائیں۔

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۵، رقم: ۳۱۱
۲۔ بوصیری، إتحاف الخیرۃ المھرۃ، ۱۰: ۳۸۶، رقم: ۱۰۱۰۱
۳۔ ھندی، کنز العمال، ۱۶: ۱۸۹، رقم: ۴۵۴۰۹

4۔ والدین اپنے بچوں کے دل میں حبِ نبی ﷺ پیدا کرنے کے لیے رات کو سونے سے پہلے یا فارغ اوقات میں حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی سیرت مطہرہ پر لکھی گئی مختلف کتب سے حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و کمالات، حسن و جمال اور اخلاق حسنہ پر مبنی منتخب واقعات و عبارات پڑھ کر سنائیں۔

5۔ والدین بچوں کو درود و سلام پڑھنا سکھائیں اور اس کے اجر و ثواب کی اہمیت کو اُجاگر کریں۔

6۔ بچوں کو بتائیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو 'صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کہا جائے۔

7۔ والدین زیادہ سے زیادہ ایسی محافل کا انعقاد کریں جن میں تذکارِ سیرت و رسالت ہوں۔

8۔ نعت کی سماعت حضور نبی اکرم ﷺ سے فروغ محبت کا بڑا پُر اثر ذریعہ ہے چنانچہ بچوں کو نعتیں سماعت کرنے اور پڑھنے کی ترغیب دی جائے اور ایسی محافل نعت کا انعقاد کیا جائے جن میں بچوں کو بھی نعت پڑھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

9۔ مائیں گھروں میں بچوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کے پسندیدہ کھانوں کی پیار بھرے انداز میں ترغیب دیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے کھانے خود کھا کر ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

والدین جب بچوں میں اوائل عمری سے ہی حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یک گونہ ذہنی و جذباتی وابستگی پیدا کرنے کے لیے انہیں اس طرح کا ماحول دیں

گے تو باشعور ہونے تک ان کے قلوب و اذہان میں حضور ﷺ کی محبت، تعظیم و توقیر اور اطاعت و اتباع کے پہلو راسخ ہو چکے ہوں گے۔

سوال 31: بچہ جب بولنے لگے تو اسے سب سے پہلے کون سا کلمہ سکھانا چاہیے؟

جواب: والدین کا فرض ہے کہ جب بچے میں قوت گویائی آ جائے اور زبان سے کلمات ادا کرنے لگے تو سب سے پہلے اسے کلمہ طیبہ سکھائیں اور اس کے ننھے منھے دماغ میں اس کا مطلب بھی راسخ کر دیں کہ کلمہ ہی اسلام کی بنیاد ہے۔

احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تلقین فرمائی کہ بچہ جب بولنے لگے تو اسے کلمہ طیبہ سکھایا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ. (۱)

بچہ جب بولنا سیکھنے لگے تو اُسے سب سے پہلے **لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ** یاد کرواؤ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ، فَعَلِّمُوْهُمْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا. (۲)

---

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الايمان، ۶: ۳۹۸، رقم: ۸۶۴۹

۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۷۱، رقم: ۲۰۷

(۲) ابن السني، عمل اليوم والليلة، ۱: ۳۷۳، رقم: ۴۲۳

جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ سکھاؤ پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو (یعنی شروع میں جب عقیدہ ٹھیک کر دیا اور اسلام کا عقیدہ اس کو سکھا دیا تو اب کوئی ڈر نہیں۔ ایمان کی پختگی اسے ایمان ہی پر زندہ رہنے دے گی اور اسی پر ان شاء اللہ اس کی موت آئے گی)۔"

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَفْصَحَ الْغُلَامُ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمَطَّلِبِ عَلَّمَهُ هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْرًا٥﴾[1] [2].

حضور نبی اکرم ﷺ (کا یہ طریقہ تھا کہ) جب عبدالمطلب کی اولاد میں سے کوئی بچہ بولنے لگتا تھا تو اسے یہ آیت سکھاتے تھے: 'اور فرمائیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ تو (اپنے لیے) کوئی بیٹا بنایا اور نہ ہی (اس کی) سلطنت و فرمانروائی میں کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کے باعث اس کا کوئی مدد گار ہے (اے حبیب!) آپ اسی کو بزرگ تر جان کر اس کی خوب بڑائی (بیان) کرتے رہیے۔'

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۱۱

(۲) ۱۔ ابن السني، عمل اليوم والليلة، ۱: ۳۷۴، رقم: ۴۲۴
۲۔ قرطبی، الجامع الأحکام القرآن، ۱۰: ۳۴۵
۳۔ زمخشری، الکشاف، ۲: ۶۵۶
۴۔ بیضاوی، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، ۱: ۴۷۳

اِس آیت میں خالصتاً توحید کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں جو عقائد ہونے چاہئیں وہ بیان کیے گئے ہیں۔ لہٰذا بچے کو بالکل شروع سے کلمہ طیبہ کے ساتھ اس آیت کی تعلیم دینا اسی لیے ہے کہ کوئی بھی مسلمان بچہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلقہ عقائد سے جاہل و غافل نہ رہے اور موت آنے تک صحیح مسلمان بنا رہے۔

سوال 32: ماں بچوں کو وضو کرنے کا طریقہ کیسے سکھائے؟

جواب: ماں جب نماز کے لیے وضو کرنے لگے تو بچوں کو پاس کھڑا کرے۔ پھر اُن کے سامنے وضو کر کے انہیں بتائے کہ وضو اس طرح کرتے ہیں کیونکہ عملی صورت میں بچے جلدی سیکھ سکتے ہیں۔ وضو کا مسنون طریقہ درج ذیل ہے:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے وضو کا پانی طلب فرمایا۔ میں نے وضو کا پانی لا کر حاضر خدمت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو فرمانا شروع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا۔ اس کے بعد تین مرتبہ کلی فرمائی اور تین دفعہ ناک صاف فرمائی بعد ازاں آپ نے منہ کو تین دفعہ دھویا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں ہاتھ کو اسی طرح دھویا پھر آپ نے اپنے سر مبارک پر ایک دفعہ مسح فرمایا۔ اس کے بعد دائیں پاؤں کو ٹخنوں تک تین دفعہ دھویا پھر ایسے ہی بائیں پاؤں کو دھویا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دوبارہ پانی لانے کا حکم صادر فرمایا۔ میں نے برتن جس میں وضو کا بچا ہوا پانی تھا، حاضر

خدمت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھڑے کھڑے اس سے پانی پی لیا۔ میں حیران ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: حیران نہ ہو کیونکہ میں نے آپ کے نانا جان کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے آپ مجھے کرتا دیکھ رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اسی طرح وضو فرماتے اور آپ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیتے تھے۔[1]

سوال 33: بچوں کی قرآنی تعلیم کا آغاز کب کیا جائے؟

جواب: اگرچہ ماحول، علاقہ، خاندان اور صحت کے اعتبار سے بچے مختلف عمر میں قرآنی تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ بچہ جب تین سال کا ہو جائے تو اس کی قرآنی تعلیم کا آغاز ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ اس عمر میں بچہ بہت حد تک ہر چیز کی سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔ صاف آواز میں جملے بول سکتا ہے۔ اسی عمر میں ہی بچے کی قرآنی تعلیم و تربیت کا بہترین موقع ہوتا ہے۔ کیونکہ صاف شفاف کپڑے کی طرح بچے کا ذہن خالی ہوتا ہے۔ صاف کپڑا ہر رنگ کو قبول کرتا ہے۔ جبکہ رنگین کپڑے کو رنگنا دشوار ہوتا ہے۔ یہی کیفیت بچوں کی تعلیم و تربیت کی ہے۔ جب آغاز سے ہی بچے کو قرآن کی تعلیم دی جائے گی تو اس کے دل میں قرآن حکیم کا ادب، اس کو سیکھنے اور پڑھنے کا شوق پیدا ہو گا۔ قرآن کی تعلیم سے اس کے سینے میں نور پیدا ہو گا۔ دل میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوں گی۔ اس صورت

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء، ۱: ۶۹، رقم: ۹۵
۲۔ نسائي، السنن الکبری، ۱: ۸۴، رقم: ۱۰۰
۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۲: ۵۱، رقم: ۴۳۱

میں وہ بڑا ہو کر ایک بہترین انسان بن کر اپنی زندگی احسن اور مثالی انداز میں گزارے گا۔

امام غزالی احیاء علوم الدین میں بچوں کی تعلیم کے متعلق فرماتے ہیں:

بچے کو قرآن حکیم، احادیث نبویہ، نیک بچوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔[1]

سوال 34: بچوں کو کون سی سورتیں اور ماثورہ دعائیں سکھائی جائیں؟

جواب: بچوں کی عمر اور ذہنی معیار کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں اِس عمر میں درج ذیل سورتیں اور ماثورہ دعائیں ضرور سکھائی جائیں:

سورۃ الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○[2]

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے○ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے○ روزِ جزا کا مالک ہے○ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں○ ہمیں سیدھا راستہ دکھا○ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام

(۱) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۷۹
(۲) الفاتحة، ۱: ۲–۷

فرمایاo ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کاo

سورۃ الکوثر

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَo فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانۡحَرۡo اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُo(۱)

بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہےo پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)o بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشاں ہوگاo

سورۃ الاخلاص

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡo وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo(۲)

(اے نبی مکرّم!) آپ فرما دیجیے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہےo اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہےo نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہےo اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہےo

---

(۱) الکوثر، ۱۰۸: ۱-۳

(۲) الإخلاص، ۱۱۲: ۱-۴

پہلا کلمہ طیب

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

دوسرا کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

درودِ پاک

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

اے اللہ! ہمارے سردار اور ہمارے آقا محمد ﷺ، آپ ﷺ کی آل علیہم السلام اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر رحمتیں، برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔

سوال 35: بچوں کو دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی تلقین کیوں کرنی چاہیے؟

جواب: حضور نبی اکرم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو نہ صرف پسند فرمایا بلکہ اس کا حکم بھی دیا ہے اس لیے بچوں کو کھانے، پینے، لکھنے، کوئی چیز لینے اور بھلائی کے ہر کام میں دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ حتی الامکان اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنے کو پسند فرماتے طہارت (وضو)، کنگھی کرنے اور جوتے پہننے میں بھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَحِبُّ التَّيَمُّنَ، يَأْخُذُ بِيَمِيْنِهِ، وَيُعْطِي بِيَمِيْنِهِ، وَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي جَمِيْعِ أَمْرِهِ.(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ دائیں ہاتھ کے استعمال کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑتے اور دائیں ہاتھ کے ساتھ دیتے اور آپ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب اللباس، باب يبدأ بالفعل اليمنى، ۵: ۲۲۰۰، رقم: ۵۵۱۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، ۱: ۲۲۶، رقم: ۲۶۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۴۷، رقم: ۲۵۱۸۷

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب اللباس، باب في الانتعال، ۴: ۷۰، رقم: ۴۱۴۰

۵۔ ترمذي، السنن، كتاب الصلاة، باب ما يستحب من التيمن فى الطهور، ۲: ۵۰۶، رقم: ۶۰۸

(۲) نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۴۱۱، رقم: ۹۳۲۱

ﷺ اپنے تمام کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال ہی پسند فرماتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ. (١)

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے، جب تم میں سے کوئی شخص پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

سو معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر کام میں دائیں ہاتھ کا استعمال فرماتے تھے۔ یہی آپ ﷺ کی سنت اور یہی آپ کا حکم ہے، لہٰذا بچوں کو بھی دائیں ہاتھ کے استعمال کی ترغیب دینی چاہیے اور اس بات کا پابند بنانا چاہیے کہ روزمرہ کے کاموں اور معاملات میں اپنے دائیں ہاتھ کا استعمال کریں۔

---

(١) ١۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ٣: ١٥٩٨، رقم: ٢٠٢٠

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ٨، رقم: ٤٥٣٧

٣۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ٣: ٣٤٩، رقم: ٣٧٧٦

٤۔ ترمذي، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في النهي عن الأكل والشرب بالشمال، ٤: ٢٥٧، رقم: ١٧٩٩

٥۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ٢: ١٠٨٧، رقم: ٣٢٦٦

سوال 36: بچوں کو پانی پینے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو پانی پینے کے درج ذیل آداب سکھائے جائیں:

1۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا غُـلَامُ، سَمِّ اللهَ. (۱)

آپ ﷺ نے (مجھے کھانے کے آداب سمجھاتے ہوئے) فرمایا: بیٹے! (پہلے) بسم اللہ پڑھو۔

2۔ پانی دائیں ہاتھ سے پینا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، ۵:۲۰۵۶، رقم: ۵۰۶۱-۵۰۶۳
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ۳:۱۵۹۹، رقم:۲۰۲۲
۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ۲:۱۰۸۷، رقم:۳۲۶۷
۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۴:۱۷۵، رقم:۶۷۵۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ۳: ۱۵۹۸، رقم: ۲۰۲۰
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۸، رقم: ۴۵۳۷

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے، جب تم میں سے کوئی شخص پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے۔

3۔ پانی بیٹھ کر پینا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا. (١)

حضور نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

4۔ پانی تین سانسوں میں پینا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا. (٢)

.... ٣ـ أبو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ٣: ٣٤٩، رقم: ٣٧٧٦

(١) ١ـ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما، ٣: ١٦٠٠، رقم: ٢٠٢٤

٢ـ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ١١٨، رقم: ١٢٢٠٦

٣ـ أبو داؤد، السنن، كتاب الأشربة، باب في الشرب قائما، ٣: ٣٣٦، رقم: ٣٧١٧

٤ـ ترمذى، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في النهي عن الشرب قائما، ٤: ٣٠٠، رقم: ١٨٧٩

٥ـ طبرانى، المعجم الكبير، ٢: ٢٦٧، رقم: ٢١٢٤

(٢) ١ـ بخاري، الصحيح، كتاب الأشربة، باب الشرب بنفسين أو ثلاثة، ٥: ٢١٣٣، رقم: ٥٣٠٨

حضور نبی اکرم ﷺ پیتے وقت (برتن سے باہر) تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنَى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ. (١)

اونٹ کی طرح ایک ہی سانس سے نہ پیو بلکہ دو یا تین مرتبہ (سانس لے کر) پیو۔ پانی پیتے وقت بسم اللہ پڑھو اور فراغت پر الحمد للہ کہو۔

5- پانی میں پھونک نہیں مارنی چاہیے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ النَّفْخِ فِي الشُّرْبِ. فَقَالَ رَجُلٌ: الْقَذَاةُ أَرَاهَا فِي الْإِنَاءِ؟ قَالَ أَهْرِقْهَا. (٢)

.... ٢- مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب كراهة النفس في نفس الإناء واستحباب التنفس ثلاثا خارج الإناء، ٣: ١٦٠٢، رقم: ٢٠٢٨

٣- ترمذی، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء، ٤: ٣٠٢، رقم: ١٨٨٤

٤- ابن ماجه، السنن، كتاب الأشربة، باب الشرب بثلاثة أنفاس، ٢: ١١٣١، رقم: ٣٤١٦

(١) ترمذی، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء، ٤: ٣٠٢، رقم: ١٨٨٥

(٢) ترمذی، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في كراهية النفخ في الشراب، ٤: ٣٠٣، رقم: ١٨٨٧

حضور نبی اکرم ﷺ نے پانی میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ ایک آدمی نے عرض کیا: اگر برتن میں تنکا وغیرہ دیکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے گرا دو۔

6۔ پانی پینے کے دوران پانی میں سانس نہیں لینا چاہیے بلکہ برتن کو دور کر کے سانس لینا چاہیے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ.(1)

جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

7۔ پانی پینے کے بعد الحمد للہ کہنا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(1) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأشربة، باب النهي عن التنفس في الإناء، ۵: ۲۱۳۳، رقم: ۵۳۰۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب كراهة التنفس في نفس الإناء واستحباب التنفس ثلاثا خارج الإناء، ۳: ۱۶۰۲، رقم: ۲۶۷

۳۔ أحمد بن حنبل المسند، ۴: ۳۸۳، رقم: ۱۹۴۳۸

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الأشربة، باب ما جاء في كراهية التنفس في الإناء، ۴: ۳۰۴، رقم: ۱۸۸۹

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأشربة، باب التنفس في الإناء، ۲: ۱۱۳۳، رقم: ۳۴۲۷

وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ، وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ.[1]

پانی پیتے وقت بسم اللہ پڑھو اور فراغت پر الحمد للہ کہو۔

سوال 37: بچوں کو کھانا کھانے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: بچے کی شخصیت کی تعمیر میں کھانے پینے کی ابتدائی تربیت کا بڑا عمل دخل ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ بچوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق کھانے پینے کے آداب سے روشناس کروائیں۔ کھانا کھانے کے دوران بچہ اگر ناشائستہ طریقہ اختیار کرے تو اسے نہایت محبت اور پیار سے سمجھائیں۔

بچوں کو کھانا کھانے کے درج ذیل آداب سکھائے جائیں:

1۔ کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھوئے جائیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ.[2]

---

(۱) ترمذی، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء، ۴:۳۰۲، رقم: ۱۸۸۵

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۴۱، رقم: ۲۳۷۸۳
۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب في غسل اليد قبل الطعام، ۳:۳۴۵، رقم: ۳۷۶۱
۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الأطعمة ، باب ما جاء فى الوضوء قبل الطعام، ۴: ۲۸۱، رقم: ۱۸۴۶
۴۔ بزار، المسند، ۶: ۴۸۶، رقم: ۲۵۱۹

'کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔'

2۔ ہاتھ دھونے کے بعد کپڑے سے خشک نہ کیے جائیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

ولا يمسح يده قبل الطعام بالمنديل ليكون أثر الغسل باقيًا وقت الأكل. (١)

کھانے سے پہلے دھوئے ہاتھ کسی کپڑے سے خشک مت کرو تاکہ ہاتھوں کی صفائی کھانے کے دوران قائم رہ سکے۔

3۔ دو زانو یا چار زانو بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ تَمْرًا وَهُوَ مُقْعٍ. (٢)

حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایک کام بھیجا۔ جب میں واپس حاضر بارگاہ ہوا تو میں نے آپ کو حالتِ اقعاء میں (دو زانو بیٹھ کر) کھجوریں کھاتے ہوئے پایا۔

4۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا جائے۔

---

(١) الفتاوى الهندية، ١٦: ٣٢

(٢) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ١٨٠، رقم: ١٢٨٨٣

٢۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في الأكل متكئاً، ٣: ٣٤٨، رقم: ٣٧٧١

5۔ دائیں ہاتھ سے کھایا جائے۔

6۔ اپنے سامنے سے کھانا کھایا جائے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنْتُ غُلَامًا فِي حُجْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ. فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ. (۱)

میں لڑکپن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے زیر کفالت تھا (آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چلتا رہتا تھا۔ (ایک مرتبہ جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دسترخواں پر بیٹھا تھا) تو آپ ﷺ نے (مجھے سمجھاتے ہوئے) فرمایا: بیٹے! (پہلے) بسم اللہ پڑھو، پھر دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ اس کے بعد ہمیشہ میں اسی طریقہ سے کھاتا ہوں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، ۵:۲۰۵۶، رقم:۵۰۶۱-۵۰۶۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ۳:۱۵۹۹، رقم:۲۰۲۲

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ۲:۱۰۸۷، رقم:۳۲۶۷

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۴:۱۷۵، رقم:۶۷۵۹

۵۔ بیهقی، السنن الکبری، ۷:۲۷۷، رقم:۱۴۳۸۹

7۔ کھانا کھانے کے دوران ٹیک لگانے سے اجتناب کیا جائے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا.(۱)

میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

8۔ کھڑے ہو کر کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا.

حضور نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں: ہم نے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ تو فرمایا:

ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأطعمة، باب ما جاء في كراهية الأكل متكئا، ۴: ۲۷۳، رقم: ۱۸۳۰
۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۴: ۱۷۱، رقم: ۶۷۴۲
۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۴۹، رقم: ۱۳۱۰۳
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۱۴۰، رقم: ۲۴۵۲۱
۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۸۴، رقم: ۶۹۲۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب كراهية الشرب قائما، ۳: ۱۶۰۰، رقم: ۲۰۲۴
←

یہ زیادہ برا اور خراب ہے۔

9۔ کھانے پینے میں اسراف نہ کیا جائے۔

اس کی ممانعت کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝ (۱)

کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ بے شک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

سوال 38: بچوں کو سونے کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بچوں کو درج ذیل سونے کے آداب سکھائے جائیں۔

1۔ بستر پر لیٹنے سے قبل اس کو اچھی طرح جھاڑ لیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهٖ، فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهٗ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الأشربة، باب ما جاء في النهي عن الشرب قائما، ۴: ۳۰۰، رقم: ۱۸۷۹

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۱، رقم: ۱۲۳۶۰

(۱) الأعراف، ۷: ۳۱

بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَکَ الصَّالِحِيْنَ. (۱)

جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے بستر کو اپنی ازار کے اگلے زائد حصے سے صاف کرے کیونکہ اسے کیا معلوم کہ اس کے بعد کیا چیز اندر آ گئی۔ پھر کہے: اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ میں اپنا پہلو بستر سے لگاتا ہوں اور تیری عنایت سے اُٹھاتا ہوں۔ اگر تو میری روح قبض فرمائے تو اس پر رحم کرنا اور اس کی حفاظت فرمانا جیسے تو نے نیک بندوں کی حفاظت فرمائی۔

2۔ دائیں کروٹ پر دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر سویا جائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا أَوٰی إِلٰی فِرَاشِهٖ نَامَ عَلٰی شِقِّهِ الْأَيْمَنِ. (۲)

حضور نبی اکرم ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ پر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب التعوذ والقراءة عند النوم، ۵: ۲۳۲۹، رقم: ۵۹۶۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ۴: ۲۰۸۴، رقم: ۲۷۱۴

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۸۳، رقم: ۷۷۹۸

۴۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم، ۴: ۳۱۱، رقم: ۵۰۵۰

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب النوم علی الشق الأیمن، ۵: ۲۳۲۷، رقم: ۵۹۵۶

سوتے تھے۔

3۔ سونے سے قبل مسنون دعائیں پڑھی جائیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ، وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ رات کے وقت جب خواب گاہ میں جاتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے پھر کہتے: اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔

4۔ سورۂ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکیں اور پھر دونوں ہاتھ پورے جسم پر مل لیں۔ یہ عمل تین مرتبہ کیا جائے۔ یہ سورتیں اگر بچے کو یاد ہوں تو وہ خود پڑھے بصورت دیگر بچے کی ماں پڑھ کر اس پر پھونکے اور اسے یاد کروائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ، جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا، فَقَرَأَ فِيهِمَا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ. ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَأُ

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الیمنی، ۵: ۲۳۲۷، رقم: ۵۹۵۵

بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهٖ وَوَجْهِهٖ، وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.(1)

حضور نبی اکرم ﷺ اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان پر سورۂ اخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کرتے، پھر انہیں اپنے سارے جسم اطہر پر پھیرتے جہاں تک ہو سکتا۔ آپ اپنے سر اقدس اور چہرۂ مبارک سے ابتدا فرماتے اور جسم انور کے سامنے کے حصے پر غرض تین مرتبہ ایسا ہی کرتے۔

سوال 39: بچوں کو چھینک اور جمائی کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو چھینک اور جمائی کے آداب سکھائے جائیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اس کے بارے میں دین کے احکامات کیا ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ

(1) ١ـ بخاري، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، ٤: ١٩١٦، رقم: ٤٧٢٩

٢ـ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما جاء فيمن يقرأ القرآن عند المنام، ٥: ٤٧٣، رقم: ٣٤٠٢

٣ـ نسائي، السنن الكبرى، ٦: ١٩٧، رقم: ١٠٦٢٤

٤ـ طبراني، المعجم الاوسط، ٥: ٢٠١، رقم: ٥٠٧٩

الشَّيُطَانِ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِذَا قَالَ: هَا ضَحِکَ مِنْهُ الشَّيُطَانُ.(۱)

بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پس جب کسی کو چھینک آئے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ جو اسے سنے تو یَرْحَمُکَ الله کہے۔ جمائی شیطان کی طرف سے ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے اسے روکنا چاہیے، کیونکہ جمائی لینے والا جب 'ہا' کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلِ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُکَ اللهُ. فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُکَ اللهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب ما يستحب من عطاس وما يكره من التثاؤب، ۵: ۲۲۹۷، رقم: ۵۸۶۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۶۵، رقم: ۷۵۹۸

۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء في التثاؤب، ۴: ۳۰۶، رقم: ۵۰۲۸

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الأدب، باب ماجاء إن الله يحب العطاس ويكره التثاؤب، ۵: ۸۷، رقم: ۲۷۴۷

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الأدب، باب إذا عطس كيف يشمت، ۵: ۲۲۹۸، رقم: ۵۸۷۰

جب تم میں سے کوئی شخص چھینکے تو ﴿اَلحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ کہے، اور اس کا بھائی یا دوست (جو بھی سنے) وہ جواباً ﴿یَرْحَمُکَ اللّٰہُ﴾ کہے۔ جب اس کا بھائی ﴿یَرْحَمُکَ اللّٰہُ﴾ کہے تو پھر وہ کہے: ﴿یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ﴾ ’اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حالات کو سنوارے۔‘

سوال 40: بچوں کو قضائے حاجت کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو قضائے حاجت کے درج ذیل آداب سکھائے جائیں:

1۔ قضائے حاجت کے وقت اپنے آپ کو چھپایا جائے اور اپنے ستر کی حفاظت کی جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتّٰى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.[1]

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء في تشميت العاطس، ۴: ۳۰۷، رقم: ۵۰۳۳

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء كيف تشميت العاطس، ۵: ۸۳، رقم: ۲۷۴۱

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب تشميت العاطس، ۲: ۱۲۲۴، رقم: ۳۷۱۵

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب كيف التكشف عند الحاجة، ۱: ۴، رقم: ۱۴

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الاستتار عند الحاجة، ۱: ۲۱، رقم: ۱۴

حضور نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے نزدیک نہ ہو جاتے اُس وقت تک کپڑا نہ اُٹھاتے۔

2۔ قضائے حاجت کے دوران باتیں نہ کی جائیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَانِ عَوْرَتَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ، فَإِنَّ اللهَ عزوجل يَمْقُتُ عَلٰى ذٰلِكَ.[1]

جو دو آدمی قضائے حاجت کے لیے نکلیں اور اپنے ستر کھول کر آپس میں گفتگو کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات سے ناراض ہوتا ہے۔

3۔ راستے میں، سائے کے نیچے اور لوگوں کے جمع ہونے کی کسی جگہ پر قضائے حاجت نہ کی جائے۔

.... ٣۔ دارمي، السنن، كتاب الطهارة، باب حدثنا عمرو بن عون، ١: ١٧٨، رقم: ٦٦٦

٤۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ١: ١٠١، رقم: ١١٣٩

٥۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٥: ٢١٣، رقم: ٥١١٨

(١) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٣٦، رقم: ١١٣٢٨

٢۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب كراهية الكلام عند الحاجة، ١: ٤، رقم: ١٥

٣۔ ابن خزيمة، الصحيح، ١: ٣٩، رقم: ٧١

٤۔ حاكم، المستدرك، ١: ٢٦٠، رقم: ٥٦٠

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لعنت کرنے والوں سے بچو۔ صحابہ کرام ﷡ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لعنت کرنے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِي يَتَخَلّٰی فِي طَرِيْقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ. (۱)

جو شخص لوگوں کے راستہ یا ان کے سائے کی جگہ میں قضاء حاجت کرے (یعنی یہ فعل لعنت ملامت کا سبب بنے گا)۔

4۔ ساکن (ٹھہرے ہوئے) پانی میں پیشاب نہ کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ. (۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب النهي عن التخلي في الطرق والظلال، ۱: ۲۲۶، رقم: ۲۶۹

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۲، رقم: ۸۸۴۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الوضوء، باب البول فی الماء الدائم، ۱: ۹۴، رقم: ۲۳۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب النهي عن البول فی الماء الراكد، ۱: ۲۳۵، رقم: ۲۸۲

۳۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب البول في الماء الراكد، ۱: ۱۸، رقم: ۶۹

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب الطهارة، باب ما جاء فی كراهية البول فی الماء الراكد، ۱: ۱۰۰، رقم: ۶۸

۵۔ نسائی، السنن الكبری، ۱: ۷۵، رقم: ۵۵

تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (یعنی ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے۔

5۔ قبلہ رخ ہو کر پیشاب نہ کیا جائے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ، فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا. (1)

جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلے کی طرف منہ نہ کرو اور نہ پیٹھ کرو۔

6۔ بائیں ہاتھ سے استنجاء کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا أَتٰى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ، فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرُهَا، وَلَا يَسْتَطِبُ بِيَمِينِهٖ. (2)

---

(1) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الصلاة، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق ليس في المشرق ولا في المغرب، ۱:۱۵۴، رقم: ۳۸۶
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب الاستطابة، ۱:۲۲۴، رقم: ۲۶۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۴۷، رقم: ۷۳۶۲
۴۔ ترمذی، السنن، كتاب الطهارة، باب فى النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول، ۱:۱۳، رقم: ۸

(2) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، ۱:۳، رقم: ۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الطهارة وسننها، باب كراهية مس الذكر باليمين والاستنجاء باليمين، ۱:۱۱۳، رقم: ۳۱۲
۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۴:۲۸۸، رقم: ۱۴۴۰

جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ نہ کرے اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرے۔

7۔ پیشاب کے چھینٹوں سے کپڑوں کو بچایا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِقَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ. أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ. ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں (قبر والوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی کبیرہ گناہ کے باعث عذاب نہیں ہو رہا۔ بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب الجريد على القبر، ۱: ۴۵۸، رقم: ۱۲۹۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، ۱: ۲۴۱، رقم: ۲۹۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۲۵، رقم: ۱۹۸۰

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب الاستبراء من البول، ۱: ۶، رقم: ۲۰

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الطهارة وسننها، باب التشديد في البول، ۱: ۱۲۵، رقم: ۳۴۷

سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا بہت چغلیاں کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو حصے کر کے ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی تو ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے گی۔

8۔ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو اچھی طرح دھو کر پاک کیا جائے۔

سوال 41: بچوں کو مجلس کے کون سے آداب سکھائے جائیں؟

جواب: بچوں کو آدابِ مجلس سے روشناس کروانا والدین کا فرض ہے تا کہ ان کے بچے جس مجلس میں بھی جائیں وہاں ادب کا مظاہرہ کریں نہ کہ نادانی کی وجہ سے مجلس میں کسی نازیبا حرکت کے مرتکب ہوں۔

بچوں کو درج ذیل آدابِ مجلس سکھائے جائیں:

1۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں، تاخیر سے پہنچ کر لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کی جائے۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي.(1)

---

(1) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٥:٩٨، رقم: ٢٠٩٦٧

٢۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في التحلق، ٤:٢٥٨، رقم: ٤٨٢٥

←

جب ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو جہاں مجلس ختم ہو رہی ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔

2۔ جب کسی مجلس میں دو آدمی بیٹھے ہوں تو بلا اجازت ان کے درمیان حائل نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا. (۱)

دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔

3۔ مجلس سے کسی شخص کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنَّهُ نَهٰى أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ آخَرُ، وَلٰكِنْ

.... ۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الاستئذان، باب (۹)، ۵:۷۳، رقم: ۲۷۲۵

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۳۴۵، رقم: ۶۴۳۳

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرجل یجلس بین الرجلین بغیر إذ نهما، ۴: ۲۶۲، رقم: ۴۸۴۴

۲۔ خطیب البغدادي، الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع، ۱:۱۷۸، رقم: ۲۷۲

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۲۶، رقم: ۴۶۴۹

تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کو اُٹھا کر اُس کی جگہ پر بیٹھے، بلکہ کھل جایا کرو اور اپنی مجالس میں کشادگی پیدا کیا کرو۔

سوال 42: بچوں کو بڑوں کا ادب کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچوں کو بڑوں کا ادب سکھانے اور خوش گفتار بنانے کے لیے ہمیشہ ان سے ادب سے بات کی جائے۔ اپنا لہجہ نرم رکھا جائے تا کہ وہ بھی بڑوں کے ساتھ ادب کا مظاہرہ کریں۔ کیونکہ والدین جس طرح بولیں گے بچہ بھی بالکل اسی طرح بولنا سیکھے گا۔ یہ حقیقت ہے کہ گھر میں جس طرح بچے کو مخاطب کر کے بات کی جائے گی وہی انداز بچے کی عادت میں شامل ہو جائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ گھر میں ''تو'' اور ''تم'' کے الفاظ سے بچے کو مخاطب کیا جائے اور بچے سے یہ توقع رکھی جائے کہ وہ بڑوں کے ساتھ یا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے تم اور تو کی بجائے ''آپ'' کے لفظ سے مخاطب ہو۔ اس لیے والدین کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ

(۱) ا۔ بخاري، الصحيح، كتاب الاستئذان، باب ﴿إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انْشِزُوا فَانْشِزُوا﴾ (المجادلة، ۵۸: ۱۱) ۵: ۲۳۱۳، رقم: ۵۹۱۵

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه المباح الذي سبق إليه، ۴: ۱۷۱۴، رقم: ۲۱۷۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶-۱۷، رقم: ۴۶۵۹

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۴۴، رقم: ۵۸۶

خود بھی اور گھر کے باقی افراد کو بھی اس بات کی طرف توجہ دلائیں کہ جب بھی وہ بچے کے ساتھ گفتگو کریں یا کسی دوسرے سے مخاطب ہوں تو ہمیشہ ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ''آپ'' کا لفظ استعمال کریں۔

بچوں کی تربیت میں بڑوں کا ادب و احترام کرنے کی تعلیم کا خصوصی خیال رکھا جائے۔ اُنہیں سکھایا جائے کہ جب وہ بڑوں کے ساتھ چلیں تو ان کے آگے نہ چلیں۔ جب وہ بڑوں کے ہمراہ ہوں تو بڑوں سے پہلے گھر میں داخل نہ ہوں۔ بڑوں سے مراد صرف گھر کے بڑے افراد اور والدین نہیں بلکہ اس میں ہر وہ شخص شامل ہے جو عمر میں بچے سے بڑا ہو۔ والدین تو عظیم ہوتے ہیں ان کا احترام کرنا، ان کا ادب کرنا اور ان کا حکم ماننا تو بچوں کا فرض ہوتا ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی بھی بڑا بزرگ ہو اس کا بھی ادب و احترام بچوں کو کرنا چاہیے۔ سکول میں اکثر معمر افراد ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔ ہمسایوں میں ایسے افراد رہتے ہیں ان کے ساتھ بھی اخلاق اور ادب و احترام سے پیش آنا چاہیے۔ کوئی بھی بڑا بزرگ ہو اس کے ساتھ بچوں کو ادب اور تعظیم سے پیش آنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بڑوں کے ساتھ ادب، عزت اور تعظیم سے پیش آنے کی تلقین فرمائی ہے اور بڑوں کا یہ حق قرار دیا کہ بچے اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا احترام کریں اور ان کے مرتبے کا خیال رکھیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا.[1]

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۰۷، رقم: ۶۹۳۷

—

جو ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بزرگوں کی عزت و تکریم کو اجلالِ الٰہی کا حصہ قرار دیا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ. (۱)

عمر رسیدہ مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم کا ایک حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهٖ إِلَّا قَيَّضَ اللهُ لَهٗ مَنْ يُكْرِمُهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ. (۲)

.... ۲۔ أبو يعلى، المسند، ٦: ١٩١، رقم: ٣٤٧٦

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٥: ١٠٧، رقم: ٤٨١٢

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، ٤: ٢٦١، رقم: ٤٨٤٣

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٤: ٤٤٠، رقم: ٢١٩٢٢

۳۔ بزار، المسند، ٨: ٧٤، رقم: ٣٠٧٠

۴۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٧: ٢٢، رقم: ٦٧٣٦

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير، ٤: ٣٧٢، رقم: ٢٠٢٢

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٦: ٩٤، رقم: ٥٩٠٣

۳۔ قضاعي، مسند الشهاب، ٢: ٢٠، رقم: ٨٠٢

جو نوجوان کسی عمر رسیدہ شخص کی اُس کی بزرگی کے باعث عزت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اُس کے بڑھاپے میں اُس کی عزت کرتا ہے۔

سوال 43: غیر محسوس انداز سے بچوں کے اندر کون سی اچھی اور بُری عادات جنم لیتی ہیں؟

جواب: غیر محسوس انداز سے بچوں کے اندر بہت سی اچھی اور بُری عادات جنم لیتی ہیں۔ بچے کے اردگرد کا ماحول اخلاقی لحاظ سے پاکیزہ ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر صحیح عقائد و تصورات، نیک اور صالح سیرت و کردار کے حامل افراد سے بچے کا میل جول ہے تو اُس میں پاکیزہ صفات پروان چڑھتی ہیں جن کا ذہنی و نفسیاتی اثر بچے کی شخصیت پر پڑتا ہے۔

یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بچہ اپنے بڑوں کو سچ بولتے، نماز پڑھتے اور برائی سے بچتے دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں پاکیزہ خیالات آتے ہیں۔ نیک عادات اور حسنِ سلوک کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر بچے کے اردگرد فاسد افکار و عقائد رکھنے والے اور بری عادات و اطوار کے حامل افراد رہتے ہوں تو ماحول کی اخلاقی گراوٹ بچے کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے اندر بُری عادتیں پنپنے لگتی ہیں اور پھر یہ بُری عادات و اطوار نہ صرف اس کے دل و دماغ پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ اسے مہلک روحانی امراض میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

جب بچہ اپنے والدین، بزرگوں اور بڑے بہن بھائیوں کی غلط عادات مثلاً ان کو جھوٹ بولتے، فلموں اور ڈراموں کی باتیں کرتے، ہیجان خیز گانے سنتے اور بچوں کو ڈانس کرتے دیکھ کر خوش ہوتے دیکھتا ہے تو ایسے ماحول میں غیر محسوس انداز سے بچے میں بہت سے خرابیاں جڑ پکڑ لیتی ہیں وہ بہت سی ذہنی اور غیر اخلاقی عادات کا شکار ہو جاتا ہے۔

الغرض والدین، بزرگ اور بڑے بہن بھائی بچے کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بچے میں سیرت کی پاکیزگی تبھی پیدا ہوسکتی ہے جب یہ افراد اپنے قول وفعل پر نگاہ رکھیں اور بچے کو پاکیزہ ماحول فراہم کریں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ وہ کس قسم کی مثال قائم کر رہے ہیں۔

سوال 44: ماں جڑواں بچوں کی تربیت کس طرح بہتر انداز میں کرسکتی ہے؟

جواب: بچے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہیں۔کسی بھی ماں کے لیے بیک وقت جڑواں بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جڑواں بچوں کا رویہ عام بچوں کی نسبت مختلف ہوتا ہے لہٰذا ان کی تربیت میں ماں کو خصوصی توجہ سے کام لینا ہوتا ہے۔ جڑواں بچوں کے رویے میں تبدیلی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں اور ان کا یہ رویہ والدین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں والدین کو مل جل کر بچوں پر یکساں توجہ دینی چاہیے اور کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہیے جس سے ایک بچہ یہ سمجھنے لگے کہ اس کے جڑواں بھائی کو اس پر فوقیت حاصل ہو رہی ہے، اس سے بچوں کے درمیان مقابلے کی فضا قائم ہو جائے گی اور یوں ردعمل کے طور پر کسی ایک بچے کے

رویے میں خرابی کا پیدا ہونا لازم ہے۔ ماں درج ذیل اُمور کا خاص خیال رکھ کر جڑواں بچوں کی تربیت بہتر انداز میں کرسکتی ہے:

1۔ جب جڑواں بچوں میں سے ایک بچہ دوسرے کو زیادہ پریشان کر رہا ہو تو اس کی یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ تنگ کرنے والا بچہ سمجھ رہا ہو کہ ماں اس کو توجہ کم دے رہی ہے اور دوسرے بچے کی طرف داری کر رہی ہے۔ اِس صورت میں ماں کو چاہیے کہ دونوں بچوں کو محبت سے یہ یقین اور احساس دلائے کہ دونوں بچے اس کے لیے یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔

2۔ جڑواں بچوں کو نظم و ضبط کا پابند بنانے کے لیے ماں ایک جیسے اُصول لاگو نہ کرے بلکہ دونوں بچوں کے لیے الگ الگ اُصول اور طریقے اختیار کرے۔

3۔ عموماً جڑواں بچے ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لہٰذا ماں اُن کی ایک دوسرے کے ذریعے تربیت کا اُصول بھی اختیار کرسکتی ہے۔ مثلاً اگر ایک بچہ صبح جلدی بیدار ہوتا ہے لیکن دوسرا دیر تک سوتا ہے تو ماں جلدی اُٹھنے والے کو تاکید کرے کہ وہ اپنے بھائی یا بہن کو بھی صبح جلدی جاگنے کی ترغیب دے۔

4۔ دونوں بچوں کو یہ احساس ذمہ داری دلانا اور انہیں سمجھانا ماں کا فرض ہے کہ ہر بچے کو اپنا کام خود کرنا چاہیے مثلاً ایک بچہ اسکول کا ہوم ورک کر لیتا ہے جبکہ دوسرا اپنا کام کرنے میں سستی کا مظاہرہ کرکے دوسرے سے اپنا کام کروا لیتا ہے تو ماں کو پیار سے سمجھانا چاہیے کہ اپنا کام خود کرنے سے انسان سیکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا کام کر دے تو خود سیکھنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ لہٰذا دوسروں کے برابر اپنا مقام

حاصل کرنے کے لیے اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اس طرح وہ بچہ دوسروں سے پیچھے رہ جانے کے احساس سے اپنا ہوم ورک خود کرنے لگے گا۔

یوں جڑواں بچوں میں مقابلے کے مثبت رجحان اور تعمیری مسابقت کے عنصر کو اُبھار کر اُن کی تربیت اور شخصیت سازی کی جا سکتی ہے کہ جس سے نہ تو ایک بچے کو احساس برتری کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی دوسرا خود کو محروم محسوس کرتا ہے بلکہ دونوں بچے یہ محسوس کرتے ہیں کہ اُن کی والدہ نہ صرف یکساں طور پر اُن سے پیار کرتی ہے بلکہ اُن دونوں کو برابری کے اصول پر اہمیت دیتی ہے۔

سوال 45: کیا والدین کو بچوں کے سوالات نظر انداز کرنے چاہئیں؟

جواب: جی نہیں! والدین کو بچوں کے سوالات ہرگز نظر انداز نہیں کرنے چاہئیں بلکہ بچوں کے سوالات کے جواب آسان اور عام فہم انداز میں اس طرح دینے چاہئیں کہ اُنہیں بات سمجھ آ جائے۔

یہ قدرتی امر ہے کہ بچہ جب شعور کی منازل طے کرتا ہے اور اپنے گرد و پیش میں نت نئی چیزیں مثلاً چاند، سورج، آسمان اور ستارے دیکھتا ہے، رات، دن، صبح و شام کی تبدیلی اور موسموں کا بدلنا دیکھتا ہے تو اِن تمام چیزوں کی حقیقت جاننے کی خواہش اس میں جنم لیتی ہے۔ وہ بار بار اپنے والدین سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھتا ہے۔ ایسے موقع پر والدین کو چاہیے کہ بچے کے اس قدرتی جذبہ سے فائدہ اُٹھا کر اس کی سمجھ کے مطابق ہر چیز کی حقیقت کے بارے میں اسے شعور دیں۔ اُسے بتائیں کہ چاند کیا ہے، سورج کیا ہے، صبح کس طرح ہوتی ہے، شام کس

طرح ہوتی ہے، رات ہوتے ہی سورج کہاں چلا جاتا ہے۔ اندھیرا کیوں چھا جاتا ہے۔ اس طرح سوال جواب سے بچے کے علم میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ بچہ کبھی نہیں بھولتا۔ یوں وہ بہت سی چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کر لیتا ہے۔

اگر والدین کو بچوں کے کسی سوال کا صحیح جواب نہ آتا ہو تو بچوں سے ٹال مٹول نہیں کرنی چاہیے بلکہ انہیں صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ آپ مطالعہ کر کے یا کسی عالم سے پوچھ کر اس کا جواب دیں گے۔ بچوں کے ذہنوں میں اُنہی باتوں کے نقوش پیدا کرنے چاہئیں جو ان کی زندگی کو کامیاب بنائیں۔ اس سلسلہ میں والدین کو یہ اُصول بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ بچے کو حکم یا تنبیہ کرنے کی بجائے مثال اور دلیل سے سمجھایا جائے۔

سوال 46: ماں بچوں سے اپنی بات کیسے منوائے؟

جواب: بچے معصوم اور ناسمجھ ہوتے ہیں، لہٰذا ماں بچوں کو سختی سے کوئی کام کرنے پر مجبور نہ کرے۔ بچوں سے بات منوانے کے لیے ماں سختی اور زبردستی کی بجائے اُنہیں ہلکی پھلکی باتیں کر کے مانوس کرے۔ پھر جس بات پر آمادہ کرنا ہو اس بات کی خوبیاں بچوں کو بتائے، بچوں کو کسی بھی بات پر آمادہ کرنے کے لیے ماں کو یہ اُصول یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا انداز حاکمانہ نہ ہو بلکہ ترغیب دینے والا ہو۔ یعنی اس کام کو کرنے کے فوائد اور نہ کرنے کے نقصانات بچوں کی ذہنی استعداد کے مطابق اُنہیں سمجھائے جائیں۔

مثلاً اگر بچے کو ٹیوشن بھیجنا ہو تو اسکول سے آتے ہی ٹیوشن کا نہ کہیں بلکہ

پہلے بچے سے اس بارے میں پوچھیں کہ اسکول میں اس کا وقت کیسے گزرا، پھر اسے پیار سے ٹیوشن جانے کے لیے کہیں۔

اسی طرح ماں بچے سے یہ مت کہے کہ کھیل کود چھوڑو اور پڑھائی کرو، پڑھائی بہت اہم ہے۔ بلکہ یوں کہے: اگر آپ نے آج پڑھائی جلدی مکمل کر لی تو میں آپ کے ساتھ کھیلوں گی یا اس کام کے کرنے کا حوالہ دے جو بچے کو پسند ہو۔

بچہ اگر چاکلیٹ بہت زیادہ کھاتا ہو تو ماں بچے کو ڈانٹ ڈپٹ سے منع کرنے کی بجائے پیار سے کہے کہ بیٹا! چاکلیٹ زیادہ کھانے سے دانتوں میں کیڑا لگ جائے گا۔ میں نے آپ کو دن میں ایک بار چاکلیٹ کھانے کی اجازت اس لیے دی ہے کہ میں جانتی ہوں آپ بہت سمجھدار ہو۔ اپنے دانتوں کی صفائی کا بہت خیال رکھتے ہو۔

اسی طرح بچہ اگر دیوار پر نقش و نگار بنا کر اسے خراب کر رہا ہو تو ماں اسے یہ مت کہے کہ دیوار پر نقش و نگار بنا کر اسے گندا مت کرو بلکہ یوں کہے: بیٹا! آپ کاغذ پر نقش و نگار بناؤ۔ جب آپ یہ بنا لو گے تو ہم اسے دیوار یا فریج پر سجائیں گے۔

بچے میں دانت صاف کرنے کی عادت ڈالنے کے لیے ماں بچے سے یوں نہ کہے کہ اُٹھو اور دانت برش کرو، میں تمہیں حکم دے رہی ہوں، بلکہ یوں کہے کہ میں آپ سے خوش ہوں اس لیے کہ آپ ہمیشہ میرے کہے بغیر دانت صاف کر لیتے ہو۔

اسی طرح بچہ اگر کپڑے تبدیل نہیں کر رہا تو ماں اسے یوں کہے کہ بیٹا! جو بچے گندے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں لوگ انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ اسی طرح اللہ

تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں کہ جب اس نے انہیں اچھے کپڑے دیئے ہیں پھر یہ کیوں استعمال نہیں کرتے۔

بچہ اگر بائیں کروٹ سوتا ہو تو ماں بچے سے یوں نہ کہے کہ بائیں کروٹ مت سویا کرو بلکہ یوں کہے: ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ نے سکھایا ہے کہ ہم دائیں کروٹ سویا کریں۔ اسی طرح اگر بچہ سو نہیں رہا تو سختی سے چیختے چلاتے ہوئے سو جاؤ، جلدی سو جاؤ ورنہ بھوت آ جائے گا کہنے کی بجائے اسی کے بستر میں ماں بیٹھ جائے اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پیار سے کہے: بیٹا! اگر آپ جلدی سو جائیں گے تو صبح تازہ دم ہو کر جاگیں گے اور اسکول میں آپ کو نیند بھی نہیں آئے گی اور آپ چاق و چوبند بھی رہیں گے۔ پھر بچے سے پوچھیں: بیٹا! آپ کو نیند کیوں نہیں آ رہی؟ اب بچہ ضرور بتا دے گا کہ امی جان مجھے بھوک لگ رہی ہے یا مچھر کاٹ رہے ہیں یا گرمی لگ رہی ہے وغیرہ۔ پھر ماں وجہ جاننے کے بعد اس کا حل تلاش کرے۔ اس طرح کرنے سے بچے کے دل میں ماں کی محبت بھی بڑھے گی اور وہ آئندہ ماں کی بات فوراً ماننے کی کوشش کرے گا۔ الغرض! ماں پیار اور محبت کا رویہ اختیار کر کے بچے سے ہر بات منوا سکتی ہے۔

سوال 47: کیا والدین کو بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق معاملہ کرنا چاہیے؟

جواب: جی ہاں! والدین کو بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق انہیں معاملہ کرنا چاہیے۔ بچوں کی ذہنی سوچ محدود ہوتی ہے اس لیے ان سے بات بھی سادہ انداز میں کرنی چاہیے۔ عموماً والدین بچے سے کوئی بات کرتے ہیں اور اگر بچے نہ سمجھ پائیں تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں۔ بچوں کو سمجھ نہ آنے پر مشفقانہ انداز،

آسان الفاظ میں اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ کسی بھی فرد کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.(1)

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم (انبیاء کرام علیہم السلام) لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کریں۔

سوال 48: بچے جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟

جواب: جھوٹ بچے کی فطرت و جبلت میں شامل نہیں ہے۔ جھوٹ کا سبب بچے کی بچپن کی غلط اور ناقص تربیت ہے۔ کوئی بھی بچہ پیدائشی طور پر جھوٹا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس دنیا میں اردگرد کے ماحول سے اثر قبول کر کے جھوٹ بولنا سیکھتا ہے۔ والدین بچے کو معصوم سمجھ کر یا یہ خیال کر کے کہ اسے جھوٹ، سچ کی تمیز نہیں ہے، اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچہ آہستہ آہستہ جھوٹ بولنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ بچے میں جھوٹ بولنے کی عادت کا سب سے بڑا سبب اس کے والدین، بڑے بہن بھائی یا قریبی رشتہ داروں کا اس کے سامنے بڑی بے تکلفی سے جھوٹ بولنا ہے۔ مثلاً گھر میں والد صاحب سے کوئی شخص ملنے آتا ہے اور والد صاحب اس سے ملنا نہیں

(1) ۱۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱:۳۹۸، رقم: ۱۶۱۱
۲۔ غزالي، إحياء علوم الدين، ۱:۹۹
۳۔ مقدسي، الآداب الشرعية، ۲:۱۴۹
۴۔ سخاوي، المقاصد الحسنة، ۱:۱۶۴، رقم: ۱۸۰

چاہتے۔ لہٰذا وہ بچے سے کہتے ہیں: جاؤ اُنہیں کہہ دو کہ والد صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں والد نے بچے میں جھوٹ بولنے کی عادت کی بنیاد رکھ دی۔

اِسی طرح اگر پڑوسن کوئی چیز مانگنے آتی ہے اور بچوں کی والدہ اسے وہ چیز نہیں دینا چاہتی، اس کی کئی معقول وجوہ ہو سکتی ہیں۔ لیکن صاف انکار کرنے کی بجائے وہ چیز کہیں چھپا دیتی ہیں اور پڑوسن سے بچوں کے سامنے جھوٹ بولتی ہیں کہ یہ چیز تو ہمارے گھر میں موجود نہیں۔ اب بچہ جب یہ دیکھتا ہے کہ دوسروں کو جھوٹی بات پر آسانی سے یقین آ جاتا ہے تو وہ بھی اپنی بعض مشکلات اور مسائل کا حل جھوٹ بولنے میں ڈھونڈنے لگتا ہے۔ مثلاً کسی دن وہ اسکول نہیں جانا چاہتا تو وہ جھوٹا بہانا تراش لیتا ہے کہ میرے سر میں درد ہے یا کسی اور تکلیف کا کہہ دیتا ہے۔

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ ماں کے ہاتھ سے کوئی قیمتی چیز ٹوٹ جاتی ہے اور وہ خاوند کے غصے سے بچنے کے لیے کہہ دیتی ہے کہ بلی نے یہ چیز توڑ دی ہے۔ بچہ جب ماں کو جھوٹ بولتے دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح جھوٹ بولنا کار آمد ہے۔ اسی طرح بعض اوقات بچے کو بہلانے پھسلانے کے لیے کسی چیز کا لالچ دیا جاتا ہے لیکن وہ چیز اسے نہیں دی جاتی بلکہ مقصد وقت ٹالنا یا بچے کو چپ کرانا یا اس سے کوئی کام لینا ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بچے کے دل میں جھوٹ کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے۔

گھر میں ایک دوسرے کے جرم کو چھپانے کے لیے بھی بچوں کے سامنے جھوٹ بولا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بچے اپنے ساتھیوں کے جرم چھپانے کے لیے جھوٹ بولنے لگتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچے سخت سزا اور لالچ کے

باوجود اپنے ساتھیوں کے خلاف گواہی دینے سے انکار کر دیتے ہیں بلکہ بسا اوقات ان کی حمایت میں بے دریغ جھوٹ بھی بولتے ہیں۔

الغرض! اسی طرح کے بے شمار اسباب ہیں جو بچوں کو جھوٹ بولنے پر اُبھارتے ہیں۔ مثلاً بعض اوقات بچوں پر بہت زیادہ سختی کی جاتی ہے، اکثر ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ بھی کی جاتی ہے ایسی صورت میں بچے سے جب کوئی غلطی سرزد ہو جاتا ہے تو وہ سزا کے خوف سے اپنی غلطی ماننے سے صاف انکار کر دیتا ہے یا کوئی ایسا جھوٹ تراش لیتا ہے جس پر سامنے والے شخص کو یقین آ جاتا ہے۔ اسی طرح گھر میں کسی شخص کو باتیں بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کی عادت ہو تو بچہ اس کا اثر بھی قبول کرے گا اور دوسروں کے سامنے ایسی مبالغہ آمیزی سے کام لے گا جو صاف جھوٹ پر مبنی ہو گی۔ یوں بچے کی تربیت میں بنیاد جب جھوٹ پر ہو گی تو جھوٹ بول بول کر بچے کا حوصلہ بڑھے گا اور اگر کبھی کبھار جھوٹ کی قلعی کھل جائے تو وہ جھوٹ بولنے میں اتنی مہارت حاصل کر چکا ہوتا ہے کہ زیادہ فراست اور دور اندیشی سے کام لینے لگتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں سب سے بُری خصلت جھوٹ کو قرار دیا گیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی جھوٹ کی قباحت و مذمت کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بچوں سے مصلحتاً یا مذاقاً جھوٹ بولنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ لِصَبِيٍّ: تَعَالَ هَاکَ، ثُمَّ لَمْ يُعْطِهِ فَهِيَ كِذْبَةٌ. (۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۵۲، رقم: ۹۸۳۵

۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۴۲

جس شخص نے بچے سے کہا: 'آ جاؤ، میں تمہیں یہ چیز دوں گا' اور پھر اسے کچھ نہ دیا تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي بَيْتِنَا، وَأَنَا صَبِيٌّ. قَالَ: فَذَهَبْتُ أَخْرُجُ لِأَلْعَبَ. فَقَالَتْ أُمِّي: يَا عَبْدَ اللهِ، تَعَالَ أُعْطِكَ. فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيَهُ؟ قَالَتْ: أُعْطِيْهِ تَمْرًا. قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِي كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ. (1)

میرے بچپن میں ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں کھیلنے کے لیے گھر سے باہر جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے بلاتے ہوئے کہا: ادھر آؤ، میں تمہیں کچھ دیتی ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا: میں اِسے کھجور دوں گی۔ حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اُسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۴۷، رقم: ۱۵۷۴۰

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ۴: ۲۹۸، رقم: ۴۹۹۱

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۲۳۶، رقم: ۲۵۶۰۹

۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۹۸، رقم: ۲۰۶۲۸

سوال 49: بچوں سے جھوٹ کی عادت کیسے چھڑائی جائے؟

جواب: جھوٹ بولنا ایسی عادت ہے جسے ہر مذہب اور معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے جھوٹ کو نہایت ہی گھناؤنا فعل بلکہ ہر برائی کی جڑ قرار دیا ہے اور ہر حال میں اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ بچے میں جھوٹ بولنے کی عادت کے ذمہ دار بڑی حد تک والدین اور دیگر اہل خانہ ہوتے ہیں اور یہ عادت چھڑانے کی ذمہ داری بھی والدین اور گھر کے باقی افراد پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ گھر کا ماحول جھوٹ سے پاک رکھا جائے۔ بڑوں کی کسی بات یا کسی عمل میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو۔ کسی واقعہ یا بات کو دلچسپ بنانے کے لیے اس میں ذرا بھی رنگ آمیزی نہ ہو۔ بچہ اگر جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ بولنے کے اسباب کا پتا لگایا جائے، نفسیاتی تجزیہ کیا جائے اور اسباب کی تشخیص کے بعد حسب حال تدبیر کی جائے۔

بچے کے دل میں یہ یقین پیدا کیا جائے کہ وہ ہر حال میں سچ بولے گا تو اسے کوئی سزا نہیں ملے گی۔ یہ یقین پیدا کرنے کے لیے اپنے مزاج میں تحمل اور ضبط پیدا کرنا ہوگا۔ اگر بچہ جرم کا اعتراف کر لے تو اسے سزا نہ دی جائے کیونکہ اعترافِ جرم ہی اصلاح کا آغاز ہے۔ نیز ایسے موقع پر ڈانٹ ڈپٹ نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ بچے کو جب اعتماد اور تعاون ملے گا تو وہ آئندہ جھوٹ بولنا چھوڑ دے گا۔

نیز والدین کو چاہیے کہ بچوں کو قرآنی تعلیمات اور حضور نبی اکرم ﷺ کی اخلاق سنوارنے والی پیاری پیاری باتیں بتائیں اور ہر معاملے میں سچ بولنے کے لیے رہنمائی فراہم کریں۔ بچوں کو ایسے اسلامی واقعات سنانے کا معمول بنا لیں جن

سے ان کو جھوٹ سے نفرت اور سچ بولنے کی ترغیب ملے تا کہ وہ زندگی میں ہمیشہ سچ کا دامن تھامے رکھیں اور جھوٹ سے ہر ممکن اجتناب کریں۔ بچوں کو ان قرآنی آیات سے آگاہ کیا جائے جن میں جھوٹ کی مذمت اور سچ بولنے کی ترغیب ملتی ہے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○(1)

بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سراسر جھوٹا ہو۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○(2)

اور حق کی آمیزش باطل کے ساتھ نہ کرو اور نہ ہی حق کو جان بوجھ کر چھپاؤ۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ○(3)

ہر بہتان تراشنے والے کذّاب (اور) بڑے سیاہ کار کے لیے ہلاکت ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سچ بولنے کے ضمن میں بچوں کی تربیت میں بہترین معاون ثابت ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ

---

(۱) المؤمن، ۴۰: ۲۸

(۲) البقرة، ۲: ۴۲

(۳) الجاثية، ۴۵: ۷

لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا. وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ، حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا. (۱)

بیشک سچائی، بھلائی کی طرف لے جاتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے ، آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں اور آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَهُوَ بَاطِلٌ، بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنو اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾، ۵: ۲۲۶۱، رقم: ۵۷۴۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، ۴: ۲۰۱۳، رقم: ۲۶۰۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۳۲، رقم: ۴۱۰۸

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب، ۴: ۲۹۷، رقم: ۴۹۸۹

۵۔ ترمذی، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، ۴: ۳۴۷، رقم: ۱۹۷۱

(۲) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في المراء، ۴: ۳۵۸، رقم: ۱۹۹۳

جو شخص جھوٹ کو باطل سمجھ کر ترک کرے گا اُس کے لیے جنت کے اطراف میں محل تیار کیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيلًا، مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ. (1)

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کی بُو کی وجہ سے اس آدمی سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

سوال 50: بچے چوری کیوں کرتے ہیں؟

جواب: ابتدائی عمر میں بچے میں چوری کا جذبہ نہیں ہوتا، کیونکہ چھوٹا بچہ ایک سفید کاغذ کی مانند ہوتا ہے، جو کچھ اس پر تحریر کیا جائے وہی ثبت ہو جاتا ہے۔ اُس پر جس چیز کا عکس ڈالا جائے اُسی کا اثر قبول کرتا ہے۔

چھوٹے بچوں میں چوری کی عادت کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

1۔ بچہ ہمسائے یا کسی رشتہ دار کے گھر جائے اور اُسے وہاں کوئی چیز پسند آ جائے تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کسی طرح اس چیز کو حاصل کر لیا جائے۔ چنانچہ وہ دوسروں کی نظروں سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اس چیز کو

.... ٢۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب اجتناب البدع والجدل، ١: ١٩، رقم: ٥١

(١) ١۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، ٤: ٣٤٨، رقم: ١٩٧٢

٢۔ طبراني، المعجم الأوسط، ٧: ٢٤٥، رقم: ١٩٧٢

چھپا کر اپنے گھر لے آتا ہے۔ والدین اپنے بچوں کی ایسی حرکتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیتے بلکہ بعض مائیں تو بچے کی ایسی حرکات کا برا بھی نہیں مناتیں، اس سے بچے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

2۔ اکثر اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ بچے اپنے ہم عمر ساتھی کا خوبصورت کھلونا چھین کر اسے واپس کرنے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ کسی چیز سے ایسا جذباتی تعلق بھی اُس چیز کی چوری کا محرک بن جاتا ہے۔

3۔ بعض اوقات غربت و افلاس کے باعث والدین بچوں کی چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کرنے سے قاصر ہوتے ہیں تو اس سے بھی بچوں کے اندر احساسِ محرومی جنم لیتا ہے اور وہ اپنی پسندیدہ چیز یا کھلونے کو حاصل کرنے کے لیے چوری کرتے ہیں۔

4۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں بچوں کی نگرانی نہ کی جانے کی صورت میں بھی بچوں میں چوری کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک گھر میں دو خاندان ہیں۔ کسی ایک بچے کے پاس کوئی اچھا کھلونا آ جائے تو دوسرا بچہ خاموشی سے اس کو چرا کر چھپائے گا۔ اسی طرح کوئی کھانے کی چیز ایک بچے کو مل گئی اور دوسرے کو نہیں ملی تو دوسرا کسی طریقے سے اسے چپکے سے اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ یہاں سے چوری کی ابتداء ہوتی ہے۔

سوال 51: بچوں سے چوری کی عادت کیسے چھڑائی جائے؟

جواب: چوری کرنا ایسا فعل ہے جسے کسی بھی معاشرے میں پسند نہیں کیا جاتا۔ بچے

میں اگر چوری کی عادت پڑ جائے تو والدین ابتدائی مواقع پر اصل محرکات سے آ گہی حاصل کر کے اس عادت کا انسداد کر سکتے ہیں۔

والدین کا فرض ہے کہ اگر بچے کو چوری کی عادت پڑ جائے تو اس کو ختم کرنے کے لیے بچے پر کڑی نظر رکھیں۔ بچے کے پاس اگر کوئی ایسی چیز نظر آئے جس کے بارے میں علم نہ ہو کہ یہ چیز بچے کے پاس کہاں سے آئی ہے تو اس کے بارے میں اپنی ذمہ داری محسوس کر کے فوراً بچے سے پوچھیں کہ یہ چیز کہاں سے لی ہے؟ اور پوری تسلی کی جائے کہ بچہ جھوٹ تو نہیں بول رہا۔ اگر غلطی سے بچہ کسی کی چیز اُٹھا کر گھر لے آیا ہو تو اس سے ہرگز چشم پوشی نہ کی جائے اور سختی کے ساتھ بچے سے اس کو واپس کروایا جائے۔

بچے کی چوری کی عادت ختم کرنے میں والدہ بہترین کردار ادا کرسکتی ہے۔ والدہ کو چاہیے کہ وہ بچے کو صبر اور قناعت کرنا سکھائے۔ دوسرے بچوں کی چیزیں دیکھ کر بچے میں اُن کے حصول کے لیے جو لالچ پیدا ہوتا ہے اس کو ختم کرنے کے لیے اچھے طریقے سے تربیت کر کے بچے میں محرومی کا احساس پیدا نہ ہونے دے۔ جب ماں بچے کی اچھی تربیت کرے گی تو وہ کبھی بھی کسی چیز کے حصول کے لیے چوری جیسا غلط طریقہ اختیار نہیں کرے گا۔

والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی حرکات پر نگاہ رکھیں۔ اُسے اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کرنے کا شعور دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس کے دل میں بٹھایا جائے۔ چوری کے برے انجام سے ڈرایا جائے تو یقیناً بچے میں چوری کی عادت ختم ہوسکتی ہے۔

نیز والدین بچوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروائیں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ چوری کرنا بُرا فعل ہے اور چوری کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

ذیل میں آیت و احادیث بیان کی جاتی ہیں جو بچوں میں چوری کی عادت ختم کرنے میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں:

قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا. (۱)

اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو (تمام تر ضروری عدالتی کارروائی کے بعد) دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللهُ السَّارِقَ. (۲)

اللہ تعالیٰ نے چوری کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

---

(۱) المائدة، ۵: ۳۸

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الحدود، باب لعن السارق إذا لم يسم، ۶: ۲۴۸۹، رقم: ۶۴۰۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها، ۳: ۱۳۱۴، رقم: ۱۶۸۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۳، رقم: ۷۴۳۰

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الحدود، باب حد السارق، ۲: ۸۶۲، رقم: ۲۵۸۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (1)

مسلمان جب چوری کرتا ہے تو اس کے اندر ایمان باقی نہیں رہتا۔

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأشربة، ۵: ۲۱۲۰، رقم: ۵۲۵۶
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بالمعاصي، ۱: ۷۶، رقم: ۵۷
۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الإيمان، باب ما جاء لا يزني الزاني وهو مؤمن، ۵: ۱۵، رقم: ۲۶۲۵
۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب النهي عن النهبة، ۲: ۱۲۹۸، رقم: ۳۹۳۶

2

5 تا 7 سال کے بچوں
کی
تعلیم و تربیت

۱ ۔ بچوں کی جسمانی و ذہنی نشو و نما میں تعلیم اور کھیل کا کردار

سوال 52: بچوں کی تعلیم و تربیت میں سکول کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: ہر بچہ مختلف فطری صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے، لیکن ان فطری صلاحیتوں کی تکمیل اور جلا کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے لیے معاشرے میں سکول کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جاتا ہے جہاں بچہ معاشرتی مطابقت پیدا کرنے اور اپنے آپ کو سماجی ضروریات کے مطابق ڈھالنے کے لیے اپنی خصوصیات اور صلاحیتوں کو ترقی دیتا ہے۔

اگرچہ سکول کا سارا انتظام و انصرام ہی بچے کے لیے مددگار ہوتا ہے، لیکن اس کے لیے اہم پلیٹ فارم کلاس روم ہے جہاں بچہ تعلیمی سرگرمیوں کے ذریعے ذہنی نشو و نما کے عمل سے گزرتا ہے۔ استاد ہر بچے کی مقیاسِ ذہانت (IQ Level) کی سطح اور اس کے رجحانات و میلانات کا لحاظ رکھتے ہوئے راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مؤثر تدریس کے لیے کلاس روم کے ماحول کا سازگار ہونا ضروری ہے، کیونکہ دورانِ تدریس کلاس روم میں مختلف واقعات وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات کلاس روم کا ماحول پیچیدہ بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا استاد کو کوئی ایسا جارحانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی کوئی ایسا قانون وضع نہیں کرنا چاہیے جو طلباء کو

تعلیمی عمل سے بغاوت پر اُکسائے۔

سوال 53: تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے استاد کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب: تعلیمی نظام میں استاد کا کردار اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ملت کا معمار اور طلبہ کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ آئندہ نسلوں کی کردار سازی استاد کے ذمہ ہی ہوتی ہے چنانچہ مستقبل کے شہریوں کا بننا اور بگڑنا بہت حد تک استاد کی فکر اور کاوشوں پر منحصر ہوتا ہے۔ اس اہم منصب کے لحاظ سے استاد کو اعلیٰ اوصاف اور اچھی سیرت و کردار کا حامل ہونا چاہیے۔ اس میں علمی قابلیت اور تدریسی صلاحیت کے ساتھ ساتھ بچوں کی نفسیات اور طریق تعلیم سے آگاہی بھی ہونی چاہیے۔ اس میں صبر و تحمل، معاملہ فہمی، قوتِ فیصلہ، طلبہ سے فکری لگاؤ کے ساتھ کام میں نظم و ضبط، ہمدردی اور اصلاح کے جذبہ میں اخلاص کی صلاحیت بھی ہونی چاہیے۔

تعلیمی مقاصد میں خاطر خواہ کامیابی کے حصول کے لیے استاد کو درج ذیل بنیادی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1۔ مستحکم آغاز تدریس

استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلاس روم میں تدریس کا آغاز مستحکم انداز سے کرے، کیونکہ طلبہ استاد کے احساسات کا اندازہ اس بات سے لگاتے ہیں کہ استاد کلاس روم میں ان پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے اور کیا رویہ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا تدریس کے آغاز میں استاد کو اپنا رویہ اتنا نرم اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ طلبہ آزادی

محسوس کرتے ہوئے اسے استاد ہی تصور نہ کریں اور سیکھنے کے عمل میں سنجیدہ رویہ اختیار نہ کرسکیں۔

2۔ استاد بطور منصف

اُستاد بطور منصف تمام طلبہ سے مساوی برتاؤ اختیارکرے۔ رنگ، نسل، زبان، مذہب اورقوم کی بنیاد پر تعصب کا مظاہرہ نہ کرے۔ بلکہ غیر جانبداری سے کام لے کر بچوں میں مصالحت کروائے تاکہ ان کی باہمی چپقلش ان کی معاشرتی زندگی کو متاثر نہ کرے۔

3۔ بچوں کی عزت نفس کا تحفظ

عزت نفس کے معاملے میں بچے بدرجہا حساس ہوتے ہیں لہٰذا استاد ساری کلاس کے سامنے کسی ایک بچے کی شخصیت سے متعلق تضحیک آمیز رویہ اختیار کرنے سے گریز کرے تاکہ اس بچے کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔

4۔ پُرجوش اندازِ بیان

اُستاد کا انداز بیان پُرجوش ہونا چاہیے تاکہ طلبہ کی توجہ سبق کی طرف مبذول ہوسکے۔ اُستاد کو پر اُمید رہتے ہوئے ہرنئے سبق میں کمزور طلبہ کو انفرادی توجہ دے کر زیادہ محنت سے پڑھانا چاہیے۔

5۔ قواعد وضوابط کا پابند

اُستاد کوقواعد وضوابط کا پابند ہونا چاہیے۔ اُستاد کے لیے استقامت کا دامن

تھامنا بہت ضروری ہے تا کہ طلبہ کو بھی احساس ہو کہ جو کام انہیں سونپا گیا ہے اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اس سے ان میں سماجی نظم و ضبط اختیار کرنے میں مدد ملے گی۔ استاد موقع شناس ہو تا کہ حالات کی مناسبت سے کمرہ جماعت کا نظم و ضبط قائم رکھ سکے۔

6۔ تدریس کا آغاز تازہ دم ہو

اُستاد کے لیے جہاں کلاس روم میں تدریس کے آغاز میں غیر معمولی رویہ اختیار کرنے سے احتراز لازم ہے وہاں اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کی توجہ اور دلچسپی سبق کے آغاز سے اختتام تک برقرار رکھے کیونکہ موثر تدریس کے لیے سبق میں طلبہ کا انہماک ضروری ہے۔

سوال 54: بچے کی تعلیمی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ماں کن اُمور کو ملحوظِ خاطر رکھے؟

جواب: بچے کی تعلیمی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ماں درج ذیل اُمور کو ملحوظِ خاطر رکھے:

1۔ ماں بچے کی تعلیمی سرگرمیوں پر مکمل توجہ دے۔ ساری ذمہ داری اسکول یا اُستاد پر نہ ڈالے، بچے کی ڈائری روزانہ چیک کرے اور بچے کے کیے ہوئے ہوم ورک پر نظرِ ثانی ضرور کرے۔ اس سے ماں کے علم میں ہوگا کہ بچے کو کس طرح سے کام کروایا جاتا ہے تا کہ وہ جب بچے کو امتحان کی تیاری کروائے تو سارا نصاب اُسے سمجھ میں آ جائے۔

2۔ ماں بچے کو شروع سے ہی پڑھنے اور لکھنے کی عادت ڈالے۔ اس سے بچے کو پڑھنے اور لکھنے میں ہجوں، جملوں اور لفظوں کی پہچان ہوتی ہے۔ بچے کے تلفظ کی درستگی پر شروع سے توجہ دی جائے کیونکہ بچپن میں سیکھی ہوئی باتیں تا عمر یاد رہتی ہیں۔

3۔ ماں بچے کو روزانہ کا سبق بار بار یاد کروا کے اچھی طرح ذہن نشین کرائے، اِس سے دہرانے کا عمل جاری رہے گا، اور ہر بات اچھی طرح ذہن نشین ہوتی جائے گی، کیونکہ اگر کوئی بچہ مطالعے کے بعد اس کو دہراتا نہیں تو اس کی یاداشت اتنی موثر نہیں ہوگی جتنی دہرانے کے عمل سے ہوتی ہے۔

4۔ ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے سبق میں سے مختلف سوالات پوچھے اور بچے کو بھی اس بات کی ترغیب دلائے کہ جو سوالات اسے نہیں آتے وہ ماں سے پوچھا کرے، تاکہ جس چیز کی اسے سمجھ نہیں آ رہی ماں اسے وہ چیز سمجھا دے اور ذہن میں لگی گرہیں خود بخود کھل جائیں۔

5۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کے کلاس ورک پر روزانہ نظر رکھے تاکہ اسے علم ہو سکے کہ اس کا بچہ تعلیمی معیار کے حوالے سے کس درجے پر ہے۔

6۔ امتحانات سے پندرہ دن قبل ماں بچے کی تمام کاپیاں اچھی طرح چیک کرے اور پھر نصاب سے ملائے۔ اگر امتحان کے حوالے سے کوئی کام اہمیت رکھتا ہو اور نامکمل ہو تو ماں استاد کے تعاون سے مکمل کروا لے تاکہ امتحانات میں بچے کو کسی قسم کے مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

سوال 55: بچوں کی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے میں ماں کی بے جا سختی فائدہ مند ہوتی ہے یا نقصان دہ؟

جواب: بچوں کی تعلیمی قابلیت کو بہتر بنانے میں ماں کی بے جا سختی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے جبکہ تھوڑی بہت سختی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے، چونکہ ماں وہ تمام ذرائع استعمال کرتی ہے جس سے بچہ مہذب بن سکے۔ گھر کے بعد اس کی نظر میں تعلیم و تربیت کا اہم ذریعہ اسکول ہوتا ہے اور وہ بچے کی تعلیمی کارکردگی کو بہتر بنانے میں سرتوڑ کوشش کرتی ہے۔ اس میں اگر اسے کبھی کبھار ہلکی سی سرزنش یا سزا کی ضرورت پڑے، تو وہ یہ طریقہ استعمال کرتی ہے۔

اس کے برعکس یوں بھی ہوتا ہے کہ ماں پہلے ہی سے ایک سانچہ بنا لیتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کا بچہ اس کی پسند کے مطابق ڈھل جائے اور اگر بچہ فطری طور پر ان صلاحیتوں سے محروم ہو تو پھر ماں کی بچے پر بے جا سختی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر بچہ دوسرے بچے سے جذباتی، ذہنی اور فطری طور پر مختلف ہوتا ہے۔ اُس کا IQ Level مختلف ہوتا ہے یعنی بچوں کی ذہنی استعداد، قابلیت اور میلانات ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ معاملہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض مائیں بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں جنونی ہو جاتی ہیں اور ان کا رویہ بچوں کے ساتھ تکلیف دہ ہو جاتا ہے، ان کی شدت پسندی کے پیچھے مختلف عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ مشترکہ خاندانی سسٹم کی صورت میں گھر میں رہنے والی دیگر خواتین

کے بچے کے ساتھ اپنے بچے کی پڑھائی میں مقابلہ یا پڑوس کے بچوں کے ساتھ پوزیشنز میں مقابلے کی فضاء قائم ہو جاتی ہے اور اگر بچے ایک ہی کلاس میں ہوں اور قریب رہنے کی وجہ سے ایک ہی اسکول میں جاتے ہوں تو مقابلے کی فضا مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہ مقابلہ جب تک مثبت عوامل پر مشتمل رہے، اچھے طریقے سے چلتا ہے۔ لیکن جب حد سے تجاوز کر جائے تو بچے کی شخصیت پر منفی اثرات ڈالتا ہے۔ کیونکہ کلاس میں پہلی پوزیشن لینا بچے سے زیادہ ماں کے لیے باعث فخر ہوتا ہے۔ جب بچے کے امتحانات شروع ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ماں کے بھی امتحانات شروع ہو چکے ہیں اس دوران ماں بچے کا جینا دوبھر کر دیتی ہے اور اسے مختلف دھمکیاں دیتی ہے کہ تم نے کلاس میں پوزیشن لینی ہے یا اگر کلاس میں پہلی پوزیشن نہ لی تو آپ کے پاپا آپ کی پٹائی کریں گے۔ ماں بچے پر ہر طرح سے دباؤ ڈالتی ہے جس کی وجہ سے بچہ پڑھائی سے گھبرا جاتا ہے۔ وہ سنجیدہ اور خوفزدہ نظر آنے لگتا ہے۔

بعض اوقات بچے کے ساتھ ماں کا رویہ اس حد تک تکلیف دہ ہو جاتا ہے کہ پوزیشن نہ لینے یا کم نمبر لانے پر وہ بچے کو سزا دیتی ہے۔ اسے برا بھلا کہنے لگتی ہے جس کی وجہ سے بچہ بہت اذیت محسوس کرتا ہے۔ ماں کے اس ہتک آمیز رویے سے اس میں بیزاری اور چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ پڑھائی سے اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے وہ دن بدن احساس کمتری کا شکار ہو کر بدمزاج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر بچہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق ہی کام کر سکتا ہے پھر اُس سے یہ اُمید رکھنا کہ وہ ہمیشہ ہی پوزیشن لے یہ اس کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس کی بجائے ماں پڑھائی میں بچے کی قابلیت بہتر بنانے کے لیے سختی کی بجائے پیار سے اس کی مدد کرے تا کہ وہ

تعلیم میں اپنی دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے اچھی کارکردگی دکھائے۔

سوال 56: بچے اپنا ہوم ورک کس طرح بہتر انداز میں کر سکتے ہیں؟

جواب: بہت سے بچے ہوم ورک زیادہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں لیکن میسر اوقات سے استفادہ کرتے ہوئے درج ذیل طریقے سے وہ اپنا ہوم ورک بہتر انداز میں کر سکتے ہیں مثلاً:

1۔ روز مرہ کے ایک جیسے اور آسان ہوم ورک کو (مثلاً محض سوالات جوابات کاپی پر اُتارنا) اسکول کے خالی پیریڈز اور ہاف ٹائم میں کر لیں۔

2۔ اسی طرح کچھ آسان کام دورانِ سفر سکول سے گھر آتے ہوئے یا ٹی وی دیکھتے ہوئے بھی کر سکتے ہیں۔

3۔ زیادہ مشکل یا یاد کرنے والا کام گھر جا کر آرام سے کریں۔

4۔ بچوں کا لکھنے کا کام زیادہ ہوتا ہے جسے بعد میں یاد کرنا بچوں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بچوں کو چاہیے کہ جو کچھ وہ لکھیں اسے اچھی طرح سمجھ کر لکھیں تاکہ جب بعد میں وہ اس کام کو یاد کریں تو جلدی اور آسانی سے انہیں یاد ہو جائے۔

سوال 57: کون سے بچے ذہین ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت کیسے معلوم کی جائے؟

جواب: ذہین بچے وہ ہوتے ہیں جن میں کوئی تعمیری کام کرنے کی خاص صلاحیت

موجود ہو اور وہ اپنی اس خاص صلاحیت اور استعداد سے دوسروں کو بہت زیادہ متاثر کرسکیں۔ مثلاً سات سال کا ایک بچہ الجبرے کے سوالات حل کرنے کی اہلیت رکھتا ہو یا دس سال کا ایک شاعر بچہ اپنی نظموں کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہو۔

ذہانت کے مدارج کے لحاظ سے غیر معمولی اور عام بچوں کے درمیان کوئی اہم خط تقسیم نہیں کھینچا جاسکتا، لیکن ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ جن بچوں کی ذہانت 130 درجے سے زیادہ ہو وہ خداداد قابلیت کے مالک ہوتے ہیں۔ بچوں کی ذہانت معلوم کرنے کے لیے ماہرین نفسیات نے نفسیاتی امتحانات مقرر کر رکھے ہیں۔ ان امتحانات کے ذریعے بچوں کی ذہنی استعداد معلوم ہوسکتی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک بچے کی ذہنی اور اصلی عمر میں کیا نسبت ہے مثلاً دس سال کا ایک بچہ مسائل کو سمجھنے میں اگر بارہ سال کے بچے کے معیار پر پورا اترتا ہے تو اس کی ذہنی عمر بارہ سال ہوگی۔

ذہنی استعداد معلوم کرنے کے لیے بچے کی ذہنی عمر کو سو سے ضرب دی جاتی ہے اور حاصلِ ضرب کو بچے کی اصل عمر پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ مثلا ایک بچے کی اصل عمر 10 سال اور ذہنی عمر 12 سال ہے۔ بارہ کو سو سے ضرب دی جائے تو حاصلِ ضرب 1200 ہوگا۔ اس حاصلِ ضرب کو 10 پر تقسیم کیا جائے تو جواب 120 ہوگا جو کہ اس بچے کی ذہنی استعداد ہے۔ جس بچے کی ذہنی استعداد 120 درجے یا اس سے زیادہ ہو، وہ ذہین کہلانے کا مستحق ہے۔

سوال 58: غیر موزوں نصاب تعلیم اور تدریس سے بچوں کے ذہن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: غیر موزوں نصاب تعلیم اور تدریس بچوں کی ذہنی صحت بگاڑنے کا سبب بنتے ہیں۔ اس سے بچوں میں علم سے لگاؤ پیدا کرنے کی بجائے بیزاری کے جذبات اُبھرتے ہیں۔ جب بچے کو کوئی مضمون غیر دلچسپ اور مشکل نظر آتا ہو اور استاد اس کی تدریس بھی موزوں انداز میں نہ کرے تو بچہ اس میں مسلسل ناکامیوں کا شکار ہونے لگتا ہے جبکہ جبراً اس کا مطالعہ جاری رکھا جاتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں بچے کی ذہنی صحت کے لیے ناسازگار ہیں۔ کسی ایک سمت میں مسلسل ناکامیوں کے باعث زندگی کی کئی اور سمتوں میں بھی تلخیوں کے امکان بڑھ جاتے ہیں۔ جس سے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کی مناسب نشو ونما کو ٹھیس پہنچتی ہے اور اس کی زندگی تلخی اور محرومیت کا شکار ہو جاتی ہے۔

مختلف عمر اور استعداد کے بچوں کے لیے موزوں نصاب وضع کرنا اور پھر اُس کی موزوں تدریس کرنا ایک ایسا لطیف اور دقیق عمل ہے جسے مسلسل مشاہدہ، مطالعہ اور تحقیق کے ذریعے سے ہی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہر طالب علم کو ایک ہی قسم کے چند مخصوص مضامین پڑھنے پر مجبور کر دینا ذہنی صلاحیتوں کو کھو دینے کے مترادف ہے۔ مثلاً بعض طلبہ مشینوں اور پرزوں کے جوڑ توڑ کی طرف خصوصی طور پر مائل ہوتے ہیں ایسے طلبہ کے لیے نصاب تعلیم میں اس قسم کے مضامین کا اہتمام ہونا چاہیے جنہیں پڑھ کر ان کی مشینوں اور پرزوں وغیرہ میں دلچسپی اور بصیرت بڑھے۔ اسی طرح ادب اور شعر و شاعری سے خصوصی شغف رکھنے والے طلبہ

کو اپنے فطری رجحانات کے منافی مضامین پڑھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ جن طلبہ کو ان کی فطری دلچسپی اور صلاحیتوں کے عین مطابق مضامین پڑھائے جاتے ہیں وہ اپنی تعلیم کے دوران بہت دل چسپی اور مسرت محسوس کرتے ہیں، وہ پڑھائی کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے مخصوص حلقہ علم و ہنر میں بڑا نام پیدا کر لیتے ہیں۔

نصاب کے مضامین کے علاوہ معلم کا طریق تدریس بھی بچوں کی ذہنی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ موزوں تدریس سے بچے مشکل سے مشکل مواد بھی بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اسباق کے مختلف نکات پر تبادلہ خیال کرنے کے لیے بحث وتقریر کے دلچسپ مقابلوں کا اہتمام کر کے بھی اُستاد اپنی تدریس کو موثر بنا سکتا ہے۔ استاد تدریس کے لیے جدید طریقے استعمال کرے تا کہ بچے تعلیم کو بوجھ سمجھنے کی بجائے اس میں مسرت اور لذت محسوس کریں اور ان کے ذہن میں اسکول اور اس کے علمی اور تمدنی مشاغل سے دلچسپی اور محبت کا جذبہ بیدار ہو۔

سوال 59: کند ذہن بچوں کو تعلیم کی طرف کیسے راغب کیا جائے؟

جواب: ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ پڑھ لکھ کر قابل انسان بن جائے۔ بعض بچے ذرا سی توجہ سے اچھے نتائج حاصل کر لیتے ہیں مگر کچھ بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اچھے اسکول میں پڑھنے اور بہترین ٹیوشن سنٹر سے ٹیوشن حاصل کرنے کے باوجود پڑھنے لکھنے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایسے بچوں پر اگر والدین خصوصی توجہ دیں تو وہ دوسرے ذہین بچوں کی طرح بہتر نتائج حاصل کر سکتے ہیں مگر عموما دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ کند ذہن بچوں پر خصوصی توجہ دینے کی بجائے ان کے

والدین یا اساتذہ انہیں مختلف منفی قسم کے القابات سے مزید کند ذہن بنا دیتے ہیں۔ مثلاً یہ بچہ تو لاپرواہ ہے، نہ جانے اس کا دھیان کہاں رہتا ہے، کھیل کود میں کسی سے پیچھے نہیں مگر پڑھائی میں بہت نالائق ہے۔ یہ بہت نکما ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسی باتیں کرنے والے والدین یا اساتذہ کا خیال ہوتا ہے کہ اس طرح ڈانٹ ڈپٹ سے ان کا بچہ کچھ اثر لے گا اور پڑھائی کی طرف راغب ہوگا مگر یہ سب ان کی خام خیالی ہوتی ہے۔ ان باتوں کا بچے کی شخصیت پر منفی اثر ہوتا ہے۔ وہ جذباتی اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر منفی صلاحیتیں اُجاگر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ وہ تنہائی پسند اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔

اگر بچہ کند ذہن ہو تو بچے کو قصور وار ہرگز نہیں ٹھہرانا چاہیے کیونکہ وہ پوری کوشش کے باوجود وہ کچھ نہیں کر پاتا جو آپ چاہتے ہیں۔ ایسے بچے میں سیکھنے کی عدم صلاحیت قدرتی طور پر رکاوٹ بنتی ہے اور جو چیز بچے میں قدرتی طور پر کم پائی جاتی ہو اُسے مختلف طریقوں سے بڑھایا تو جا سکتا ہے لیکن کامل طور پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے بچے کی صلاحیتوں کو بہتر کرنے کے لیے سب سے پہلے والدین اور اساتذہ کو اُس کے ساتھ اپنے رویے میں درج ذیل تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں:

1۔ ایسے بچے کا کسی دوسرے بچے سے موازنہ نہ کریں۔

2۔ ایسے بچے کو ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں۔

3۔ ایسے بچے سے طنزیہ یا نفرت آمیز لہجہ اختیار نہ کریں اور خاص طور پر اس

کی شخصیت کو ہرگز نظر انداز نہ کریں۔

نیز ایسے بچے کا کسی اچھے ماہرِ نفسیات سے معائنہ کروانا چاہیے اور دین دار، تجربہ کار بزرگ یا عالمِ دین سے مشورہ کے بعد اُس کی دشواریوں کو خصوصی تراکیب کی مدد سے کم کیا جاسکتا ہے۔ والدین اور اساتذہ کی تھوڑی سی توجہ سے یہ بچہ بھی دوسرے بچوں کی طرح تعلیمی مراحل بھرپور طریقے سے طے کرکے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا والدین اور اساتذہ کند ذہن بچے کی تعلیم سے ہرگز غفلت نہ برتیں بلکہ کوشش کر کے اور حکمتِ عملی سے کام لے کر اس کو علم کی طرف راغب کریں۔ اس کے سامنے مختلف قسم کی چیزیں پیش کریں، ان کے متعلق سوالات کر کے اس کی خوبیاں اور کمزوریاں بیان کریں۔ اسے تھوڑا سا سبق دیں اور اس کو اچھی طرح ذہن نشین کروائیں اور جب تک وہ سبق بچے کو پختہ اور ازبر نہ ہو جائے اسے آگے نہ پڑھائیں۔ ممکن ہے یہ بچہ آگے چل کر ذہین بن جائے لہٰذا نا اُمید ہو کر بچے کی تعلیم کو موقوف نہ کریں۔

سوال 60: ہم کس طریقے سے بچے کی اچھی تربیت کر سکتے ہیں؟

جواب: بچے کی اچھی تربیت کے لیے کوئی بھی طریقہ حتمی نہیں ہوتا۔ یہ طریقے حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے جو وسائل کام میں لائے جاتے ہیں وہ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا کوئی ایسا مخصوص طریقہ نہیں جو ہر نسل اور ہر زمانے میں یکساں طور پر تجویز کیا جاسکے۔ اس لیے ہر زمانے میں حالات پر غور و فکر کر کے ضرورت کے مطابق رہنمائی اور تربیت کا موثر طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

سوال 61: تعطیلات میں بچوں کی تربیت کا شیڈول کیا ہونا چاہیے؟

جواب: تعطیلات میں بچوں کی تربیت، انفرادی اصلاح، گھر کے ماحول کی بہتری، اور بچوں کی کردار سازی کے لیے باقاعدہ منصوبہ بنا کر ایک مربوط شیڈول ترتیب دینا چاہیے تاکہ بچے فرصت کے ان لمحات کو بہترین انداز میں صرف کر سکیں۔ سکولوں میں ہر سال گرمیوں اور سردیوں کی چھٹیاں آتی ہیں ان کی آمد جہاں طالب علموں، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے کارکنان کے لیے باعثِ مسرت ہوتی ہیں وہاں گھریلو خواتین کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں انہیں بچوں کی تربیت کے لیے درج ذیل نکات پر عمل کرنا چاہیے:

1۔ پہلا مرحلہ شب و روز کے لیے نظام الاوقات کا تعین ہے، بچوں کی عمر، تعلیم اور مصروفیات کو مدنظر رکھ کر بچوں سے مشاورت کر کے سونے اور جاگنے کے اوقات کا تعین کر لیا جائے اور اس پر کاربند بھی رہا جائے۔

2۔ بچوں سے دن کا آغاز نمازِ فجر سے کروایا جائے۔ یہ بہترین اور بابرکت وقت بچوں کو سونے کی نذر نہ کرنے دیا جائے۔ عام طور پر تعطیلات کا آغاز ہوتے ہی بچوں کا رات دیر تک جاگنا اور صبح دیر سے اُٹھنا معمول بن جاتا ہے جو کہ نامناسب اور خلافِ فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات آرام و سکون کے لیے اور دن کام کے لیے بنایا ہے۔ اس لیے والدین خود بھی صبح اُٹھ کر نماز ادا کریں اور اسی طرح بچوں کو بھی نماز کی عادت ڈالیں۔

3۔ نمازِ فجر ادا کر کے جلد از جلد سونے کی غیر فطری روایت انسانی روح کا

حسن غارت کر دیتی ہے۔ نمازِ فجر کے بعد سونا ناگزیر ہو تو بھی دوبارہ اٹھنے کا وقت مقرر کیا جائے۔

4۔ فجر کی نماز کے لیے بر وقت اُٹھنے اور ادائیگی نماز کی حوصلہ اِفزائی کے لئے انعام بھی دیا جا سکتا ہے ہر بہن اور بھائی کی فجر کے وقت باری باری اُٹھانے کی ذمہ داری والدین لگائیں تا کہ سب کو ذمہ داری کا احساس ہو اور ایک دوسرے کے درمیان مروت اور نیکی میں تعاون کا جذبہ پیدا ہو۔

5۔ والدین بچوں کے ساتھ مل کر ایک دوسرے سے قرآن حکیم کی تلاوت سنیں۔ چاہے دو آیات ہی کیوں نہ ہوں۔ اجتماعی مطالعے کی ایک مختصر نشست بھی ہو سکتی ہے جس میں چند آیات کی مختصر تفسیر، ایک حدیث کا مطالعہ یا اسلامی لٹریچر سے کچھ انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ عملی رہنمائی کے طور پر روز مرہ کی دعائیں، نماز اور اس کا ترجمہ، نمازِ جنازہ، مختصر سورتیں وغیرہ تھوڑی تھوڑی کر کے یاد کروائی جائیں۔

6۔ والدین، بچے اور گھر کے سب افراد اپنی اہم مصروفیات کے بارے میں ایک دوسرے کو آگاہ کریں۔ اپنے کام کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مشورہ طلب کریں اور تعاون کریں۔ نیز گزشتہ کل کا بھی جائزہ لیں کہ اپنے آج کو کل سے کیسے بہتر بنایا جائے۔ اس طرح اپنا جائزہ و احتساب اور مشورہ دینے اور قبول کرنے کی تربیت بھی ہو گی۔

7۔ چھٹیوں میں سب اہل خانہ ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا اکٹھے کھائیں اس سے باہمی محبت میں اضافہ ہو گا۔

8۔ والدین بچوں کے ساتھ مل کر ہر ہفتے کا شیڈول ترتیب دیں، بچوں کے ذہن اور دلچسپیوں کے مطابق ذمہ داریاں بانٹیں۔

9۔ والدین بچوں کے اسکول کے ہوم ورک کی مرحلہ وار تقسیم کرکے اپنی نگرانی میں روزانہ تھوڑا تھوڑا کام کروائیں۔

10۔ بچوں میں ذوقِ مطالعہ پروان چڑھانے کے لیے اچھی اچھی کتب اور رسائل پڑھنے کو فراہم کریں۔ بچوں کو کہانی سننا اچھا لگتا ہے۔ لہٰذا والدین دلچسپ انداز میں بچوں کو کہانی سنائیں۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کہانی پڑھیں پھر اس پر بات چیت کریں۔

11۔ بچوں میں مطالعے کا ذوق بڑھانے کے لیے والدین انہیں اچھی لائبریری کا تعارف کروائیں اور معیاری کتب منتخب کر کے انہیں فراہم کریں اس طرح اسلامی لٹریچر اور علم کی ایک وسیع دنیا تک ان کی رسائی ہوسکتی ہے۔

12۔ گھر میں اگر لان یا کیاری کی جگہ ہو تو بچوں کو پودے اُگانے اور ان کی نگہداشت کرنا سکھائیں۔

13۔ بچوں کی ضروریات ہی پورا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ انہیں وقت اور توجہ کی ضرورت بھی ہوتی ہے لہٰذا والدین اپنی مصروفیات میں سے بچوں کے لیے وقت متعین کریں یہ بچوں کا حق ہے جو اُنہیں ملنا چاہیے۔ والدین کی شفقت سے محرومی کے نتیجے میں بچے احساسِ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

14۔ والدین بچوں کے دوستوں کو گھر بلوائیں، ان کی عزت کریں، انہیں توجہ

دیں تا کہ ان کا اعتماد بڑھے۔ بچوں کے دوستوں کے گھر والوں سے بھی تعلقات بہتر رکھیں۔ اگر والدین ان کے گھر کے ماحول سے مطمئن نہیں تو بچے کو بُرا بھلا نہ کہیں بلکہ حکمت و تدبر سے کام لیں تا کہ والدین اور بچوں کے درمیان اعتماد کے رشتے کو ٹھیس نہ پہنچے۔

15۔ ہفتے میں چند احادیث بچوں کو ضرور یاد کروائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات اور محبت کے مظاہر یاد کرواتے رہیں تو بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

16۔ والدین اپنی نگرانی اور توجہ سے بچوں کو یہ احساس دلائیں کہ وہ گھر میں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے راعی (نگہبان) ہیں۔ لہٰذا انہیں اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ شفقت و محبت اور تحمل و بردباری سے کام لینا چاہیے۔

17۔ لڑکوں کو باجماعت نماز کی عادت پختہ کروانا والد کا فرض ہے۔ گھر میں فیملی کے ساتھ بھی کبھی کبھار باجماعت نماز ادا کی جا سکتی ہے اس طرح چھوٹے لڑکوں کو امامت کے آداب سکھائے جا سکتے ہیں۔

18۔ جمعہ کے دن کو خاص اہمیت دی جائے والدین سب بچوں کے ساتھ مل کر سورۃ الکہف کی تلاوت کر کے سعادت و برکت حاصل کریں۔ ہر فرد ایک رکوع کی تلاوت کر کے ثواب میں حصہ دار ہوسکتا ہے۔ والد لڑکوں کو جمعہ کی جماعت کے لیے مسجد میں لے جائے اس سے جمعہ کی تربیتی اہمیت بھی اُجاگر ہو گی اور دین کا فہم اور فکری غذا بھی میسر آئے گی نیز ایک تسلسل سے ہفتہ وار تربیت کا عمل جاری رہے گا۔

19۔ بچوں کے ساتھ صبح یا شام جیسے ممکن ہو کسی پارک میں، نہر کے کنارے یا ساحل سمندر پر پیدل چلنے کی عادت ڈالی جائے۔ فجر کے بعد کھلی فضا میں چہل قدمی کا لطف اُٹھانا حسن خالق کائنات کے قریب کرنے کا موجب ہو گا۔ نیز بچوں میں کائنات پر غور و فکر کی سوچ پیدا کریں۔

20۔ چھٹیوں میں والدین بچوں کو مختلف ہنر سکھا سکتے ہیں۔ مثلاً خوش خطی، مضمون نویسی، تجوید، آرٹ کے کام، بچیوں کو سلائی کڑھائی، کپڑوں کی مرمت، مہندی کے ڈیزائن وغیرہ۔ والدین اپنے تجربات و مشاہدات کو آپس میں زیر بحث لا سکتے ہیں۔

21۔ بچوں کی تربیت اور کھانے کے عمل میں ماحول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تزکیہ و تربیت میں دعوتِ دین کی سرگرمیاں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ والدین اگر بچوں کے ساتھ دروس قرآن میں شرکت، دوست احباب کو دعوت دینے، لٹریچر تقسیم کرنے، خدمتِ خلق کے تحت مستحق افراد کی مدد کرنے اور امدادی سرگرمیوں میں حصہ لینے کو اپنا معمول بنا لیں تو یہ عمل بغیر کسی نصیحت اور تلقین کے بچوں کو خود بخود سکھانے کا ذریعہ بن جائے گا۔

الغرض فرصت کے لمحات خصوصاً تعطیلات میں بچوں کی تربیت کے پیش نظر انہیں توجہ دینا ان کا بنیادی حق اور تربیت کا ناگزیر تقاضا ہے۔ دو اڑھائی ماہ کی طویل چھٹیوں میں والدین بچوں کے لیے مذکورہ بالا نکات پر عمل کر کے ان کی بہترین انداز میں تربیت کر سکتے ہیں۔

سوال 62: بچوں میں تخلیقی صلاحیت کیسے پیدا کی جائے؟

جواب: تخلیقی صلاحیتوں سے مراد کسی بھی فرد کی وہ صلاحیتیں ہیں جن کی بدولت وہ نئے نئے خیالات تخلیق کرتا ہے۔ اس کی خیالی تصویر بنانے کی قوت بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ جمالیات کی حس کا مالک ہوتا ہے۔ یہ تمام باتیں نہ صرف بڑے بلکہ چھوٹے بچوں میں بھی موجود ہوتی ہیں۔ وہ ہر چیز اور ہر کام کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان میں جستجو کا مادہ ہوتا ہے۔ وہ چھوتے ہیں، سونگھتے ہیں، سوچتے ہیں اور کھلونوں سے باتیں کر کے اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک چیز میں کئی چیزیں ڈال کر دیکھتے ہیں کہ اس سے اب کیا بنے گا۔ ایک رنگ میں کئی رنگ ملاتے ہیں۔ وہ چیزوں کو کبھی علیحدہ رکھتے ہیں اور کبھی ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ کبھی تقسیم کرتے ہیں تو کبھی چھپا دیتے ہیں۔ یعنی تمام امکانات پر غور کرتے ہیں گویا ہر بچے میں تخلیق کا مادہ ہوتا ہے۔

اگر والدین بچوں میں تجسس، جوش وخروش اور کام میں لگن پیدا کریں، ان کو آزاد ماحول فراہم کریں جس میں بچے خود اپنے تجربات کے ذریعے ماحول سے آگاہی حاصل کریں تو ان کی تخلیقی صلاحیتیں مزید نشو و نما پاتی ہیں۔ اِس ضمن میں آرٹس اینڈ کرافٹس (arts and crafts) کو خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں بچے خاص دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس سے بچوں کے سوچنے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت بہتر ہوتی ہے، اُنہیں رنگوں کی پہچان ہوتی ہے اور وہ رنگوں کا بہتر استعمال کرنا سیکھتے ہیں۔

اِسی طرح بچوں میں ذوقِ مطالعہ پیدا کرنے کے لیے والدین بچوں کو

سوتے وقت قصص الانبیاء، حکایات اور دلچسپ سبق آموز کہانیاں سنا کر اس رجحان کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔ بچوں کے ذوق اور سمجھ کے مطابق کتب سے کہانیاں پڑھ کر سنا سکتے ہیں۔ بچوں کو دکان پر لے جا کر کتب خرید کر دے سکتے ہیں، امتحانات یا کامیابی کے مواقع پر بطور انعام کتاب دے کر، بچے کا لائبریری سے تعلق پیدا کر کے، بچوں کی کتاب دوستی کو بتدریج مضبوط کر سکتے ہیں۔

اسی طرح والدین بچوں کو بزمِ ادب کی طرز پر پروگرام میں شریک کر سکتے ہیں۔ جن میں بچوں کی صلاحیت اور رجحان کے مطابق کوئز مقابلے کی تیاری کے لیے کتب کی طرف رجوع کروا کر اُن میں کتب بینی کا شوق بڑھا سکتے ہیں۔ ایسی تعمیری سرگرمیوں میں حصہ لینے سے بچوں کی شخصیت میں پوشیدہ تخلیقی صلاحیتیں اُجاگر ہو سکتی ہیں۔

مستقبل کی تیاری کے پیش نظر اور بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لیے والدین گھریلو ذمہ داریوں کو بچوں میں تقسیم کر کے ان کی صلاحیتوں کا امتحان لے سکتے ہیں۔ مثلاً نو عمر بچوں کے ساتھ کبھی یہ تجربہ کریں کہ ایک دن والدین گھر میں اپنی ذمہ داریاں اپنی جگہ بچوں کو سونپ کر خود بچے بن جائیں۔ بچوں کو باری باری ایک دن کی ذمہ داری دے کر ان کے چھپے ہوئے جوہر سامنے لائے جا سکتے ہیں۔

نوعمر بچوں کو جج بنا کر گھر میں چھوٹے موٹے خاکے کھیل کے طور پر پیش کیے جائیں تا کہ ان کو انصاف کرنے اور فیصلہ کرنے کی تربیت دی جا سکے۔ کیونکہ جب نوعمر بچوں سے ذمہ دار اور قابل اعتماد ہستی کے طور پر برتاؤ کیا جاتا ہے تو ان کی

خوابیدہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں۔

سوال 63: بچوں پر ٹی وی اور کیبل کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: بچے قوم کا مستقبل ہیں۔ بچوں کی تربیت صحیح نہج پر کر کے ہی روشن مستقبل کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس بچوں کی غلط تربیت ان کی سیرت و کردار پر برے اثرات مرتب کرتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے بچوں کی تربیت کو بہت اہمیت دی ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ آج والدین بچوں کی تربیت سے غافل ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ میڈیا نے لے لی ہے۔ ٹی وی اور کیبل - جسے والدین اپنے بچوں کے لیے تفریح اور تعلیم کا ذریعہ سمجھتے ہیں - یہ دراصل اُن کی تباہی کا ذریعہ بن چکا ہے۔ آج کل بلا مبالغہ تین سے چار سال کے بچے بھی اس کام میں ماہر ہوتے ہیں کہ ٹی وی کو کس طرح آن کرنا ہے اور کیسے چینل تبدیل کرنا ہے۔ چونکہ اکثر بچے والدین کی مدد کے بغیر یہ کام خود ہی کر لیتے ہیں اس لیے کارٹون چینلز لگانے کے دوران وہ کوئی بھی چینل دیکھ لیتے ہیں اور والدین کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ وہ آ کر دیکھیں کہ بچے ٹی وی پر کیا دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ ٹی وی اور کیبل ذہنی تفریح کے نام پر بری عادات بچوں کی معصومانہ سوچ کا حصہ بننا شروع ہو جاتی ہیں، کیونکہ اس عمر میں بچوں کے سیکھنے کا عمل سب سے زیادہ دیکھنے اور سننے کے ذریعے ہوتا ہے۔ انہی ذرائع سے وہ زیادہ اثرات قبول کرتے ہیں۔ بچوں پر ٹی وی اور کیبل کے درج ذیل برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں:

1۔ ٹی وی اور کیبل کے زیادہ استعمال سے بچے اخلاقی اقدار سے دور ہو رہے ہیں۔

2۔ بچوں کی صحت مندانہ ذہنی اور جسمانی نشو و نما میں کمی آ رہی ہے۔

3۔ بچوں کی پڑھائی متاثر ہو رہی ہے۔

4۔ بچوں کی کھیل کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے اِن ڈور اور آؤٹ ڈور کھیلوں کے دوران بچے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے جوہر نہیں دکھا سکتے۔

5۔ جرائم پر مبنی پُرتشدد فلمیں، مار دھاڑ پر مبنی ویڈیو گیمز اور اخلاق سے گری ٹیلی ویژن سیریز سے بچوں میں ناراضگی، غصہ اور ہر وقت انکار کرنے والا رویہ اور برے اخلاق جنم لے رہے ہیں۔

6۔ بچوں میں ٹی وی اور کیبل کے زیادہ استعمال سے اکھڑ مزاجی، چڑ چڑا پن، ہٹ دھرمی اور بدتمیزی والے رویے پیدا ہوگئے ہیں۔

7۔ بچوں کی نشو و نما کی رفتار سست ہوگئی ہے کیونکہ زیادہ ٹی وی دیکھنے والے بچوں کی خوراک کم ہوجاتی ہے۔

8۔ بچوں کی نیند کے اوقات بہت بری طرح متاثر ہوتے ہیں ان کی نیند خلل کا شکار رہتی ہے اور وہ رات کو صحیح طرح سو نہیں پاتے۔

یہ امر بہت تشویش ناک ہے۔ والدین کو سنجیدگی سے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ انہیں ٹی وی اور کیبل سے بچانے کے لیے دیگر سرگرمیوں کی طرف مشغول کریں۔ ٹی وی اور کیبل پر صرف اسلامی پروگرام بچوں کو دیکھنے کی اجازت دیں اور اس کے لیے بھی مناسب وقت متعین کریں۔ اِس دوران

والدین خود بچوں کے ساتھ بیٹھ کر وہ پروگرام دیکھیں تاکہ بچے بے راہ روی کا شکار نہ ہوسکیں۔

سوال 64: تربیت کے لحاظ سے بچوں کو سی ڈی / ڈی وی ڈی وغیرہ کے ذریعے کون سے پروگرام دکھانے چاہئیں؟

جواب: تربیت کے لحاظ سے والدین اپنے بچوں کو سی ڈیز / ڈی وی ڈیز وغیرہ کے ذریعے اسلامی و تعلیمی اور ملی پروگرام دکھائیں۔ مثلاً The Message، امام ابو حنیفہ، امام بخاری، صلاح الدین ایوبی، میجر عزیز بھٹی شہید، راشد منہاس شہید، قیامِ پاکستان، قائد اعظم، علامہ محمد اقبال اور تحریک پاکستان کے دیگر ہیروز کی ڈاکومنٹری وغیرہ بچوں کو دکھائی جائیں۔ اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات کے پروگرام، علمی و روحانی شخصیات کی اصلاحی و روحانی گفتگو جو بچوں کی ذہنی صلاحیت کے مطابق ہو، بھی دکھائی جا سکتی ہے۔

والدین بچوں کو یہ اختیار ہرگز نہ دیں کہ وہ جب چاہیں جیسا چاہیں پروگرام چلائیں اور دیکھیں، کیونکہ اس طرح بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اس امر کا بھی خصوصی خیال رکھنا چاہیے کہ بچے چھوٹے اور ناسمجھ ہوتے ہیں، انہیں فضول اور لغو مصروفیات سے بچا کر ان کی اسلامی تربیت کریں۔ بچوں کو ہر وقت کمپیوٹر کے ساتھ مصروف نہ رہنے دیں بلکہ ان کے لیے ایک ٹائم ٹیبل متعین کریں جس میں وہ بیٹھ کر اسلامی پروگرام دیکھ سکیں اور والدین بچوں کو ان چیزوں کا استعمال اس طرح کرنا سکھائیں جو بچوں کی دنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن بن

جائے۔

سوال 65: بچوں میں فکری مہارت کیسے پیدا کی جائے؟

جواب: بچوں میں فکری مہارت پیدا کرنے کے لیے درج ذیل مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں:

1۔ بچہ جب کوئی بھی کام کرنے لگے تو بسم اللہ سے اس کا آغاز کرے۔ اسے اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ وہ یہ کام ضرور کرسکتا ہے، ساتھ ہی اسے اس کام کے کرنے کا طریقہ کار بھی وضاحت سے سمجھا دیا جائے۔

2۔ بچوں کے لیے غیر نصابی سرگرمیاں بھی اختیار کرنی چاہئیں۔ مثلاً ایک نقشہ اسکول سے گھر تک کے راستے کا بنایا جائے اور بچے کو راستہ سمجھایا جائے، تاریخی واقعات کے بارے میں ایک نقشہ بنایا جائے اور پھر بچے کو سمجھایا جائے، کوکنگ کی کلاس لی جائے جس میں بچے کو درجہ حرارت اور چیزوں کی مقدار کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں۔

3۔ والدین کو چاہیے کہ جب وہ اپنے بچے کو بازار لے جائیں تو وہاں موجود تمام چیزوں کی پہچان کروائیں مثلاً روپے کی اہمیت، چیزوں کے اوزان وغیرہ۔

4۔ بچے سے سوالات پوچھتے وقت حاکمانہ رویہ اختیار نہ کیا جائے بلکہ اپنے لہجے اور انداز کو نرم رکھنا چاہیے تاکہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھ جائے۔ بچے کو جواب کے لئے سوچنے کا وقت دینا چاہیے اور اس کو اپنے الفاظ میں وضاحت کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔ بعد ازاں بچے کا جواب صحیح یا غلط ہونے کی وجہ بتانی چاہیے۔

5۔ والدین کو بچے کے سوالات پر اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور اس کے سوالات کے جوابات کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار رکھنا چاہیے۔

6۔ بچے کے برے عمل کے مقابلے میں اس کے اچھے عمل کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اور اس کی کامیابی اور ناکامی کے اسباب کی وضاحت کرنی چاہیے۔ بچے کی کامیابی پر اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

7۔ بچے کو اس بات کی اجازت دینی چاہیے کہ وہ خود ہی اپنی غلطیاں تلاش کرے۔ بعد میں والدین اس کی اصلاح کرنے میں اس کی مدد کریں۔

مذکورہ بالا تدابیر اختیار کر کے بچوں میں فکری مہارت پیدا کی جا سکتی ہے۔

سوال 66: بچوں کو کھیل کود کے مواقع فراہم کرنا کیوں ضروری ہیں؟

جواب: بچوں کو کھیل کود کے مواقع فراہم کرنا اس لیے ضروری ہیں کہ ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے کھیل بچے کے لیے لازمی امر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کھیل سے جسم چست اور پھرتیلا ہوتا ہے۔ کھیلنے کودنے سے اعضاء کھلتے ہیں۔ اعصاب مضبوط اور کشادہ ہوتے ہیں۔ کھیل سے بچپن میں وہ نہ صرف چاق و چوبند رہتے ہیں بلکہ ان میں سیکھنے کی صلاحیت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے

حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عرامة الصبي في صغرة، زيادة في عقله في كبره. (1)

(١) ١۔ حكيم ترمذى، نوادر الأصول فى أحاديث الرسول ﷺ، ٢: ٣٤٦
٢۔ صنعاني، التنوير شرح الجامع الصغير، ٧: ٢٢٣، رقم: ٥٣٩٥

بچے کا بچپن میں کھیل کود کرنا بڑے ہو کر اس کے عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نہ صرف بچوں سے کھیلا کرتے بلکہ ان کو کھیل کود کے مواقع بھی فراہم کرتے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كان الحسن والحسين رضي الله عنهما يصطرعان بين يدي رسول الله ﷺ. (۱)

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔

امام غزالی اسی نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

وينبغي أن يؤذن له بعد الانصراف من الكتاب أن يلعب لعبا جميلا، يستريح إليه من تعب المكتب بحيث لا يتعب في اللعب، فإن منع الصبي من اللعب وإرهاقه إلى التعلم دائما يميت قلبه ويبطل ذكاءه وينغص عليه العيش، حتى يطلب الحيلة في الخلاص منه رأسا. (۲)

بچے کو مکتب و مدرسے سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینی چاہیے جس کے ذریعے مکتب و مدرسے کی تکان اُتر جائے۔ لیکن اس حد تک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ اس میں بھی وہ تھکن سے چور چور ہو جائے۔ اس لیے کہ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس

---

(۱) أبو يعلى، المعجم، ۱: ۱۷۱، رقم: ۱۹۶

(۲) غزالي، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۰

کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ، ذہانت کو ماند اور زندگی کو بے مزہ کردیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کی پڑھائی کے مخصوص اوقات میں ان کو کھیلنے کی اجازت نہ دیں کیونکہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور مطلوبہ مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جونہی بچے سکول کے کام سے فارغ ہوں تو انہیں کھیل کود اور طبیعت ہلکی پھلکی کرنے کا سامان بہم پہنچائیں۔ نیز والدین بچوں کے ساتھ کبھی کبھار کھیل میں شریک ہو کر اُن کی خوشی کا باعث بن سکتے ہیں۔ اِس کے علاوہ جیت اور ہار کی دونوں کیفیات میں صحیح طرز عمل کی تلقین سے بچوں کی جذباتی تربیت اور ان کی غلطیوں کی اصلاح بھی کر سکتے ہیں۔

سوال 67: اسلام بچوں کو کیسے کھیلوں کی ترغیب دیتا ہے؟

جواب: اسلام بچوں کو تیر اندازی، گُھڑ سواری، دوڑ اور تیراکی جیسے کھیل کھیلنے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ کھیل حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات اور طرزِ عمل سے ثابت ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت جابر بن عمیر انصاری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَيْءٍ لَيْسَ مِنْ ذِكْرِ اللهِ عزوجل فَهُوَ لَهْوٌ أَوْ سَهْوٌ إِلَّا أَرْبَعُ خِصَالٍ: مَشْيُ الرَّجُلِ بَيْنَ الْغَرَضَيْنِ، وَتَأْدِيبُهُ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَةُ أَهْلِهِ، وَتَعَلُّمُ

السَّبَاحَةِ.(۱)

ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہیں وہ لغو ہے یا غفلت کا باعث ہے، سوائے چار کاموں کے: آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا، گھڑ سواری کی تربیت، اہل خانہ کے ساتھ کھیلنا اور تیراکی سیکھنا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰی نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيْلَ، فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا، ارْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ. قَالَ: فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيْهِمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ. قَالُوْا: كَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ارْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.(۲)

حضور نبی اکرم ﷺ قبیلہ اسلم کے بعض لوگوں کے پاس سے گزرے تو وہ تیراندازی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بنی اسماعیل! تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ (حضرت اسماعیل) تیرانداز تھے۔ تم تیراندازی

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵: ۳۰۳، رقم: ۸۹۴۰
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۲: ۱۹۳، رقم: ۱۷۸۵
۳۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۵، رقم: ۱۹۵۲۵

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب التحريض على الرمي......، ۳: ۱۰۶۲، رقم: ۲۷۴۳
۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۱۰۳، رقم: ۲۴۶۵
۳۔ بيهقى، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۷، رقم: ۱۹۵۳۹

کرو اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا جو تیر اندازی نہیں کرتے؟ اُنہوں نے عرض کیا: ہم کس طرح تیر اندازی کریں جبکہ آپ فریق ثانی کے ساتھ ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے:

كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ، لَا تُسْبَقُ، قَالَ حُمَيْدٌ: أَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حَتّٰى عَرَفَهُ، فَقَالَ: حَقٌّ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ.(1)

حضور نبی اکرم ﷺ کی اُونٹنی مبارک کا نام عضباء تھا۔ دوڑ میں کوئی اُونٹنی اُس سے سبقت نہیں لے جا سکتی تھی۔ حمید راوی بیان کرتے ہیں: بلکہ سبقت لے جانے کے قریب بھی نہ پھٹکتی تھی۔ ایک دفعہ ایک ناقہ سوار اعرابی آیا تو اُس کی اونٹنی دوڑ میں عضباء سے آگے نکل گئی۔ مسلمانوں پر

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب ناقة النبي ﷺ ......، ۳: ۱۰۵۳، رقم: ۲۷۱۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۳، رقم: ۱۲۰۲۹

۳۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في كراهية الرفعة في الأمور، ۴: ۲۵۳، رقم: ۴۸۰۲

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۳: ۴۲، رقم: ۴۴۲۹

یہ حرکت بڑی شاق گزری۔ حتی کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو بھی اُن کی ناراضگی کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ جب وہ دنیا میں کسی کو بلند کرتا ہے تو پھر اسے نیچے بھی گراتا ہے (یعنی کھیل میں ہار جیت ہوتی رہتی ہے)۔

حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ: الْعَوْمَ وَالرِّمَايَةَ. (1)

تم اپنی اولاد کو تیراکی اور تیر اندازی (جیسے عملی فنون) سکھایا کرو۔

علاوہ ازیں ایسے کھیل کھیلنے کی ترغیب دینی چاہئے جو بچوں کو جسمانی لحاظ سے صحت مند اور چست بنائیں اور قویٰ و اعضاء میں سختی برداشت کرنے کی طاقت پیدا کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا مومن زیادہ پسند ہے جو قوی اور طاقت ور ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ. (2)

طاقت ور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور

---

(۱) ابن أبي الدنيا، العيال، ۲: ۵۷۹، رقم: ۳۹۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز......، ۴: ۲۰۵۲، رقم: ۲۶۶۴

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۶۶، رقم: ۸۷۷۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب التوكل واليقين، ۲: ۱۳۹۵، رقم: ۴۱۶۸

پسندیدہ ہے۔

سوال 68: کیا حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے؟

جواب: جی ہاں! حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ کھیلتے بھی تھے اور کھیلنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا بچوں کے ساتھ کھیلنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَمْشِي عَلٰى أَرْبَعَةٍ، وَعَلٰى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما، وَهُوَ يَقُوْلُ: نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ أَنْتُمَا. (1)

میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے، آپ ﷺ کی پشت مبارک پر امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سوار تھے اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے: تمہارا یہ اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں کا جوڑا بہترین جوڑا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ يَصُفُّ عبدَ الله وعُبَيْدَ الله وكَثيراً من بني العباس، ثم يقول: مَنْ سَبَقَ إِلَيَّ فَلَهُ كذا وكذا، قال: فيستبقون

(1) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۵۲، رقم: ۲۶۶۱
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۱۸۲

إليه، فيقعون على ظهره وصدره، فيقبّلهم، وَيَلْزَمُهُمْ.(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ حضرت عبد اللہ اور حضرت عبید اللہ اور حضرت کثیر بن العباس رضی اللہ عنہم کو ایک لائن میں کھڑا کر کے فرماتے تھے: تم میں سے جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے فلاں فلاں چیز ملے گی۔ راوی کہتے ہیں: سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے (دوڑ کر) ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور آپ کی کمر اور سینے پر گر پڑتے۔ آپ ﷺ اُنہیں چومتے اور سینے سے لگا لیتے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ. فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ. قَالَ: فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً. وَقَالَ: اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ.(۲)

میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک حضور نبی اکرم ﷺ آ گئے، میں (جھجک کی وجہ سے) دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ ﷺ نے میرے پاس آ کر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی (یعنی حوصلہ افزائی کی) اور فرمایا: جاؤ، اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا لاؤ۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴، رقم: ۱۸۳۶
۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۲۶۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب البر و الصلة والآداب، باب من لعنه النبي ﷺ أو سبه أو دعا عليه ......، ۴: ۲۰۱۰، رقم: ۲۶۰۴
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۴۰، رقم: ۲۱۵۰

الغرض حضور نبی اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہر لحاظ سے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ نہ صرف کھیلتے بلکہ مزاح فرماتے اور کھیل میں اُن کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔

سوال 69: کیا ذہنی نشو ونما کے لیے بچوں کا ویڈیو گیمز کھیلنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لیے ویڈیو گیمز کا کھیلنا بھی ضروری ہے کیونکہ ویڈیو گیمز ایسی تفریح ہے جس سے بچوں کی بصری اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ویڈیو گیمز اگر بچے کی ذہنی سطح، عمر اور شعور کو مدنظر رکھ کر کھیلنے دی جائیں تو یہ ذہنی اور جسمانی کارکردگی کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔ ویڈیو گیمز کھیلنے والے بچے ریاضی، جغرافیے اور زبانیں سیکھنے میں اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں۔ ان میں سوچ اور تخلیق کا ملکہ بڑھنے لگتا ہے۔ اسی دوران وہ بہت سے مسائل حل کرنے کے لیے تجزیاتی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ گیمز میں تیزی سے تبدیل ہونے والے حالات اور ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے ان میں مسئلہ کو خود حل کرنے کی مہارت پیدا ہوتی ہے اور ان میں سوچنے کی صلاحیت بھی تیز ہو جاتی ہے۔

لیکن اس میں بھی اعتدال و توازن کی ضرورت ہے۔ اگر بچے اپنا بیشتر وقت ویڈیو گیمز کھیلنے میں صرف کریں گے تو یہ پہلو بچوں کی صحت کے لیے مضر ہے۔ کیونکہ مسلسل گیمز کھیلنے میں مصروف رہنے والے بچوں کے دماغ کے ساتھ ان کی نظر بھی کمزور ہو جاتی ہے اور وہ نفسیاتی مریض بھی بن جاتے ہیں۔ اس سے بچے جھگڑالو، بد اخلاق، تند خو اور چڑچڑے بن جاتے ہیں۔ ان کے جسم کمزور، نحیف اور

لاغر ہو جاتے ہیں۔ سوتے وقت یا اندھیرے میں ڈرنے اور کانپنے لگتے ہیں۔ بہت زیادہ گیمز کھیلنے سے بچوں کے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہو جاتا ہے ہڈیوں اور عضلات کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔

ایسی صورت میں والدین کا فرض ہے کہ ویڈیو گیمز کے لیے گھر میں قاعدے اور ضابطے مقرر کریں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ گیمز پر مکمل پابندی لگا دی جائے۔ والدین کو چاہیئے کہ وہ سنجیدگی اور ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں کو مؤثر ویڈیو گیمز کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ان کو کھیلنے کا مخصوص وقت دیں تاکہ اس سے ان کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہو۔

سوال ۷۰: کارٹون بچوں کی ذہنی نشو و نما پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب: کارٹون کا انتخاب بچوں کی ذہنی نشو و نما میں بیک وقت مثبت اور منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ معیاری کارٹون چینلز کے انتخاب سے بچوں کو سائنسی آلات سے آگاہی ملتی ہے۔ وہ نئے خیالات سے آشنا ہوتے ہیں ان میں بچوں کے لیے تفریح کے ساتھ عام معلومات اور بنیادی انسانی اخلاقی تعلیم بھی ہوتی ہے جو بچے خوشی خوشی سیکھتے ہیں۔

جبکہ غیر معیاری کارٹون چینلز کے انتخاب سے بچوں کے ذہن پر مثبت اثرات کی بجائے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بچے غیر اخلاقی کارٹونز میں جو دیکھتے ہیں عملی زندگی میں ویسا ہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ویسے ہی نتائج برآمد ہونے کے منتظر رہتے ہیں جو انہوں نے پردہ اسکرین پر مشاہدہ کیا تھا، لیکن حقیقت میں ایسا

کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ کارٹون پروگرام میں وہ سب کچھ پیش کیا جاتا ہے جن کا حقیقی اور عملی زندگی سے دور کا تعلق نہیں ہوتا۔ بچے حقیقی زندگی میں دنیا کا مقابلہ کرنے کی بجائے جادوئی، طلسماتی، جنوں، پریوں، دیوتاؤں اور تخیلاتی پرستان کی شہزادیوں اور ٹام اینڈ جیری کے کارٹونوں والی دنیا کے اسیر ہو جاتے ہیں۔

کارٹون کے اسیر بچے اسکول سے آتے ہی بستہ پھینک کر کارٹون چینل آن کر دیتے ہیں۔ کھانا وہیں کھاتے ہیں۔ ہوم ورک وہیں کرتے ہیں۔ کپڑے وہیں تبدیل کرتے ہیں۔ تعلیمی معیار میں خرابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بچوں کا دھیان کارٹون نیٹ ورک میں ہوتا ہے اور ہاتھ ہوم ورک کر رہے ہوتے ہیں۔ ایسے میں ہوم ورک تو ہو جاتا ہے مگر مقصدیت سے خالی۔ بچے جسمانی و ذہنی نشو و نما کو فروغ دینے والے کھیل اور سرگرمیوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔

والدین اپنی مصروفیات میں مگن بچوں کی ضد اور رونے سے بچنے کے لیے غیر شعوری طور پر ایسے کارٹون چینل لگا دیتے ہیں، لیکن اُنہیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ مسلسل غیر معیاری کارٹون دیکھنے سے بچوں کے ذہن پر کیا منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین بچوں کو ایسے کارٹون پروگرام دکھائیں جو معیاری اور بامقصد ہوں، جو بچوں کی ذہنی و جسمانی صحت پر مثبت اثرات مرتب کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ مناسب وقت کا تعین بھی ضروری ہے۔

2۔ بچوں کی دینی تربیت میں والدین کا کردار

سوال 71: والدین بچوں کی ایمانی تربیت کیوں کریں؟

جواب: اسلامی منہج کی رو سے ایمانی تربیت بچے کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں اصل اور بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ ایمان کی ضرورت سے کوئی بھی بچہ بے نیاز نہیں رہ سکتا بلکہ یہ تو باقی تمام ضروریات کے لیے راہنما کی حیثیت رکھتی ہے اور اُن میں پاکیزگی اور نکھار لاتی ہے۔ ایمان کی طلب ایک انسانی ضرورت ہے جو اسے باقی تمام مخلوقات سے منفرد اور ممتاز بناتی ہے۔

وہ وجوہات جن کی بناء پر بچوں کی ایمانی تربیت ضروری ہے درج ذیل ہیں:

1۔ انسانی زندگی کے لیے ایمان لازم، ضروری اور عظیم ترین شے ہے، یہ وہ عظیم حقیقت ہے جس کی تائید مختلف تہذیبوں کی تاریخ کے نفسیاتی و فلسفیاتی مطالعہ سے ہوتی ہے۔

2۔ دورِ حاضر میں انسانی اقدار اور اخلاق حسنہ سے دوری کی وجہ سے تہذیب برائیوں میں گھری نظر آتی ہے جو عقیدے کی کمزوری اور ایمان کی طرف میلان نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

3۔ عصر حاضر میں معاشرہ اخلاقی انحطاط اور دینی و روحانی کمزوریوں کا شکار ہو چکا ہے۔ محبت، تعاون، معاشرتی اتحاد و یکجہتی اور اخلاق حسنہ کی کمی کی وجہ سے دینی

معاملات میں سستی، غفلت اور لاپرواہی در آئی ہے۔

4۔ فطرت کی حفاظت و نگہداشت کے لیے بھی ایمانی تربیت ضروری ہے وہی فطرت جس پر انسان کی پیدائش ہوئی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ.(1)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

بچے کو جیسا ماحول اور تربیت میسر آئے گی بچہ اسی رخ پر چلے گا۔ لہٰذا پیدائش کے ساتھ ہی صحیح، موزوں سمت اور بے عیب فطرت کی طرف ایمانی تربیت نہایت ضروری ہے۔ اگر بچے کو اسلامی ماحول اور ایمانی تربیت میسر آئے گی تو وہ یقیناً معاشرہ میں حقیقی باعمل مسلمان بن کر اُبھرے گا۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما قيل فى أولاد المشركين، ۱: ۴۶۵، رقم: ۱۳۱۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة ......، ۴: ۲۰۴۷، رقم: ۲۶۵۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۳، رقم: ۷۱۸۱

۳۔ أبو داؤد، السنن، كتاب السنة، باب في ذراي المشركين، ۴: ۲۲۹، رقم: ۴۷۱۴

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب القدر، باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة، ۴:۴۴۷، رقم:۲۱۳۸

سوال 72: بچوں کی بنیادی ضروریات کیا ہیں؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر سے بچوں کی بنیادی ضروریات کو درج ذیل پانچ درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1۔ مادی ضروریات

زندگی کی بقاء کے لیے بچے کو جن بنیادی ضروریات سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں کھانا، پینا اور رہائش شامل ہیں۔ بچے کو اگر بھوک و پیاس کا احساس ہوتا ہے تو وہ اس مادی ضرورت کو حاصل کرنے کے لیے رونے اور چیخنے چلانے کا سہارا لیتا ہے۔ اس اعتبار سے رونا بھی ایک زبان ہے جس کے ذریعے سے بچہ اس خاص ضرورت کے متعلق اظہار کرتا ہے۔

2۔ امن کی ضروریات

بچہ خوف اور خطرات سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے جو بھی کوشش کرتا ہے اس میں وہ اپنی اسی ضرورت کو بیان کرتا ہے۔ بچہ بھی اپنی ذاتی حفاظت کے پیشِ نظر بہت سے رویوں کا سہارا لیتا ہے۔

3۔ معاشرتی ضروریات

معاشرے کے ساتھ ربط و تعلق اور قوم کا ایک فرد ہونے کا شعور بچے کی ذاتی اور معاشرتی ضرورت ہے۔ طبعی طور پر بچہ زندگی میں میل جول اور روابط بڑھانے کو پسند کرتا ہے اور یہی فطرتی رغبت اسے دوسروں سے تعلقات قائم کرنے

کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس طرح وہ دوسروں کے ساتھ محبت، اخلاص اور تعاون پر مبنی تعلقات کا رشتہ قائم کرتا ہے۔

4۔ ذاتی احترام کی ضروریات

بچے کو اپنے متعلق یہ شعور رکھنا ضروری ہے کہ وہ اچھے اعمال سرانجام دے سکتا ہے اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہے یعنی اسے اپنے بارے میں خود مختاری کا شعور ہوتا ہے۔

5۔ ذاتی قبولیت کی ضروریات

بچے کو یہ ضرورت بھی لاحق ہوتی ہے کہ وہ اپنی مختلف قسم کی مہارتوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھا کر کامیابیوں کے حصول میں ہر ممکن کوشش کرے اور ان کے ذریعے اپنی خوش قسمتی کو سچا کر دکھائے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بھی ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ. (1)

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ولقد يسرنا القرآن لذكر......، ۶: ۲۷۴۵، رقم: ۷۱۱۲

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب كيفية الخلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته، ۴: ۲۰۴۱، رقم: ۲۶۴۹

۳۔ أبوداؤد، السنن، كتاب السنة، باب في القدر، ۴: ۲۲۸، رقم: ۴۷۰۹

۴۔ ترمذی، السنن، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة هود، ۵: ۲۸۹، رقم: ۳۱۱۱

ہر شخص کے لیے وہ منزل آسان کر دی جاتی ہے جس کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے۔

سوال 73: کیا والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے؟

جواب: جی ہاں! والدین کو اپنے تمام بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اولاد کے درمیان مساوات قائم رکھنا بھی تربیت کا ایک اصول ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ سب بچوں کو ایک ہی طرح کی چیز دیں، ایک ہی طرح کا ان سے سلوک کریں اور سب سے ایک جیسی محبت کریں۔

کسی بھی بچے کو متوازن شخصیت کا حامل بنانے میں اس کے والدین کا کردار اہم ہے۔ یہ اُس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب وہ اپنی تمام اولاد کے ساتھ برابری کا سلوک کریں۔ ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں، محبت کے معاملے میں اور نہ ہی روز مرہ کے معمولات زندگی یعنی خوراک، تعلیم اور پرورش وغیرہ کے معاملے میں۔ جو والدین یہ مساوات قائم رکھنے میں کامیاب ہوگئے گویا وہ اپنے بچوں کو کامیاب افراد بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ احادیث مبارکہ میں بھی بچوں کے درمیان برابری کا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَوُّوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ.(1)

---

(1) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۵۴، رقم: ۱۱۹۹۷

۲۔ بیهقی، السنن الکبری، ۶: ۱۷۷، رقم: ۱۱۷۸۰

۳۔ حارث، مسند الحارث، ۱: ۵۱۲، رقم: ۴۵۴

اپنی اولاد میں تحائف کی تقسیم میں برابری رکھا کرو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

فَاتَّقُوا اللهَ، وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ.[1]

اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّ أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ حَتّٰى فِي الْقُبَلِ.[2]

بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی۔

الغرض حضور نبی اکرم ﷺ کی کئی احادیث مبارکہ سے اولاد کے درمیان عدل و مساوات اور ان سے ایک جیسی محبت کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیے۔

سوال 74: اگر والدین اپنے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک نہ کریں تو اس کے نقصانات کیا ہوسکتے ہیں؟

جواب: اگر والدین اپنے بچوں سے یکساں سلوک نہ کریں تو ان کے اس غیر مساوی رویے سے بچے اخلاقی اور نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ بچوں کے دلوں میں حسد اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ خوف اور رونے کی عادات پیدا ہوجاتی ہیں اس

(۱) بخاری، الصحیح، كتاب الهبة و فضلها باب الإشهاد في الهبة، ۲: ۹۱۴، رقم: ۲۴۴۷

(۲) ہندي، كنز العمال، ۱۶: ۱۸۵، رقم: ۴۵۳۵۰

سے بچے گستاخ، باغی، جھگڑالو اور نافرمان بن جاتے ہیں۔ پھر بچے رات کو اکثر ڈرتے ہیں اور اعصابی امراض کے علاوہ احساس کمتری کا شکار ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا والدین کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کے مابین پیار اور محبت میں مساوات سے کام نہیں لیں گے تو جس بچے نے یہ محسوس کر لیا کہ اس پر کم توجہ دی جارہی ہے اور اس کی نسبت اس کے دوسرے بہن بھائیوں سے زیادہ پیار کیا جا رہا ہے تو وہ مذکورہ بالا بیماریوں کا شکار ہوسکتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ والدین اپنے بچوں کے مابین یکساں سلوک نہ کریں اور اولاد کے درمیان انصاف قائم نہ کریں۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے منبر پر بیان فرمایا:

أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً. فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ، فَأَتٰى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً. فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَکَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِکَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَاتَّقُوا اللهَ، وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِکُمْ. قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ.(1)

---

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الهبة وفضلها، باب الإشهاد في الهبة، ۲: ۹۱۴، رقم: ۲۴۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة، ۳: ۱۲۴۲، رقم: ۱۶۲۳

۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الإجارة، باب في الرجل يفضل بعد ولده في النحل، ۳: ۲۹۲-۲۹۳، رقم: ۳۵۴۲-۳۵۴۵

میرے والد نے مجھے کچھ عطیہ دیا (میری والدہ) عَمْرَہ بنت رَواحہ نے (میرے والد یعنی اپنے شوہر سے) کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک آپ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنائیں۔ لہٰذا وہ (یعنی میرے والد) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: میں نے اپنے بیٹے کو جو عَمْرَہ بنت رواحہ سے ہے ایک عطیہ دیا ہے۔ یا رسول اللہ! وہ مجھ سے کہتی ہے کہ میں آپ کو گواہ بناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو۔ راوی کہتے ہیں: پس وہ واپس لوٹ آئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا (شاید ان کے پاس اس وقت سب کو برابر دینے کی مالی استطاعت نہ تھی۔ اس لیے اس عمل کو اگلے وقت پر مؤخر کر دیا ہو)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَجُلٌ، فَجَاءَ ابْنٌ لَهُ، فَقَبَّلَهُ وَأَجْلَسَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ، ثُمَّ جَائَتْ بِنْتٌ لَهُ، فَأَجْلَسَهَا إِلٰى جَنْبِهٖ. قَالَ: فَهَلَّا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا. (1)

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر تھا کہ اس شخص

(۱) ۱۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۴:۸۹
۲۔ بیهقی، شعب الایمان، ۶: ۴۱۰، رقم: ۸۷۰۰
۳۔ تمام رازی، الفوائد، ۲:۲۳۷، رقم:۱۶۱۶
۴۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۱۳:۳۹۶

کا بیٹا اس کے پاس آیا۔ اس شخص نے اسے چوما اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر اس کی بیٹی آئی تو اس نے اسے پہلو میں بٹھا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ان دونوں کے درمیان عدل کیوں نہ کیا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے یہاں بچوں کے درمیان پیار کے اظہار میں بھی غیر مساویانہ رویے کو ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کے درمیان ہر معاملے میں عدل وانصاف قائم کرو۔

سوال 75: بچوں کی نفسیاتی تربیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: بچوں کی نفسیاتی تربیت کے متعدد معانی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ نفسیاتی تربیت سے مراد زندگی کے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بچے کی تربیت اس انداز میں کرنا ہے کہ اس میں ہمدردی، اچھے روابط اور محبت کے جذبات فروغ پائیں۔

2۔ بچے میں موجود مثبت اور خیر وبھلائی کی صفات کو اس طرح نکھارنا کہ وہ ممکن حد تک کمال کا درجہ حاصل کر لیں۔

3۔ بچے کی کامل شخصیت کی تعمیر کے لیے اس کے عمل اور کردار کی مسلسل اصلاح کرتے رہنا۔

4۔ بچے کے قدرتی اور فطرتی اوصاف کی نگہداشت کرنا اور اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے جدوجہد کرنا۔

5۔ بچے کو فرائض کی عمدہ طریقے سے ادائیگی کے لیے ایسے قوانین اور قواعد و

ضوابط کا عادی بنانا جو اس کی تربیت اور پرورش میں ممد و معاون ثابت ہوں۔

6۔ کائنات، زندگی اور دنیوی اُمور سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں بچے کے ذہنی و نفسیاتی رجحانات و میلانات کی تعمیر کرنا۔ اس کے اندر وہ شعور اور احساس پیدا کرنا جو اسے حق و باطل، درست و غلط اور پسندیدہ و ناپسندیدہ کے مابین امتیاز اور فرق سے آشنا کر دے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا. (1)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے (تو) وہ تمہارے لیے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت (و ہدایت) مقرر فرما دے گا۔

7۔ نیکی اور بھلائی کے اُمور میں پیش قدمی کے لیے بچے کو جرات اور ہمت کی ترغیب دینا اور اس سلسلے میں انعام کے ذریعے حوصلہ افزائی کرنا۔

8۔ بچے کی قدرتی اور فطرتی عادات کو اسلامی اصولوں کے مطابق اس طرح نکھارنا کہ ان عادات کو نہ تو بالکل کچل دیا جائے اور نہ ہی اسے مطلق آزادی دی جائے۔

الغرض بچے کی نفسیاتی تربیت سے مراد اس کی شخصیت کی تعمیر اور اس کے ذاتی و نفسیاتی اوصاف کی تکمیل ہے جو کہ ترقی، رہنمائی اور ہدایت کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

(۱) الأنفال، ۸:۲۹

سوال 76: بچوں کی نفسیاتی تربیت کا دار و مدار کن چیزوں پر ہے؟

جواب: بچوں کی نفسیاتی تربیت کا دار و مدار ان کی ضروریات اور حاجات کو ملحوظ رکھنے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اچھی پرورش اور بہتر نگہداشت کے عمل کو شروع کرتے وقت درج ذیل ضروریات اور حاجات کو اہمیت دی جائے۔

1۔ سکون و اطمینان کی ضرورت

بچے کی اہم ترین ضرورت جس کا نفسیاتی تربیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے وہ سکون و اطمینان ہے۔ یہی ضرورت اس کے اندر وہ جذبہ اور رجحان پیدا کر دیتی ہے جسے بچے کے اقدامات اور ترجیحات میں ایک قائدانہ حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا بچے کو سکون مہیا کرنے اور اس کے اندر اسی جذبہ کو بیدار کرنے کے لیے والدین کے کردار کو بنیادی درجہ حاصل ہے۔

2۔ دوطرفہ محبت کی ضرورت

محبت کا شعور بچے کی بنیادی ضرورت ہے جو بچے کو امن وسکون اور اطمینان مہیا کرتی ہے اور اس کی قدرتی و فطرتی ضروریات کو پورا کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھ دی ہیں۔ والدین کی محبت ہی بچے کو محبت کرنے کا انداز سکھاتی ہے اور پھر محبت کا یہ میلان اس کی نشو ونما کے ساتھ مزید بڑھتا چلا جاتا ہے۔ بچوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ اور حسنِ سلوک سے دوطرفہ محبت اور نفسیاتی اطمینان میسر آتا ہے اور یہی چیز بچے کے لیے والدین کی محبت کی حقیقی اور مثالی تعبیر ہے۔ اسی کے ذریعے بچہ اپنے ساتھ محبت کرنے والے افراد کی اُلفت کا ہمہ جہتی جائزہ لیتا ہے۔

3۔ میل جول پر مبنی مشترکہ زندگی اور خاندان کے تعلق کی ضرورت

بچے کی نفسیاتی تربیت کا میل جول پر مبنی مشترکہ زندگی اور خاندان کے تعلق کی ضرورت سے گہرا تعلق ہے۔ بچے کو باشعور ہوتے ہی اپنے خاندان کے ساتھ تعلق اور نسبت کا شعور آ جاتا ہے اور یہ انسانیت کا اولین جذبہ ہے جو اس کے لیے نسبت کے حق کو ثابت کرتا ہے۔ اس کی تکمیل اس کے ساتھ محبت کے اظہار اور خاندان کے اندر اس کے لیے امن وسکون کی فضا مہیا کرنے کے ذریعے سے ہوتی ہے۔

بچہ ہمیشہ اپنے خاندان کی گرم جوشی اور شفقت و پیار کے ذریعے ہی سے محبت کا جوہر حاصل کرتا ہے۔ والدین اور خاندان کے دیگر افراد کی بچے کے ساتھ محبت ہی اسے محبت کا انداز سکھاتی اور اس کے محبت کے جذبہ کو بیدار کرتی ہے اور بچے کے اندر ربط و تعلق کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

4۔ احترام و تکریم کی ضرورت

بچے کو احترام و تکریم کی ضرورت ہوتی ہے جس کا نفسیاتی تربیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ احترام و تکریم کا شعور بچے کے اندر ایک پس منظر کھڑا کر دیتا ہے جو بچے کو اصولوں پر قائم رہنے کی ترغیب دلانے کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پوری عزت اور فخر کے ساتھ ان کا دفاع کرنے والا بن جاتا ہے۔ عزت و تکریم بچے کو بے راہ روی کے افکار و نظریات کے سامنے حرفِ انکار کہنے کی جرات سے ہمکنار کرتی ہے۔

5۔ آزادی

بچے کی ذہانت اور سمجھداری کو پروان چڑھانے اور اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو

جلا بخشنے کے لیے اسے آزادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کو اپنی آزادی وخودمختاری اور اس سلسلے میں ماحول کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی کا جس قدر زیادہ شعور حاصل ہوتا ہے اسی قدر اسے اپنے پسندیدہ ہونے کا شعور نصیب ہوتا ہے۔

6۔ دوسروں میں مقبول کرنے کی ضرورت

دوسروں کے ہاں مقبول اور پسندیدہ ہونے کی خواہش بچے کی ذاتی ضرورت ہے۔ اِس ضرورت کو پورا کرنے سے بچے کی مثبت صفات کو فروغ ملتا ہے اور وہ بہت سے ایسے منفی رویوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے جو اسے اپنے آپ کو پسندیدہ بنانے کی راہ میں لاحق ہوتے ہیں۔ ان منفی رویوں سے بچے کو محفوظ رکھنا والدین کی طرف سے مخصوص تربیتی کردار کا تقاضا کرتا ہے تاکہ بچے کی دوسروں کے ہاں قبولیت اور پسندیدگی کی ذاتی ضرورت مستحکم ہو۔

7۔ کامیابی کی ضرورت

کامیابی بچے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے ساتھ زندگی کی مشکلات اور مستقبل کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ بچے کی استعداد خواہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو وہ اس کے ذریعے اپنی ذاتی حیثیت اور نشو ونما کے مراحل کے مطابق کامیابی حاصل کرتا ہے۔ بڑے افراد کی نظر میں جو چیز معمولی ہوتی ہے وہ بچوں کی سمجھ کے مطابق کامیابی کہلاتی ہے۔ لہٰذا جب بچے کی کامیابیوں کو تسلیم کیا جائے تو اس سے اسے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا بچے کو کامیابی کے مواقع اور لمحات فراہم کرنا والدین کی ذمہ داری ہے۔

الغرض یہ تمام ضروریات بچے کے لیے ضروری ہیں تاکہ اسے معاشرے میں گھل مل جانے کی تربیت حاصل ہوتی رہے اور بچہ بے چینی سے آزاد، مطمئن اور بھرپور شخصیت کا حامل بن سکے۔ ان ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ والدین میں خاطر خواہ اصلاح اور ان کو بروئے کار لانے کی حد درجہ مہارت ہو اس کے بعد ہی وہ قواعد وضوابط کی روشنی میں اور مکمل توازن کے ساتھ ان ضروریات کے ذریعے بچے کی شخصیت کی تعمیر کر سکتے ہیں۔

سوال 77: والدین بچوں کی نفسیات کیسے سمجھیں؟

جواب: والدین بچوں کے انداز و اطوار کے اسباب ومحرکات اور ان کی ذاتی و بنیادی ضروریات کو سمجھ کر ہی ان کی نفسیات سمجھ سکتے ہیں۔ ان اُمور کو سمجھے بغیر سرسری و سطحی انداز میں معاملہ کرنا بالعموم بچوں کے طرزِ زندگی کو پیچیدہ اور مشکل بنا دیتا ہے۔ خواہ وہ بچپن کے مرحلہ میں ہوں یا نشو ونما کے دیگر کسی مرحلہ میں۔

یہ حقیقت نفسیاتی وتربیتی تحقیقات کی رو سے ثابت ہے، اور اس سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں ہمارے دین اسلام نے اس کی توثیق فرمائی ہے کہ ہر طرزِ عمل کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى.(1)

(1) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي، ۱:۳، رقم:۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب قوله: إنما الأعمال بالنية وأنه ــــ

بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

بچوں کی ذاتی اور بنیادی ضروریات اپنا وجود رکھتی ہیں۔ ہر بچہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا۔ ان کی ضرورت محسوس کرتا ہے اگر بچے کی ان بنیادی ضروریات کو پورا نہ کیا جائے اور لاپرواہی برتی جائے تو پھر بچہ اپنی حاجات کو اکثر غلط اور ناپسندیدہ طریقوں سے پورا کرنے کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

بچے کی بنیادی ضروریات سے لاپرواہی اور عدم توجہی کے نتیجے میں بچے کو درج ذیل صورتیں لاحق ہوسکتی ہیں:

1۔ بچہ حد سے زیادہ حساسیت کی وجہ سے ذمہ داریوں سے گریز، پہلوتہی اور اپنی ذات میں سمٹاؤ جیسے عوارض کا شکار ہو جائے گا اور یہ عوارض اس کی مستقبل کی شخصیت کو بے جان کر دینے کا باعث بن سکتے ہیں۔

2۔ بچہ اپنی ضروریات کو حاصل کرنے کے لیے تشدد اور جارحیت کا راستہ اپنا سکتا ہے۔ بچے کا اپنے خاندانی حلقے اور اپنے والدین کے خلاف اختیار کردہ ردِعمل انتقام کی کئی شکلیں اختیار کر سکتا ہے اور اس کی مختلف علامات ہوسکتی ہیں مثلاً بغض و عناد اور تشدد و جارحیت کے طریقوں کو اپنانا وغیرہ۔

.... يدخل فيه الغزو وغيره من الأعمال، ۳: ۱۵۱۵، رقم: ۱۹۰۷

۳۔ أبوداؤد، السنن، كتاب الطلاق تفريع أبواب الطلاق، باب فيما عني به الطلاق والنيات، ۲: ۲۶۲، رقم: ۲۲۰۱

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزہد، باب النية، ۲: ۱۴۱۳، رقم: ۴۲۲۷

لہٰذا والدین کو اپنے بچے کی نشو و نما کے طریقوں اور اس کی ذاتی ضروریات کی جس قدر معرفت حاصل ہو گی اُسی قدر وہ بچے کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے اپنے بچے کی صحیح اور محفوظ رہنمائی کر سکیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ بچہ اپنے انداز و اطوار اور روزمرہ کے رویوں میں بہت حد تک اپنے گھر اور قرب و جوار کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ جو اس کی نشو و نما اور پرورش میں اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں، تاہم بچے کے انداز و اطور میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا اکثر تعلق خود اس کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔ جب والدین کو بچے کی ذاتی ضروریات اور اس کی نشو ونما کے مختلف مراحل کی خصوصیات کی پہچان ہو جاتی ہے تو انہیں بچے کے خاموش کلام کی سمجھ آ جاتی ہے اور بچے کے طرزِ عمل میں پیدا ہو جانے والے بگاڑ پر بھی انہیں کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے۔

بچے کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے والدین کا وہ خوف بھی ختم ہو جاتا ہے جو اچھی تربیت اور عمدہ رہنمائی کے سلسلے میں انہیں لاحق رہتا ہے اور وہ بچے کے ساتھ تناؤ سے لبریز رویے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ معرفت والدین کو اپنے بچوں کی مہارت اور ان کی صلاحیتوں کو کچلنے کی بجائے ترقی اور فروغ دینے پر آمادہ کرتی ہے اور بچے کی قدرتی اور فطری صلاحیتوں کے ظاہر ہونے اور پھر انہیں ترقی دینے کی راہوں کو آسان کرتی ہے۔

سوال 78: بچوں کی نفسیات نہ سمجھنے پر والدین کو کن رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

جواب: ہر بچے کی کوئی نہ کوئی ذاتی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی شخصیت اور اس کے کردار پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بچے کے ساتھ برتاؤ کرنے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی بہتر رہنمائی اور عمدہ نشو ونما کی خاطر اس کی نفسیات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

بچہ جس وقت روحانی اور جسمانی نشو ونما کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے اس وقت اس کی اولین ضرورت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے اپنی حیثیت و اہمیت منوائے اور اس کا اظہار بھی کرے۔ یہ اس کی خود مختاری، خود اعتمادی اور ذاتی صلاحیتوں کے شعور و ادراک پر مبنی رجحان کا پہلا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے لیے بچہ مختلف قسم کے رویے اپنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کے یہ رویے والدین کی بے قراری اور پریشانی کا موجب بنتے ہیں جبکہ بچے کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کے والدین اسے نظر انداز نہ کریں۔ بلکہ ایک مستقل شخصیت کے طور پر اس کا اعتراف کریں اور اس کے نمایاں وجود کو تسلیم کریں۔ جب والدین بچے کی نفسیات کو سمجھ نہیں پاتے تو انہیں بچے کے درج ذیل رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

1۔ ضد و عناد

بچہ ضد اور انکار کے ذریعے والدین کی خواہش و آرزو کی کھلم کھلا مخالفت کرتا ہے۔ والدین کی بات کو توجہ سے نہیں سنتا اور بیماری کے بہانے بھی بنانے لگتا ہے۔

2۔ توڑ پھوڑ

جب والدین بچے کو سمجھ نہیں پاتے تو وہ توجہ حاصل کرنے کے لیے ارد گرد کی اشیاء کو توڑنے پھوڑنے لگتا ہے۔

3۔ کھانے سے انکار

بچہ کھانا کھانے سے انکار کر کے والدین کو بے چین کر کے ان کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

4۔شور وغل

بچہ روزمرہ کے معمولات میں اپنی بات منوانے کے لیے شور وغل کا سہارا لیتا ہے۔

5۔ چیخنا چلانا

بچہ والدین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے گھر آئے ہوئے مہمانوں کا بھی لحاظ یا خیال نہیں کرتا بلکہ ان کے سامنے چیختا چلاتا ہے۔ پھر والدین بھی مہمانوں کے سامنے پریشان کن ردِعمل اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

6۔ خود ساختہ جھوٹ

بچہ اپنی حیثیت منوانے کے لیے جھوٹ بول کر ایسے کارناموں کو سرانجام دینے کا دعویٰ کرتا ہے جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا۔

الغرض بچہ والدین کو متوجہ کرنے کے لیے مختلف پریشان کن رویے اختیار

کرتا ہے۔ بچے کے اس طرح کے طرزِ عمل کو دیکھتے ہی والدین کے متنبہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے سب سے پہلے بچے کے ان رویوں کا جائزہ لے کر ان کے نفسیاتی اسباب ومحرکات کا سدِ باب کیا جائے تا کہ بچے کے ان منفی رویوں میں زیادہ شدت پیدا نہ ہو۔

سوال 79: بچوں پر والدین کے مابین اختلافات اور لڑائی جھگڑے کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟

جواب: والدین کے مابین اختلافات، لڑائی جھگڑے، مسلسل کشمکش اور تناؤ بچوں کی زندگی میں سکون واطمینان کو ختم کر دیتے ہیں۔ بچے اگرچہ چھوٹے ہوتے ہیں مگر ان کی یاداشت بہت تیز ہوتی ہے۔ جب والدین آپس میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں تو بچے اپنے کسی لازمی ردعمل سے انہیں محسوس تو نہیں ہونے دیتے مگر وہ سن رہے ہوتے ہیں اور ان کی یاداشت پر وہ منظر ثبت ہو رہا ہوتا ہے۔ جس سے بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ وہ اپنے ذہن میں سوچتے ہیں کہ ہمارے والدین کے آپس کے جھگڑے تو ختم نہیں ہوتے۔ خوامخواہ ہم پر رعب ڈالتے ہیں۔ جب ماں بچوں پر کسی وجہ سے ناراض ہو رہی ہوتی ہے تو وہ دل میں کہتے ہیں کہ والد کی ناراضگی کا غصہ ہم پر نکال رہی ہیں۔ اسی طرح جب باپ غصے میں بچوں سے بات کرتا ہے تو وہ سوچتے ہیں کہ امی ابو کی بات نہیں مانتیں تو ابو غصہ ہم پر نکال رہے ہیں۔ یوں بچوں کو جب والدین کے درمیان دائمی جھگڑوں کی بدولت سکون نصیب نہیں ہوتا تو ان میں مخالفت اور سرکشی جنم لیتی ہے اور ان کی شخصیت کبھی بھی مکمل نہیں ہو پاتی۔

لہٰذا اگر والدین کے مابین کبھی لڑائی جھگڑے یا اختلاف کی نوبت آ جائے تو انہیں چاہیے کہ بچوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں بلکہ آپس میں ہی اس معاملے کو حل کر لیں۔ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنی بیوی کو قابلِ احترام بنائے۔ مثلاً جب بھی وہ بچوں کے پاس بیٹھے تو کہے: بچو! اپنی والدہ کی بات غور سے سنا کرو اور ان کا ادب کیا کرو۔ اسی طرح بیوی کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنے شوہر کا احترام پیدا کرے۔ ماں بچوں کے ساتھ جب اکیلی ہو تو ان کو سمجھائے کہ اپنے والد کی بات مانا کرو اور ان کا احترام کیا کرو۔ جب دونوں میاں بیوی اس اُصول کو اپنا لیں گے تو بچے ماں اور باپ دونوں کی باتوں پر عمل کریں گے اور اسی طرح ان کی اچھی تربیت ہو سکے گی۔

سوال ٨٠: اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں والدین کا بچوں کو غلطی پر ٹوکنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: والدین کو چاہیے کہ بچہ اگر غلطی یا کوتاہی کرے تو اس کو اس انداز سے نہ ٹوکیں کہ اسے برا محسوس ہو یا اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے بلکہ اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کر کے مجموعی طور پر اس بچے کا نام لیے اور مخاطب کیے بغیر اس کوتاہی یا غلطی کی طرف اشارہ کرنا چاہیے۔ اس سے ایک تو غلطی کرنے والے کو خود احساس ہو جاتا ہے اور وہ اسے ترک کر دیتا ہے اور اسے یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ یہ بات خاص طور پر اسے کہی جا رہی ہے۔ دوسرا باقی سب بچوں کو بھی تنبیہ ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر انفرادی تنبیہ زیادہ بہتر ہو تو انفرادی طور پر تنہائی میں تنبیہ کر دینی چاہیے لیکن مثبت انداز میں۔ کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے بھی معلوم

ہوتا ہے کہ آپ ﷺ انفرادی طور پر متنبہ کرنے کی بجائے کسی مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اس کوتاہی کی طرف اشارہ فرما دیتے لیکن اگر کبھی اس بات کی ضرورت محسوس فرماتے کہ غلطی پر براہ راست متنبہ کر دیا جائے تو تنہائی میں نہایت محبت سے سمجھاتے تاکہ مخاطب کسی قسم کی احساس کمتری کا شکار بھی نہ ہو اور وہ اپنی اصلاح بھی کر لے۔

جیسا کہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ غُلَامًا فِي حُجْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ. فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا غُلَامُ، سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ.(1)

میں لڑکپن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے زیر کفالت تھا (آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ پیالے میں ہر طرف چلتا رہتا تھا۔ (ایک مرتبہ جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا تھا) تو آپ ﷺ نے (مجھے سمجھاتے ہوئے) فرمایا: بیٹے! پہلے بسم اللہ پڑھو، پھر دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھایا کرو اس کے بعد ہمیشہ میں اسی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، ۵: ۲۰۵۶، رقم: ۵۰۶۱، ۵۰۶۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، ۳: ۱۵۹۹، رقم: ۲۰۲۲

۳۔ابن ماجه، السنن، کتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ۲: ۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۷

طریقہ سے کھاتا ہوں۔

والدین کو چاہیے کہ بچے کو کسی بھی غلطی پر سمجھاتے ہوئے نرمی سے ٹوکیں کیونکہ غلطی پر نرم رویہ اصلاح کی قوی تاثیر پیدا کرے گا اور آئندہ کے لیے بچے کو اس کا ضمیر اس غلطی پر متنبہ کرے گا اور وہ اس غلطی کو دہرانے سے گریز کرے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے سمجھانے کا اندازِ مبارک بھی اسی طرح تھا کہ غلطی میں کوئی بھلائی کا پہلو ہوتا تو پہلے اس کے ذریعہ حوصلہ افزائی فرماتے پھر غلطی نہ دہرانے کی نصیحت فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے جماعت ہو رہی تھی، لوگ رکوع میں تھے ان صحابی نے وہیں سے نماز کی نیت باندھ لی اور رکوع میں شامل ہو گئے تاکہ رکعت نہ چھوٹے اور پھر آہستہ آہستہ چل کر صف میں شامل ہو گئے۔ نماز کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

زَادَکَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ. (۱)

اللہ تعالیٰ تمہاری حرص زیادہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصلاة، باب إذا رکع دون الصف، ۱: ۲۷۱، رقم: ۷۵۰

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۲، رقم: ۲۰۴۵۲

۳۔ أبو داؤود، السنن، کتاب الصلاة، باب الرجل یرکع دون الصف، ۱: ۱۸۲، رقم: ۶۸۳

۴۔ نسائي، السنن الکبری، ۱: ۳۰۲، رقم: ۹۴۳

حالانکہ بڑی عمر کے صحابی تھے مگر پھر بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے کس طرح پیار اور محبت سے ان کو سمجھایا۔

اِسی طرح حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَرْحَمُکَ اللهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ. فَقُلْتُ: وَا ثُکْلَ أُمِّيَاهُ، مَا شَأْنُکُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ. فَجَعَلُوا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ. فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِي. لٰکِنِّي سَکَتُّ. فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ. فَوَاللهِ، مَا کَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي. قَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ. إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّکْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.(1)

میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا ’یرحمک اللہ‘ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: ’کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو!‘ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا، جب میں نے

(1) ١۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب تحريم الکلام في الصلاة ونسخ ما کان من إباحة، ١: ٣٨١، رقم: ٥٣٧
٢۔ نسائي، السنن الکبرى، ١٩٨، رقم: ٥٥٦
٣۔ بيهقي، السنن الکبرى، ٢: ٢٤٩، رقم: ٣١٦٥

سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا نہ بُرا بھلا کہا، نہ مارا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں، نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔

لہٰذا والدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ چھوٹے بچوں کو اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں موقع محل کے مطابق پیار اور محبت کے ساتھ غلطی پر یوں سمجھائیں کہ ان کا اس طرح سے سمجھانا بچوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

سوال 18: والدین بچوں میں ارکانِ ایمان کی تخم ریزی کس طرح کریں؟

جواب: والدین بچوں میں ارکانِ ایمان کی تخم ریزی حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کی اقتداء، آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد کے ساتھ برتاؤ کے طریقے کی پیروی سے کر سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کی بنیادیں اور ان کو مضبوط و مستحکم کرنے کے طریقے درج ذیل ہیں جن سے والدین بچوں کے قلوب و اذہان میں اَرکانِ ایمان کی تخم ریزی کر سکتے ہیں:

1۔ اسلام نے نومولود بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کو اس کی پیدائش کے فوراً بعد مشروع کیا ہے، تاکہ سب سے پہلے اس کے

کان میں پاکیزہ کلام ذکر اللہ جائے اور اللہ کا نام بچے کو ذہن نشین کرایا جائے۔ اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ نومولود کے کان کے ساتھ سب سے پہلے اذان کے کلمات ٹکرائیں جن کے اندر توحید اور شہادت کا کلمہ موجود ہے۔ جسے دین اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔

2۔ والدین بچے کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے کو مضبوط اور اس کے ساتھ محبت کے تعلق کو مستحکم کریں۔ بچہ سب سے پہلے تعلق اور محبت میں مہارت حاصل کرتا ہے۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنی اولاد کے نفوس میں پیوست کرنا عقیدہ توحید کے لیے اساس کی حقیقت رکھتا ہے۔ بچہ قدرتی طور پر اپنے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے کے ساتھ محبت کا تعلق قائم رکھتا ہے۔ جب اسے یہ معرفت نصیب ہو جائے کہ اس کا خالق و رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اسے کھلاتا اور پلاتا ہے تو اُس کی محبت مزید بڑھ جائے گی اور اپنے خالق سے محبت کی بنیاد پر وہ قرآن حکیم اور ان احکامات و اخلاق سے شغف رکھے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔

3۔ والدین بچوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری راسخ کریں۔ بچے کے ذہن میں یہ بات مضبوط و مستحکم کریں کہ خود اسے اور آسمانوں اور زمین کے درمیان ہر چیز کو پیدا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ ان کی باتوں کو سنتا، انہیں دیکھتا اور ان کے ظاہری و پوشیدہ حالات کو جانتا ہے۔ وہ اکیلا و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک کار نہیں اس کی کوئی حاجت نہیں جبکہ ساری مخلوق اس کی حاجت مند ہے۔ لہٰذا خالص اسی کی عبادت کی جائے۔ وہ ہر شے کا نگران ہے تو اس کی

اطاعت و فرمانبرداری کی جائے تمام پوشیدہ و ظاہری اُمور میں اس کے خوف کو نصب العین بنایا جائے۔

4۔ والدین بچوں کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کریں، کیونکہ ایمانی تربیت کی اساس اور بنیاد یہ ہے کہ انسان اور اس کے پروردِگار کے مابین کبھی نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم ہو۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ عبادت میں استقامت بچے کو یہی شعور عطا کرتی ہے کہ اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے، وہ اسی سے ہدایت کا طلب گار اور مدد کا خواستگار ہوتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی اس کی دعا اور پکار کو قبول فرماتا ہے۔ جب بچہ نماز، روزہ اور قرآن حکیم کی تلاوت کو اپنا معمول بنا لیتا ہے تو اس سے بچے اور اللہ تعالیٰ کے مابین تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔

5۔ مسلمان ہونے کے ناطے اور بحیثیت والدین یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ ایمان اور حب رسول ﷺ کی یہ وراثت اپنی اولاد میں منتقل کر دیں، تاکہ محبت کا یہ پیغام اگلی نسلوں تک پہنچتا رہے۔ اس طرح چراغ سے چراغ جلنے کا عمل جاری رہے۔ اس فریضہ سے سبکدوش ہونے کے لیے والدین بچوں کے سامنے آپ ﷺ کے حسن و جمال اور خوبصورتی و رعنائی کا تذکرہ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں خوبصورت اور دلکش انداز میں کریں۔ آپ ﷺ کے خصائل، فضائل اور کمالات کے بارے میں بچوں کو بتائیں کہ آپ ﷺ جامع کمالات انبیاء ہیں اور آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں تمام انبیاء و رسل کے محامد و محاسن اور معجزات و کمالات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ والدین بچوں کے قلوب و ارواح میں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کو

مضبوط اور پختہ کریں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ سنتوں کی پیروی اور آپ ﷺ کے اَقوال و اَفعال کی اقتدا کی ترغیب دیں۔ بچوں کے ذہن میں راسخ کریں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہی قابلِ تقلید ہے۔ یہی وہ آئینہ ہے جس میں آپ ﷺ کی سنت، سیرت اور خلقِ عظیم کا پرتو جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح انفرادی اور اجتماعی سطح پر آپ ﷺ کی تعلیمات اور ان کی روشنی میں متعین کردہ اقدار سے والدین بچوں کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں۔

6۔ فرشتوں پر ایمان لانے کے بارے میں والدین بچوں کو سادہ تشریح کر کے بتائیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی معزز مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قطعاً نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ یہ معرفت و ادراک بچوں کو مختلف تربیتی خیالات سے روشناس کرائے گا مثلاً فرشتوں سے حیاء کا احساس پیدا ہو گا جو اعمال کی کتابت کے لیے مکلّف بنائے گئے ہیں۔ نیز بچوں کو شعور ملے گا کہ فرشتے ذکرِ الٰہی کی مجالس اور نمازوں کے اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں۔

7۔ والدین بچوں کو اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کے ساتھ، کتب، رسالت اور نبوت کے معانی و مطالب سے روشناس کروائیں۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اہم کتابوں مثلاً توریت، زبور، انجیل اور صحفِ ابراہیم سے انہیں مختصراً متعارف کرائیں پھر اس کے بالمقابل قرآن حکیم کے حوالے سے تفصیلاً بتائیں جو اسے باقی کتابوں سے ممتاز کر دے۔ بچوں کو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن حکیم تمام آسمانی کتابوں میں بیان شدہ تعلیمات کے سلسلے کی آخری آسمانی کتاب ہے جس میں ہر شے کی اجمالاً تفصیل موجود ہے اور ایمان لانے

والوں کے لیے ہدایت کا موجب ہے۔

8۔ والدین بچوں میں یومِ آخرت پر ایمان رکھنے کا شعور راسخ کریں کہ اس دنیا کے فنا ہونے کے ساتھ ہی یومِ آخرت کی ابتدا ہو جائے گی۔ اس کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور زمین و آسمان بدل جائیں گے۔ اس حوالے سے بچوں کے اذہان میں بہت سے سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ وہ زمین، سورج، ستارے اور اجرامِ سماویہ کے وضع اور ساخت کے متعلق دریافت کر سکتے ہیں۔ ایسے لمحات میں یومِ آخرت کے مفہوم کو ذہن میں پختہ کرنے کی ابتداء کی جائے اور یومِ آخرت کے متعلق قرآن حکیم کی منظر کشی اور اس کے مختلف ناموں (**یوم البعث، یوم القیامة، یوم التلاق، یوم التناد، الحاقة، الغاشیة، الواقعه**) کے معانی و مطالب کو بھی بیان کیا جائے۔

9۔ والدین بچوں کو تقدیر کے اچھے اور برے پہلو پر ایمان لانے کے ساتھ قضاء و قدر کے مسائل اور ان کے مطالب و مفاہیم کو ان کی فہم و فراست کے مطابق بیان کریں۔ تاکہ ان کے اذہان میں کوئی ابہام پیدا نہ ہو۔

10۔ والدین بچوں کو قرآن حکیم اور سنت نبویہ کی تعلیم دیں۔ بچوں کو قرآن حکیم کی بعض سورتوں اور بعض ایسی احادیث نبویہ یاد کروائیں جن کا تعلق معاملات اور اخلاقیات کے ساتھ ہو۔

الغرض! صحیح عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس سے باقی تمام سرگرمیاں جنم لیتی ہیں۔ اسی لیے دین میں عقیدے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

سوال 82: بچوں کو کھانا کھانے سے پہلے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو کھانا کھانے سے پہلے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کھانا کھاؤ تو پڑھو:

بِسْمِ اللهِ وَبَرْكَةِ اللهِ. (۱)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام اور اللہ کی برکت سے۔

سوال 83: کھانا کھانے سے قبل بِسْمِ اللهِ پڑھنا بھول جائے تو کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچے اگر کھانا کھانے سے قبل بِسْمِ اللهِ پڑھنا بھول جائیں تو انہیں درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی کھانا کھانے سے قبل بِسْمِ اللهِ پڑھنا بھول جائے تو وہ کہے:

بِسْمِ اللهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ. (۲)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۰، رقم: ۷۰۸۴

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۶۶، رقم: ۲۲۴۷

۳۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۸۵

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۴۳، رقم: ۲۵۱۴۹

۲۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام، ۳: ۳۴۷، رقم: ۳۷۶۷

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اِس کے اوّل میں بھی اور اس کے آخر میں بھی۔

سوال 84: کھانا کھانے کے بعد کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو کھانا کھانے کے بعد درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ. (1)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، ۴: ۲۸۸، رقم: ۱۸۵۸

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب التسمية عند الطعام، ۲:۱۰۸٦، رقم: ۳۲٦۴

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲، ۹۸، رقم: ۱۱۲۹۴، ۱۱۹۵۳

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما يقول الرجل إذا طعم، ۳: ۳٦٦، رقم: ۳۸۵۰

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، ۵: ۵۰۸، رقم: ۳۴۵۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما يقال إذا فرغ من الطعام، ۲: ۱۰۹۲، رقم: ۳۲۸۳

سوال 85: پانی پینے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو پانی پیتے وقت بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا سکھایا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

سَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ. (۱)

پانی پینے سے قبل ﴿بِسْمِ اللهِ﴾ پڑھو۔

سوال 86: دودھ پینے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو دودھ پینے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص دودھ پیئے تو وہ کہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الاناء، ۴: ۳۰۲، رقم: ۱۸۸۵

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۱۲۶، رقم: ۱۱۳۷۸

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۲۵، رقم: ۱۹۷۸

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأشربة، باب ما يقول إذا شرب اللبن، ۳: ۳۳۹، رقم: ۳۷۳۰

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا أكل طعاماً، ۵: ۵۰۶، رقم: ۳۴۵۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب اللبن، ۲: ۱۱۰۳، رقم: ۳۳۲۲

اے اللہ! ہمیں اس میں برکت دے اور ہمیں یہ زیادہ عطا فرما۔

سوال 87: لباس پہننے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو لباس پہننے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت معاذ بن انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص لباس پہنے تو وہ یوں کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ. (۱)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے مرحمت فرمایا۔

سوال 88: لباس اُتارتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: لباس اتارتے وقت بِسْمِ اللهِ پڑھنی چاہیے۔ حضرت بکر ﷛ سے روایت ہے:

إِنَّ سَتْرَ مَا بَيْنَ عَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ وَبَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ أَنْ يَقُوْلَ أَحَدُكُمْ إِذَا وَضَعَ ثِيَابَهُ: بِسْمِ اللهِ. (۲)

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب اللباس، باب ما يقول إذا لبس ثوباً جديداً، ۴: ۴۲، رقم: ۴۰۲۳

۲۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۶۲، رقم: ۱۴۸۸

۳۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۶۸۷، رقم: ۱۸۷۰

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۸۱، رقم: ۳۸۹

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۹۳، رقم: ۲۹۷۳۵

بنو آدم کی پردہ پوشی اور جن و شیاطین کے اس کا ستر دیکھنے کے درمیان یہ چیز حائل ہے کہ جب بھی کوئی شخص کپڑے اُتارے تو وہ **بِسْمِ اللهِ** پڑھ کر اُتارے۔

سوال 89: سونے سے پہلے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو سونے سے پہلے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت حذیفہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَأَحْيَا. (1)

اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہوں۔

سوال 90: نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت حذیفہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

---

(1) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الیمنی، ٥: ٢٣٢٧، رقم: ٥٩٥٥

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٥: ٣٨٥، رقم: ٢٣٣١٩

٣۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم، ٤: ٣١١، رقم: ٥٠٤٩

٤۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب منه (٨)، ٥: ٤٨١، رقم: ٣٤١٧

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ. (۱)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

سوال 91: بیت الخلاء میں جانے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو بیت الخلاء میں جانے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدعوات، باب وضع الید الیمنی تحت الخد الیمنی، ۵: ۲۳۲۷، رقم: ۵۹۵۵
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ما یقول عند النوم وأخذ المضجع، ۴: ۲۰۸۳، رقم: ۲۷۱۱
۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما یقال عند النوم، ۴: ۳۱۱، رقم: ۵۰۴۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب مایقول عند الخلاء، ۱: ۶۶، رقم: ۱۴۲
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب ما یقول إذا أراد دخول الخلاء، ۱: ۲۸۳، رقم: ۳۷۵
۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الطهارة، باب ما یقول الرجل إذا دخل الخلاء، ۱: ۲، رقم: ۴
۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الطهارة وسننتها، باب ما یقول الرجل إذا دخل الخلاء، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۹۸

اے اللہ! میں ناپاکوں اور ناپاکیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

سوال 92: بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو بیت الخلاء سے نکلتے وقت کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِي. (1)

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھ سے تکلیف دور کر دی اور مجھے عافیت بخشی۔

سوال 93: سیڑھیاں چڑھتے وقت کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: سیڑھیاں چڑھتے وقت بچوں کو اللہ اکبر کہنا سکھانا چاہیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا. (2)

(1) ١۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الطهارة وسننها، باب ما يقول إذا خرج من الخلاء، ١: ١١٠، رقم: ٣٠١

٢۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ١: ١٢، رقم: ٦

٣۔ طبراني، الدعاء، ١: ١٣٦، رقم: ٣٧٢

(2) ١۔ بخارى، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب التسبيح إذا هبط واديا، ٣: ١٠٩١، رقم: ٢٨٣١

٢۔ نسائى، السنن الكبرى، ٦: ١٣٩، رقم: ١٠٣٧٦

٣۔ بيهقى، السنن الكبرى، ٥: ٢٥٩، رقم: ١٠١٤٦

جب ہم بلندی پر چڑھتے تو تکبیر پڑھتے تھے۔

بلندی سے مراد کوئی بھی بلند جگہ ہے جیسے پہاڑ، سیڑھیاں، اونچائی وغیرہ اور تکبیر سے مراد اللہ اکبر ہے۔

سوال 94: سیڑھیاں اُترتے وقت کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو سیڑھیاں اُترتے وقت سُبْحَانَ اللهِ کہنا سکھانا چاہیے۔

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے:

إِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا.(۱)

جب ہم کسی (بلندی سے) نیچے اُترتے تو تسبیح پڑھتے۔

تسبیح سے مراد سُبْحَانَ اللهِ ہے۔

سوال 95: گھر سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو گھر سے نکلتے وقت کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: گھر سے باہر جاتے وقت یہ کلمات کہے جائیں:

بِسْمِ اللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب التسبيح إذا هبط واديا، ۳: ۱۰۹۱، رقم: ۲۸۳۱

(۲) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب ما جاء فيمن دخل بيته مايقول، ۴: ۳۲۵، رقم: ۵۰۹۵

←

اللہ تعالیٰ کے نام سے (باہر نکلتا ہوں)، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا، نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی طاقت اسی (کی توفیق) سے ہے۔

سوال 96: گھر میں داخل ہوتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو گھر میں داخل ہوتے وقت کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت ابو مالک الاشعری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو وہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ، إِنِّي أَسْأَلُکَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللهِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا. (1)

اے اللہ! میں تجھ سے (گھر میں) بھلائی کے ساتھ داخل ہونے اور بھلائی کے ساتھ باہر نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہم نکلے اور اپنے رب اللہ پر ہم نے بھروسہ کیا۔

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب ما يقول إذا خرج من بيته، ۵: ۴۹۰، رقم: ۳۴۲۶

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۳: ۱۰۴، رقم: ۸۲۲

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فيمن دخل بيته ما يقول، ۴: ۳۲۵، رقم: ۵۰۹۶

۲۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۳: ۲۹۶، رقم: ۳۴۵۲

سوال 97: مسجد میں داخل ہونے کی کون سی دعا کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو مسجد میں داخل ہونے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِکَ.(١)

اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

سوال 98: مسجد سے نکلتے وقت کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو مسجد سے نکلتے وقت کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ.(٢)

---

(١) ١۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب مايقول إذا دخل المسجد، ١: ٤٩٤، رقم: ٧١٣

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٥: ٤٢٥، رقم: ٢٣٥٦

٣۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فيما يقوله الرجل عند دخوله المسجد، ١: ١٢٦، رقم: ٤٦٥

٤۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، ١: ٢٥٤، رقم: ٧٧٢

(٢) ١۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب مايقول إذا ——

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

سوال 99: نظر بد سے بچنے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو نظر بد سے بچنے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نظرِ بد سے حفاظت کے لیے حسنین کریمین علیہما السلام پر درج ذیل وظیفہ سے دم فرمایا کرتے تھے:

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.(1)

میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان (کے شر) سے،

.... دخل المسجد، ۱: ۴۹۴، رقم: ۷۱۳

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۲۵، رقم: ۲۳۵۶

۳۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب فيما يقوله الرجل عند دخوله المسجد، ۱: ۱۲۶، رقم: ۴۶۵

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، ۱: ۲۵۴، رقم: ۷۷۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب يزفون النسلان في المشي، ۳: ۱۲۳۳، رقم: ۳۱۹۱

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب السنة، باب في القرآن، ۴: ۲۳۵، رقم: ۴۷۳۷

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الطب، باب ما جاء في الرقية من العين، ۴:۳۹۶، رقم: ۲۰۶۰

۴۔ ابن ماجه، السنن، باب الطب، كتاب ما عوذ به النبي ﷺ وما عوذبه، ۲: ۱۱۶۴، رقم: ۳۵۲۵

اور موذی جانوروں اور حشرات سے اور ہر نظر بد سے۔

سوال 100: علم میں اضافے کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو علم میں اضافے کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا○[1]

اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے○

سوال 101: سفر کی کون سی دعا یاد کروانی چاہیے؟

جواب: بچوں کو سفر کی درج ذیل دعا یاد کروانی چاہیے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب کہیں سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ[2].[3]

---

(۱) طه، ۲۰: ۱۱۴

(۲) الزخرف، ۴۳: ۱۳-۱۴

(۳) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب مايقول إذا ركب إلى سفر الحج وغيره، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۲

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا سافر، ۳: ۳۳، رقم: ۲۵۹۹

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الدعوات، باب ما يقول إذا ركب الناقة، ۵: ۵۰۱، رقم: ۳۴۴۷

پاک ہے وہ ذات جس نے اِس کو ہمارے تابع کر دیا حالاں کہ ہم اِسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سوال 102: وضو کی کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟

جواب: بچوں کو وضو کی درج ذیل دعائیں یاد کروانی چاہئیں:

یہ تمام دعائیں علامہ ہندی نے 'کنز العمال (۹:۲۰۴، رقم:۲۶۹۹۱)' میں اور ابن عابدین شامی نے 'رد المحتار علی الدر المختار (۱: ۱۲۷)' میں بیان کی ہیں:

کلی کرتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، أَعِنِّيْ عَلٰى تِـلَاوَةِ الْقُرْآنِ وِذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! تلاوتِ قرآن، تیرے ذکر، تیرے شکر اور احسن طریقے سے تیری عبادت کی ادائیگی میں میری مدد فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، أَرِحْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تَرِحْنِيْ رَائِحَةَ النَّارِ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو عطا فرما اور جہنم کی بدبُو سے محفوظ فرما۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! اس دن میرا چہرہ سفید رکھنا جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔

دایاں بازو دھوتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، أَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان فرمانا۔

بایاں بازو دھوتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے بائیں ہاتھ میں اور پیٹھ کے پیچھے سے نہ دینا۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، أَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! اس دن مجھے اپنے عرش کے سائے میں رکھنا جس دن تیرے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

کانوں کا مسح کرتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تیری بات کو غور سے سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

گردن کا مسح کرتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، أَعْتِقْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میری گردن کو جہنم کی آگ سے آزاد رکھنا۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ، يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! اُس دن پل صراط پر مجھے ثابت قدم رکھنا جب (کچھ لوگوں کے) قدم پھسلیں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا:

بِاسْمِ اللهِ، اَللّٰهُمَّ، اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ.

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، میری

کوشش قبول فرما اور میری تجارت کو نقصان سے بچا۔

سوال 103: بچوں کو کون سی سورتیں حفظ کروانی چاہئیں؟

جواب: بچوں کو درج ذیل سورتیں حفظ کروانی چاہئیں جنہیں چاروں قل بھی کہتے ہیں:

سورۃ الکافرون

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ○ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ○ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ○ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ○ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ○ لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ○[1]

آپ فرما دیجیے: اے کافرو!○ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنہیں تم پوجتے ہو○ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں○ اور نہ (ہی) میں (آئندہ کبھی) ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم پرستش کرتے ہو○ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں○ (سو) تمہارا دین تمہارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے○

سورۃ الفلق

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ○ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا

---

(۱) الکافرون، ۱۰۹

وَقَبَ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○[1]

آپ عرض کیجیے کہ میں (ایک) دھماکے سے انتہائی تیزی کے ساتھ (کائنات کو) وجود میں لانے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں○ ہر اُس چیز کے شر (اور نقصان) سے جو اس نے پیدا فرمائی ہے○ اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب (اس کی) ظلمت چھا جائے○ اور گرہوں میں پھونک مارنے والی جادوگرنیوں (اور جادوگروں) کے شر سے○ اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے○

سورۃ الناس

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ○ مَلِکِ النَّاسِ○ اِلٰهِ النَّاسِ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ○[2]

آپ عرض کیجیے کہ میں (سب) انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں○ جو (سب) لوگوں کا بادشاہ ہے○ جو (ساری) نسلِ انسانی کا معبود ہے○ وسوسہ انداز (شیطان) کے شر سے جو (اللہ کے ذکر کے اثر سے) پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والا ہے○ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے○ خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے○

---

(۱) الفلق، ۱۱۳

(۲) الناس، ۱۱۴

سوال ۱۰۴: بچوں کو کون سی ماثورہ دعائیں حفظ کروانی چاہئیں؟

جواب: بچوں کو درج ذیل ماثورہ دعائیں حفظ کروانی چاہئیں:

درود ابراہیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر، جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف کا مستحق بزرگی والا ہے۔

سوم کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

اللہ تعالیٰ پاک ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور قدرت و طاقت صرف اللہ

عظیم و برتر کے لیے ہی ہے۔

چہارم کلمہ توحید

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِ يْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيٖ وَيُمِيْتُ، وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ أَبَدًا أَبَدًا، ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ط بِيَدِهِ الْخَيْرُ ط وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ.

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہی ہے، وہی لائق ستائش ہے، وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے اور اُسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ وہ صاحبِ عظمت و جلال اور صاحبِ انعام و اکرام ہے۔ اسی کے قبضہ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پنجم کلمہ اِستِغفار

أَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ أَذْنَبْتُهُ عَمَدًا أَوْ خَطَاءً، سِرًّا أَوْ عَلَانِيَةً، وَّأَتُوْبُ إِلَيْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ أَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِيْ لَا أَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

میں اپنے پروردگار اللہ رب العزت سے اپنے ہر اُس گناہ کی معافی مانگتا ہوں جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا بھول کر کیا، در پردہ کیا یا کھلم کھلا کیا، اور میں اُس کے حضور اپنے ہر اُس گناہ سے توبہ کرتا ہوں جو مجھے معلوم

ہے یا مجھے معلوم نہیں۔ (اے میرے رب!) بیشک تو غیبوں کا جاننے والا اور عیبوں کا چھپانے والا ہے۔ بے شک تُو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کہ نہایت بلند رتبہ اور عظمت والا ہے کی توفیق کے بغیر نیک کام کرنے کی طاقت اور قوت (کسی میں) نہیں۔

ششم کلمہ ردِّ کفر

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُبِکَ مِنْ أَنْ أُشْرِکَ بِکَ شَيْئًا وَّأَنَا أَعْلَمُ بِهٖ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ بِهٖ، تُبْتُ عَنْهُ، وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِي كُلِّهَا، وَأَسْلَمْتُ وَأَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں کسی شے کو جان بوجھ کر تیرا شریک بناؤں اور معافی مانگتا ہوں تجھ سے اس (شرک) کی جسے میں نہیں جانتا۔ میں نے اِس (شرک) سے توبہ کی اور بیزار ہوا کفر، شرک، جھوٹ، غیبت، بدعت، چغلی سے، بے حیائی کے کاموں سے، بہتان لگانے سے اور باقی ہر قسم کے گناہوں سے، میں اسلام لایا اور میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

ایمانِ مفصّل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ.

میں ایمان لایا اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، اِس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور موت کے بعد (زندہ) اُٹھائے جانے پر۔

ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَماَ ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖٓ اِقْرَارٌ بِاللِّسانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ.

میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء اور اپنی صفات کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیے، زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔

دعاے قنوت

اَللّٰھُمَّ، اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ، وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ، وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ، وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ، وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ

عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور تجھ ہی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، تجھ پر ہی ایمان رکھتے ہیں اور تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں، ہم تیری اچھی تعریف بیان کرتے ہیں، ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے، اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اُس سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خالص تیرے لیے ہی نماز ادا کرتے، ہم تیرے حضور ہی سربسجود ہوتے ہیں اور تیری ہی ذات کی طرف دوڑتے (ہوئے رجوع کرتے) ہیں اور (تیری بارگاہ میں) حاضری دیتے ہیں۔ ہم تیری ہی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب کفار کو پہنچنے والا ہے۔

آیۃ الکرسی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ج لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ج وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○[1]

(۱) البقرة، ۲: ۲۵۵

اللہ، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے (سارے عالم کو اپنی تدبیر سے) قائم رکھنے والا ہے، نہ اس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کون ایسا شخص ہے جو اس کے حضور اس کے اِذن کے بغیر سفارش کر سکے، جو کچھ مخلوقات کے سامنے (ہو رہا ہے یا ہو چکا) ہے اور جو کچھ ان کے بعد (ہونے والا) ہے (وہ) سب جانتا ہے، اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ چاہے، اس کی کرسیٔ (سلطنت و قدرت) تمام آسمانوں اور زمین کو محیط ہے، اور اس پر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) کی حفاظت ہرگز دشوار نہیں، وہی سب سے بلند رتبہ بڑی عظمت والا ہے○

اذان کے بعد کی دعا

اذان سننے کے بعد پہلے درود شریف اور پھر یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور اس کے نتیجے میں قائم ہونے والی نماز کے رب! تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور ان کو اس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں روزِ

قیامت ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ بے شک تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

سوال ۱۰۵: والدین بچے کو نماز کا طریقہ کیسے سکھائیں؟

جواب: والدین بچے کو درج ذیل طریقے سے نماز سکھائیں:

نماز پڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ جسم، کپڑے اور جگہ پاک ہو اور نماز کا وقت ہو گیا ہو، پھر با وضو قبلہ کی طرف دونوں پاؤں کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ کر کے کھڑا ہو اور جو نماز پڑھنی ہے اس کا دل سے ارادہ کرے۔ زبان سے کہنا مستحب ہے، مثلاً وہ یوں کہے: میں نیت کرتا/کرتی ہوں چار رکعت فرض نماز ظہر کی، اللہ جل جلالہ کیلئے، منہ طرف کعبہ شریف کے۔ اگر امام کے پیچھے ہو تو کہے: پیچھے اس امام کے۔ اس کے بعد تکبیر تحریمہ 'اللہ اکبر' کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اپنے کانوں تک لے جائے۔ اس طرح کہ ہتھیلیاں قبلہ رُو ہوں اور انگلیاں نہ کھلی ہوں نہ ملی ہوں بلکہ اپنی نارمل حالت پر ہوں۔ پھر ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے اس طرح باندھ لے کہ دائیں ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو، درمیان والی تین اُنگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر، انگوٹھا اور چھوٹی انگلی کلائی کے گرد ہوں اور نظر سجدہ کی جگہ رہے۔ پھر ثناء پڑھے۔

یہ نماز پڑھنے کا طریقہ مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے چند باتوں میں فرق ہے۔ عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے گی، قیام میں سینے پر ہاتھ باندھے گی اور ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی۔ رکوع میں کم جھکے گی اور گھٹنوں کو جھکائے گی اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گی مگر ان کو پکڑے گی نہیں اور انگلیاں

کشادہ نہ رکھے گی۔ رکوع و سجود سمٹ کر کرے گی۔ سجدہ میں پیٹ ران سے اور ران پنڈلی سے ملائے گی اور ہاتھ زمین پر بچھا دے گی۔ التحیات میں بیٹھتے وقت دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بیٹھے گی اور انگلیاں ملا کر رکھے گی۔ باقی سب کچھ اُسی طرح کرے گی۔

تکبیر تحریمہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ. 'اللہ سب سے بڑا ہے۔'

قیام

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے نمازی کا اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کے تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور قرآنِ حکیم کی کوئی صورت پڑھنے کا نام ہے۔ لیکن نماز باجماعت کی صورت میں مقتدی تسمیہ، فاتحہ اور کوئی صورت نہیں پڑھے گا بلکہ وہ خاموش کھڑا رہے گا۔

ثناء

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَلَا اِلٰـهَ غَیْرُکَ.(1)

اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تیری تعریف کرتے ہیں، تیرا نام بہت برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ما یقول عند افتتاح الصلاۃ، ۱: ۲۸۳، رقم: ۲۴۳

اگر جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے نماز شروع کرے تو ثناء پڑھ کر خاموش رہے اور امام کی قرأت سُنے۔ اگر تنہا ہو تو ثناء کے بعد تعوذ، تسمیہ، سورۃ الفاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے۔

تعوذ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ.

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا/مانگتی ہوں۔

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سورۃ الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○[1]

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے○ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے○ روزِ جزا کا مالک ہے○ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں○ ہمیں سیدھا راستہ دکھا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا○

(۱) الفاتحۃ، ۱: ۱–۷

ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا○

سورۃ الاخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ○(1)

(اے نبی مکرّم!) آپ فرما دیجئے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے○ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے○ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے○اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے○

رکوع

پھر اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوط پکڑے اور اتنا جھکے کہ سر اور کمر برابر ہو جائے۔

رکوع میں تین بار پڑھے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ.(2)

میرا پروردگار پاک اور عظمت والا ہے۔

(۱) الإخلاص، ۱۱۲: ۱-۴

(۲) ترمذی، السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء فی التسبيح فی الركوع والسجود، ۱: ۳۰۰، رقم: ۲۶۱

تسمیع

رکوع سے اُٹھتے وقت کہے:

سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ.

اللہ تعالیٰ نے اس بندے کی بات سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔

لیکن اگر جماعت کے ساتھ ہے تو پھر امام ہی تسمیع کہے، جبکہ مقتدی تحمید کہے۔

تحمید

تسمیع کے بعد کہے:

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ. (1)

اے ہمارے پروردگار! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

تنہا نماز پڑھنے والا **تسمیع** اور **تحمید** دونوں کہے۔

سجدہ

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے۔ اس طرح کہ پہلے گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر رکھے، پھر ناک اور پیشانی خوب جمائے اور چہرہ دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھے، مرد بازؤں کو کروٹوں سے، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جُدا رکھے۔ کہنیاں زمین سے اُٹھی ہوئی ہوں اور دونوں پاؤں کی اُنگلیوں کے پیٹ قبلہ

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب إثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلاۃ، ۱: ۲۹۳، ۲۹۴، رقم: ۳۹۲

رُخ زمین پر جمے ہوئے ہوں۔

پھر سجدہ میں تین بار پڑھے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى.(۱)

میرا پروردگار پاک اور بلند تر ہے۔

جلسہ

اس سے مراد وہ وقفہ ہے جو پہلے سجدہ سے اٹھ کر دوسرے سجدہ جانے سے پہلے کیا جاتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتا ہوا سجدہ سے اس طرح اُٹھے کہ پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اُٹھیں۔ پھر بایاں قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا کر کے رکھے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رُخ ہوں، دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے قریب یوں رکھے کہ اُن کی انگلیاں بھی قبلہ رُخ ہوں۔ اس مقام پر کچھ توقف کرنا ضروری ہے۔

دوسرا سجدہ

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اُسی طرح دوسرا سجدہ کرے اور پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے۔

قعدہ

دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر بیٹھ کر

---

(۱) أبو داؤد، السنن، کتاب الصلاۃ، باب مقدار الرکوع و السجود، ۱: ۳۳۷، رقم: ۸۸۶

تشہد پڑھے۔

تشہد

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ. أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.(1)

تمام قولی، فعلی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر بھی سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

جب تشہد میں کلمہ لَا پر پہنچے تو داہنے ہاتھ کے بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلی اور اس کے پاس والی انگلی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لَا پر شہادت کی اُنگلی اُٹھائے اور اِلاّ پر گرا دے اور سب اُنگلیاں فوراً سیدھی کر لے۔

اگر دو رکعت والی نماز ہے تو تشہد کے بعد درود ابراہیمی اور دُعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اگر چار رکعت والی نماز ہے تو تشہد کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے اور دونوں رکعتوں میں اگر فرض ہوں تو صرف تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ پڑھ کر رکوع و سجود

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الدعوات، باب فی فضل لَا حَول ولا قوۃ إِلَّا بِاللهِ، ۵: ۵۴۲، رقم: ۳۵۸۷

کرے۔ اگر سُنت و نفل ہوں تو تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ بھی پڑھے، لیکن امام کے پیچھے مقتدی تسمیہ اور فاتحہ نہیں پڑھے گا وہ خاموش رہے گا، پھر چار رکعتیں پوری کر کے بیٹھ جائے اور تشہد، درود ابراہیمی اور دُعا پڑھے اور سلام پھیر دے۔

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلَی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلَی آلِ إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلَی إِبْرَاهِیْمَ وَعَلَی آلِ إِبْرَاهِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (۱)

اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔

اے اللہ! تو برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب النسلان فی المشی، ۳: ۱۲۳۳، رقم: ۳۱۹۰

دُعا

دورد کے بعد یہ دعا پڑھے:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○(۱)

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے○ اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو (بخش دے) اور دیگر سب مومنوں کو بھی، جس دن حساب قائم ہوگا○

اگر چاہے تو قرآن و حدیث میں مذکور کوئی اور ماثورہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے۔

سلام

پھر اس کے بعد دائیں طرف منہ پھیرے اور کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ.

تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

اِسی طرح بائیں طرف منہ پھیر کر یہی کلمات دُہرائے۔(۲)

---

(۱) إبراهیم، ۱۴: ۴۰-۴۱

(۲) نوٹ: نماز کے مسائل تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننے کے لئے ہماری کتاب ملاحظہ کریں: ''سلسلہ تعلیماتِ اِسلام 5: 'طہارت اور نماز'.''

3

8 تا 10 سال کے بچوں
کی
تعلیم و تربیت

۱۔ دینی تعلیم و تربیت

سوال 106: بچے کو ناظرہ قرآن کی تکمیل کس عمر میں کروانی چاہیے؟

جواب: بچے کو ناظرہ قرآن کی تکمیل کم و بیش 8 سے 10 سال کی عمر کے دوران کروا دینی چاہیے۔ والدین کو چاہیے کہ بچے کو اوائل عمری سے ہی تلاوتِ قرآن کی رغبت دلائیں اور ان کا قرآن سے قلبی لگاؤ اور طبعی ربط پیدا کریں، کیونکہ قرآن حکیم کی تلاوت کرنے سے سینے میں نور پیدا ہوتا ہے۔ اس سے قلب میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے پناہ اَجر و ثواب ملتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ، فَلَهُ بِهٖ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا. لَا أَقُوْلُ الٓمٓ حَرْفٌ، وَلٰكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَمِيْمٌ حَرْفٌ. (۱)

جس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا، اُس کے لیے اِس کے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۱۷۵، رقم: ۲۹۱۰

۲۔ بزار، المسند، ۷: ۱۹۲، رقم: ۲۷۶۱

۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۱۸، رقم: ۲۹۹۳۳

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۳۴۲، رقم: ۱۹۸۳

عوض ایک نیکی ہے اور یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

بچوں کی دینی و روحانی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ والدین اُنہیں قرآن حکیم کی تلاوت، اُسے حفظ کرنے، اُس میں تدبر اور فہم و ادراک پر استقامت کی ترغیب دیں۔ اُنہیں قرآن حکیم کے مطالعہ کا ایسا عادی بنائیں کہ جب وہ تلاوتِ قران کریں تو ان پر خشوع وخضوع کی کیفیت طاری ہو جائے۔ اس سے ان کا سینہ کشادہ ہوگا، دل بھی روشن ہوگا اور ان کی روح کو بھی تقویت ملے گی۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ تلاوتِ قرآن کے ساتھ ساتھ بچوں کو آدابِ تلاوت سے بھی آگاہ کرنا چاہیے۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر معنی ومفہوم سمجھ کر تلاوت کریں اور اس کے اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے بھی اجتناب کریں۔ یہ پہلو بھی پیشِ نظر رہے کہ تلاوتِ قرآن کے دوران ان کی ذہنی کیفیت منور اور معطر ہو اور ان کے خیالات میں انتشار اور پراگندگی نہ ہو۔

سوال ۱۰۷: بچوں کو غسل کا مسنون اور مستحب طریقہ کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچوں کو غسل کا مسنون اور مستحب طریقہ درج ذیل حدیث مبارکہ کی روشنی میں سکھایا جائے:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب غسل کرتے تو پہلے دونوں ہاتھ دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی

ڈال کر استنجاء کرتے، اس کے بعد نماز کے وضو جیسا وضو کرتے، پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے۔ پھر جب دیکھتے کہ سر صاف ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے، پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے اور آخر میں پاؤں دھو لیتے۔ (1)

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں غسل کا مستحب طریقہ یہ ہے:

1۔ غسل کی نیت کرے۔

2۔ بسم اللہ سے ابتداء کرے۔

3۔ استنجاء کرے خواہ نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔

4۔ اگر بدن پر نجاست لگی ہو تو اسے دھوئے۔

5۔ دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھوئے۔

6۔ پھر وضو کرے جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ اگر ایسی جگہ کھڑا ہے جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے تو پاؤں غسل کے بعد آخر میں دھوئے۔

7۔ تین بار سارے جسم پر پانی بہائے۔

8۔ پانی بہانے کی ابتدا سر سے کرے۔

9۔ اس کے بعد دائیں کندھے کی طرف سے پانی بہائے۔

---

(1) 1۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحيض، باب صفة غسل الجنابة، 1: 253، رقم: 316

2۔ بيهقي، السنن الكبرى، 1: 173، رقم: 790

۱۰۔ پھر بائیں کندھے کی طرف پانی بہانے کے بعد پورے بدن پر تین بار پانی ڈالے۔

۱۱۔ وضو کرتے وقت اگر پاؤں نہیں دھوئے تھے تو آخر میں دھو لے۔

سوال ۱۰8: بچوں کو تیمّم کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟

جواب: والدین بچوں کو تیمّم کا طریقہ سکھانے سے پہلے بتائیں کہ شریعت میں تیمّم کا حکم اس وقت ہے جب نماز اور دیگر اُمور کی بجا آوری کے لیے پانی دستیاب نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ. (۱)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی رفع حاجت سے (فارغ ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورتوں سے قربت (مجامعت) کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو (اندریں صورت) پاک مٹی سے تیمّم کر لیا کرو۔ پس (تیمّم یہ ہے کہ) اس (پاک مٹی) سے اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں کا مسح کر لو۔

پھر تیمّم کا مسنون طریقہ بتائیں جو کہ درج ذیل ہے:

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین یا کسی ایسی چیز پر ماریں جو جنسِ زمین (اینٹ، پتھر، دیوار وغیرہ) میں سے کوئی پاک چیز ہو۔ پھر اس

---

(۱) المائدة، ۵: ۶

سے ہاتھ ہٹا لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سارے چہرے کا مسح کریں۔ پھر دوسری دفعہ بھی ہاتھ زمین پر یا جنس زمین میں سے کسی پاک چیز پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخنوں سے کہنیوں تک مسح کریں۔

سوال ۱۰۹: فرض، واجب، سنت اور نفل نمازوں کی نیت بچوں کو کیسے سکھائی جائے؟

جواب: نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، اگرچہ صرف دل سے نماز کی نیت کر لینا کافی ہے لیکن اگر زبان سے کہہ لے تو بھی درست اور باعثِ ثواب ہے۔فرض، واجب، سنت اور نفل نمازوں کی نیت بچوں کو درج ذیل طریقے سے سکھائی جائے:

فرض نماز کی نیت

میں نیت کرتا/کرتی ہوں چار رکعت فرض نماز ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف کعبہ شریف (اگر با جماعت ہوں تو پھر کہا جائے پیچھے اس امام کے) اَللّٰہُ اَکْبَر۔

واجب نماز کی نیت

میں نیت کرتا/کرتی ہوں تین رکعت وتر واجب نماز عشاء کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

سنت نماز کی نیت

میں نیت کرتا /کرتی ہوں چار رکعت سنت نماز ظہر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

نفل نماز کی نیت

میں نیت کرتا/کرتی ہوں دو رکعت نفل نماز عشاء کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، منہ طرف کعبہ شریف کے، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

سوال ١١٠: بچے کو کس عمر میں نماز ادا کرنے کی تلقین کرنی چاہیے؟

جواب: بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز ادا کرنے کی تلقین کرنی چاہیے، کیونکہ تمام عبادات میں فرائض کی ادائیگی میں سب سے زیادہ زور نماز پر دیا گیا ہے۔ کلمہ توحید کے بعد دین اسلام کا دوسرا اہم رکن نماز ہی ہے۔ یاد رہے کہ ایک مسلمان اس وقت کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک وہ پنج گانہ نماز کا پابند نہ ہو جائے۔

بچے گھر میں زیادہ تر اپنی ماں کے زیر سایہ رہتے ہیں۔ ماں انہیں جو سکھاتی ہے وہ جلد ہی سیکھ جاتے ہیں۔ اس لیے اچھی ماں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ چھوٹی عمر میں ہی بچے کو اپنے ساتھ نماز پڑھانا شروع کر دے اور جب وہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی تلقین کرے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اسی کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ.(۱)

جب تمہاری اولاد سات سال کی ہوجائے تو اُسے نماز کا حکم دیا کرو۔

عبدالملک بن ربیع بن سبرہ بواسطہ اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلَاةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ.(۲)

سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں:

يَجِبُ عَلٰى وَلِيِّ الصَّبِيِّ أَنْ يُعَلِّمَهُ الطَّهَارَةَ وَالصَّلَاةَ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَيَأْمُرَهُ بِهَا.(۳)

بچے کے سرپرست پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اسے طہارت

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۷، رقم: ۶۷۵۶
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب متی يؤمر الغلام بالصلاة، ۱: ۱۳۳، رقم: ۴۹۵
۳۔ دار قطني، السنن، ۱: ۲۳۰-۲۳۱، رقم: ۱-۳، ۶

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء متی يؤمر الصبي بالصلاة، ۲: ۲۵۹-۲۶۰، رقم: ۴۰۷
۲۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۰۲، رقم: ۱۰۰۲
۳۔ دارمي، السنن، ۱: ۳۹۳، رقم: ۱۴۳۱
۴۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۳۸۹، رقم: ۹۴۸

(۳) ابن قدامة، المغنی، ۱: ۶۱۶

اور نماز کی تعلیم دے اور ان کو ادا کرنے کا حکم دے۔

امام بغوی فرماتے ہیں:

وَأَمَرَ الصَّبِيَّ بِالصَّلاةِ ابْنَ سَبْعٍ حَتّٰى يَعْتَادَ.[1]

سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ نماز کا عادی بن جائے۔

سوال ۱۱۱: والدین اپنے بچوں کو نماز کا پابند کیسے بنا سکتے ہیں؟

جواب: والدین اپنے بچوں کو درج ذیل مراحل سے گزار کر نماز کا پابند بنا سکتے ہیں:

پہلا مرحلہ

بچوں کو نماز کا پابند بنانے کے لیے والدین باقاعدگی سے خود نماز پنج گانہ ادا کریں۔

بعد ازاں بچوں میں نماز پڑھنے کا شوق درج ذیل حدیث مبارکہ بیان کر کے پیدا کریں۔ نماز پنج گانہ کی فضیلت کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’تم گناہ کرتے ہو اور جب صبح کی نماز پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے۔
پھر گناہ کرتے ہو اور جب نمازِ ظہر پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے۔
پھر گناہ کرتے ہو اور جب نمازِ عصر پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے۔
پھر گناہ کرتے ہو اور جب نمازِ مغرب پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو دیتی ہے۔

(۱) بغوي، شرح السنة، ۲: ۴۰۶

پھر گناہ کرتے ہو لیکن جب نمازِ عشاء پڑھتے ہو تو وہ انہیں دھو ڈالتی ہے۔
پھر تم سو جاتے ہو اور بیدار ہونے تک تمہارا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔‘[1]

والدین نماز پنج گانہ ادا کرتے وقت بچے کو اپنے ساتھ کھڑا کریں، کیونکہ بچہ جب پروان چڑھنے لگتا ہے تو وہ ہر عمل والدین کو دیکھ کر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا وہ جب نماز پڑھنے کی کوشش کرتا ہے تو بھی وہ اپنے والدین کی ہی پیروی کرتا ہے اور وہی شکل و صورت اُس کے ذہن میں پوری طرح نقش ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ساری زندگی اُسی کے زیرِ اثر رہتا ہے۔

دوسرا مرحلہ

والدین بچوں کو نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ اور نماز کی ظاہری شرائط یعنی (۱) طہارت، (۲) ستر پوشی، (۳) پابندیِ وقت، (۴) تعینِ قبلہ اور (۵) نیت کرنے کی تعلیم دیں اور ان کو یہ باور کروائیں کہ نماز کے مسنون طریقہ اور اس کی پانچ ظاہری شرائط کی پابندی کیے بغیر شرعی اعتبار سے نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے ظاہری آداب پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے اور انہیں نماز کو توڑ دینے والے اُمور سے بھی آگاہ کریں۔

تیسرا مرحلہ

اِس مرحلہ میں والدین بچوں کو عملی طور پر نماز پڑھنے کا حکم دیں۔ نماز کی ادائیگی میں غفلت اختیار کرنے کی صورت میں ترکِ نماز پر درج ذیل قرآنِ حکیم کی

---

(۱) طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۹۱، رقم: ۱۲۱

آیت اور حدیث بھی بیان کریں:

نماز جہاں ہر عمل سے افضل ہے، وہاں ترکِ نماز بڑا گناہ بھی ہے، جس طرح نماز انسان کو نیکی اور سعادت کی بلندیوں پر لے جاتی ہے، اسی طرح ترکِ نماز مسلمان کو کافر اور مشرک کے درجے تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَo [1]

اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز ہی کو مسلمان اور کافر کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَرَکَ الصَّلَاةَ فَقَدْ کَفَرَ. [2]

جس نے (جان بوجھ) کر نماز ترک کی اس نے (گویا) کفر کیا۔

ایک اور مقام پر اسی مفہوم کی توضیح اس طرح فرمائی گئی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِی بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَکَهَا فَقَدْ کَفَرَ. [3]

(۱) الروم، ۳۰: ۳۱

(۲) ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۲۳، رقم: ۱۴۶۳

(۳) ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۰۵، رقم: ۱۴۵۴

یقیناً ہمارے اور ان (کفار) کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے پس جس نے نماز کو ترک کیا (گویا) اس نے کفر کیا (عہد سے منہ موڑ لیا)۔

چوتھا مرحلہ

والدین اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں اپنے ساتھ لے جانے کی مشق کرائیں تاکہ بچوں میں باجماعت نماز ادا کرنے کی عادت پختہ ہو جائے۔

والدین اپنے بچوں کو مذکورہ بالا مراحل سے گزار کر نماز کا پابند بنا سکتے ہیں۔

سوال 112: بچوں کو نماز کے بعد کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟

جواب: بچوں کو نماز کے بعد مانگنے کے لیے درج ذیل دعائیں یاد کروانی چاہئیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

☆ یا اللہ! ہمارے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کو معاف فرما۔

☆ یا اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو ہر گناہ سے طہارت دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں اپنی اطاعت کا پیکر بنا دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں اپنی عبادت میں فنا کر دے۔

☆ یا اللہ! ہماری زبان پر اپنا ذکر وشکر جاری فرما دے۔

☆ یا اللہ! ہماری نگاہ کو اپنے قُرب کے حصول کا ذریعہ بنا دے۔

☆ یا اللہ! ہمارا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا اور دوستی و دشمنی سب کچھ اپنی مرضی اور رضا کے تابع فرما دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں دنیا و آخرت میں عفو و عافیت عطا فرما۔

☆ یا اللہ! ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے محبت و عشق میں فنائیت عطا فرما دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر بجا لانے کی توفیق مرحمت فرما۔

☆ یا اللہ! ہماری ساری زندگی حضور ﷺ کی سنت و سیرت کے مطابق ڈھال دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں ہر قول و فعل میں حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع اور پیروی کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

☆ یا اللہ! ہمیں ایسا بنا دے کہ تجھے پسند آ جائیں۔

☆ یا اللہ! ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ تیرے مقرب بندوں کی طرح بسر ہو۔

☆ یا اللہ! شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو صحت و سلامتی عطا فرما اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رکھ۔

☆ یا اللہ! ہمیں اپنے والدین کا اطاعت گزار بنا دے۔

☆ یا اللہ! ہمیں اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔

☆ یا اللہ! تمام قرض داروں کو قرض سے نجات عطا فرما۔

☆ یا اللہ! ہمیں حج بیت اللہ کی زیارت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ! عالم اسلام کو استحکام اور اتحاد عطا فرما۔

☆ یا اللہ! پاکستان کو امن و سلامتی اور خوش حالی کا گہوارہ بنا۔

☆ یا اللہ! سرزمینِ پاک پر مصطفوی انقلاب کا سویرا جلد طلوع فرما۔(آمین)

سوال 113: بچوں کو عربی میں کون سی دعائیں یاد کروانی چاہئیں؟

جواب: بچوں کو عربی میں درج ذیل دعائیں یاد کروانی چاہئیں:

1۔ **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّفِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ**○(1)

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی سے نواز اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ○

2۔ **رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ**○(2)

اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما لے، بے شک تو خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے○

3۔ **رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَآ اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا وقفه وَاغۡفِرۡ لَنَا وقفه وَارۡحَمۡنَا وقفه اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ**○(3)

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ

---

(۱) البقرة، ۲: ۲۰۱

(۲) البقرة، ۲: ۱۲۷

(۳) البقرة، ۲: ۲۸۶

فرما، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا (بھی) بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار! اور ہم پر اتنا بوجھ (بھی) نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہمارے (گناہوں) سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ○

4۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○[۱]

(اور عرض کرتے ہیں) اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے ○

5۔ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○[۲]

اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے ○

6۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○[۳]

اے ہمارے رب! ہم (تیرے بھیجے ہوئے حق پر) ایمان لے آئے ہیں سو تو ہمیں (بھی حق کی) گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ○

---

(۱) آل عمران، ۳: ۸

(۲) آل عمران، ۳: ۱۶

(۳) المائدہ، ۵: ۸۳

7۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○[١]

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے○

8۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○[٢]

اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم گروہ کے ساتھ (جمع) نہ کر○

9۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ○[٣]

اے ہمارے رب! تو ہم پر صبر کے سرچشمے کھول دے اور ہم کو (ثابت قدمی سے) مسلمان رہتے ہوئے (دنیا سے) اُٹھا لے○

١٠۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا○[٤]

اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں راہ یابی (کے اسباب) مہیا فرما○

١١۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ○[٥]

(١) الأعراف، ٨: ٢٣

(٢) الأعراف، ٨: ٤٧

(٣) الأعراف، ٨: ١٢٦

(٤) الكهف، ١٨: ١٠

(٥) المؤمنون، ٢٣، ١٠٩

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہےo

12۔ رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُo(۱)

اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور ہم نے تیری طرف ہی رجوع کیا اور (سب کو) تیری ہی طرف لوٹنا ہےo

سوال 114: اگر کوئی مہمان بچہ گھر میں آ جائے تو کیا اس سے نماز پڑھنے کی باز پرس کرنی چاہیے؟

جواب: جی ہاں! اگر گھر میں کوئی بچہ بطور مہمان آیا ہوا ہو تو اس سے نرمی اور حکمت وشفقت سے نماز پڑھنے کی باز پرس کرنی چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَعْدَ مَا أَمْسٰى، فَقَالَ: أَصَلَّى الْغُلَامُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، فَاضْطَجَعَ.(۲)

میں نے ایک رات اپنی خالہ جان حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گزاری تو شام ہونے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: کیا بچے نے نماز پڑھ لی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے۔

---

(۱) الممتحنة، ۶۰:۴

(۲) أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی صلاة اللیل، ۲: ۴۵، رقم: ۱۳۵۶

سوال 115: بچے کو کس عمر میں روزہ رکھنے کی تلقین کرنی چاہیے؟

جواب: نابالغ پر روزہ رکھنا لازم نہیں، لیکن اگر کم عمری میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو بچے کو روزہ رکھنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ یوں وہ روزہ رکھنے کی مشق کر سکے گا اور اس کا عادی بھی بن جائے گا۔ اس طرح بلوغت کے بعد اس کے لیے روزہ رکھنا قدرے آسان ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچپن میں ہی اپنے بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔

امام بخاری نے اپنی 'الصحیح' میں 'صوم الصبیان' کے عنوان سے باب قائم کیا ہے، اوراس میں یہ روایت درج کی ہے:

قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ لِنَشْوَانَ فِي رَمَضَانَ: وَيْلَكَ، وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ. (1)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نشئی شخص سے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے (تو نے رمضان میں بھی شراب پی رکھی ہے) جب کہ ہمارے بچے بھی روزے سے ہیں۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَرْسَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ: مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ. قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكٰى

---

(1) بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صوم الصبیان، ۲: ۶۹۲

أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاکَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الإِفْطَارِ.[1]

حضور نبی اکرم ﷺ نے عاشورہ کی ایک صبح کو انصار کے کسی گاؤں میں پیغام بھیجا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا وہ باقی دن اسی طرح پورا کرے اور جس نے روزہ رکھا ہوا ہے وہ روزے سے رہے۔ وہ فرماتی ہیں: اِس کے بعد ہم روزہ رکھتیں اور ہمارے بچے بھی روزہ رکھتے۔ ہم نے اُن کے (کھیلنے کے) لیے روئی کی ایک گڑیا بنا دی تھی۔ جب اُن میں سے کوئی کھانے کے لئے روتا تو ہم اُسے (کھیلنے کے) لیے وہی دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو روزہ رکھوانے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور صرف فرض ہی نہیں بلکہ نفلی روزے بھی رکھوایا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وَفِي الْحَدِيْثِ حُجَّةٌ عَلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ تَمْرِيْنِ الصِّبْيَانِ عَلَى الصِّيَامِ، كَمَا تَقَدَّمَ، لِأَنَّ مَنْ كَانَ فِي مِثْلِ السِّنِّ الَّذِي ذُكِرَ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صوم الصبیان......، ۲: ۶۹۲، رقم: ۱۸۵۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب من أکل في عاشوراء فلیکف بقیة یومه، ۲: ۷۹۸، رقم: ۱۱۳۶

۳۔ بیهقی، السنن الکبری، ۴: ۲۸۸، رقم: ۸۱۹۱

فَهُوَ غَيْرُ مُكَلَّفٍ.[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بطورِ مشق بچوں کو روزہ رکھوانا جائز ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے، کیونکہ اس حدیث میں بچوں کی جو عمر درج ہے اُس عمر میں وہ شریعت کے اوصاف سے مزین نہیں ہوتے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہی ہے کہ بچوں کو دس سال کی عمر میں روزوں کا پابند بنایا جائے۔[2]

سوال 116: والدین اپنے بچوں کو روزہ کا عادی بنانے کے لیے کون سے طریقے اختیار کر سکتے ہیں؟

جواب: بچپن کا دور سیکھنے اور اثر قبول کرنے کے حوالے سے بہترین زمانہ ہوتا ہے۔ اِس لیے اسلام نے والدین کو چھوٹی عمر ہی سے بچوں کی تربیت کے لیے بذات خود فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔

اگر بچوں کی جسمانی قوت و ساخت اور ان کی ہمت و برداشت روزہ رکھنے کے قابل ہو تو والدین درج ذیل طریقے اختیار کر کے بچوں کو روزہ کا عادی بنا سکتے ہیں:

1۔ بچے کو سحری کھانے کے لیے بیدار کیا جائے۔

2۔ بچے کو آدھے دن یا عصر تک روزہ رکھنے کی عادت ڈالی جائے تا کہ وہ

---

(١) ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، ٤: ٢٠١

(٢) ابن قدامة، المغنى، ٣: ١٥٣

اسے برداشت کر لے اور اس کا عادی ہو جائے۔

3۔ سخت بھوک اور ناقابل برداشت پیاس کی صورت میں بچے کا روزہ کھلوا دیا جائے۔

4۔ ایک دن کا مکمل روزہ بچے کو رکھوایا جائے پھر ناغہ کیا جائے اور آہستہ آہستہ روزوں کی تعداد کو بڑھایا جائے۔

5۔ روزے کی حالت میں بچے کو زیادہ بھاگ دوڑ اور کھیل کود سے منع کیا جائے۔

سوال 117: کیا نابالغ بچے کو حج کروانا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! نابالغ بچے کو حج کروانا جائز ہے اور یہ حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا. فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. وَلَکِ أَجْرٌ. (1)

(1) ١- مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب صحة حج الصبي وأجر من حج به، ٢: ٩٧٤، رقم: ١٣٣٦

٢- ترمذي، السنن، كتاب الحج، باب ما جاء في حج الصبي، ٣: ٢٦٤، رقم: ٩٢٤

٣- نسائي، السنن الكبرى، كتاب الحج، باب الحج بالصغير، ٢: ٣٢٦، رقم: ٣٦٢٦

٤- ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب حج الصبي، ٢: ٩٧١، رقم: ٢٩١٠

ایک عورت نے اپنے بچے کو اُٹھا کر پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور اس کا اَجر تمہیں بھی ملے گا۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

حُجَّ بِي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. (١)

مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرایا گیا جبکہ میں اُس وقت سات سال کا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ، أَسِيْرُ عَلٰى أَتَانٍ لِي، وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى، حَتّٰى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ، فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. (٢)

میں اپنی سواری پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا۔

---

(١) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإحصار و جزاء العید، باب حج الصبیان، ٢: ٦٥٨، رقم: ١٧٥٩

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٤٤٩، رقم: ١٥٧٥٦

٣۔ ترمذی، السنن، کتاب الحج، باب ماجاء في حج الصبي، ٣: ٢٦٥، رقم: ٩٢٥

٤۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ٧: ١٥٦، رقم: ٦٦٨١

(٢) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإحصار و جزاء الصید، باب حج الصبیان، ٢: ٦٥٧، رقم: ١٧٥٨

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ١: ٢٦٤، رقم: ٢٣٧٦

حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر منٰی میں نماز پڑھا رہے تھے۔ میں پہلی صف کے کچھ حصے کے آگے سے گزرا اور پھر سواری سے نیچے اُتر آیا۔ میں نے اُسے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما خود بیان فرماتے ہیں کہ وہ نابالغ تھے لیکن اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج ادا کیا۔ تاہم نابالغ بچے کا ادا کیا گیا حج نفلی شمار ہوگا۔ بلوغت کے بعد اسے یہ حج کافی نہیں ہوگا بلکہ اگر وہ صاحب استطاعت ہو تو فرض کی ادائیگی کے لیے اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

سوال 118: بچوں کو بُری محفل سے بچنے اور اچھی مجلس اپنانے کی تلقین کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: والدین اِس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اُن کے بچے بُری محفل میں نہ بیٹھیں، کیونکہ جن بچوں کو بُری محفل سے بچنے کی ترغیب نہیں دی جاتی وہ نہ صرف بُرے لوگوں کے اطوار سے متاثر ہوتے ہیں بلکہ اُنہی کا عملی روپ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔

بچوں کی اسکول جانے کے دوران اور واپس آنے کے بعد نگرانی کی جائے کہ وہ کہاں اور کن کن لوگوں سے ملتے ہیں، تاکہ وہ غلط افراد کے درمیان وقت نہ گزاریں۔ اسی طرح جو والدین اپنے بچوں کو اخلاق سوز لٹریچر، غیر اخلاقی فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں تو گویا وہ اپنی اولاد کو نہ صرف تباہی کے گڑھے میں خود دھکیلتے ہیں بلکہ ان میں بُری مجلس اختیار کرنے کی رغبت کا باعث بھی بنتے

ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے موبائل اور ان کے دیکھے جانے والے ٹی وی چینلز پر کڑی نظر رکھیں اور ان کی کتب کی الماری اور بیگ کو بھی چیک کرتے رہیں تا کہ کہیں کتب میں اخلاق سوز رسالے یا کوئی ممنوعہ مواد تو موجود نہیں ہے۔

اولاد کو بری محفل سے بچانے کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری اور فرائض احسن طریقے سے سر انجام دیں۔ بچوں کو اچھی مجلس اور باکردار لوگوں سے میل جول رکھنے کی ترغیب دیں، کیونکہ اس سے بچوں کی بہترین اخلاقی تربیت ہوتی ہے۔ یوں اچھی صحبت کے فوائد سے مستفید ہو کر وہ معاشرے کے مفید اور مثالی شہری بنتے ہیں۔

والدین کو چاہیے کہ بچوں کو اچھی مجلس اپنانے کی ترغیب دینے کے لیے ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ نیک مجلس میں لے جایا کریں کیونکہ جب بچے دین کی باتیں سنیں گے تو وہ ان کے دل میں اُتریں گی۔ پھر ان اچھی باتوں اور نیک صحبت کی برکت سے بچوں کا ذہن بھی معطر ہو گا اور اُن میں اچھی مجلس میں جانے کی رغبت بھی پیدا ہو گی۔

سوال 119: بچوں کو حسد سے کیسے بچایا جائے؟

جواب: حسد سے مراد دوسروں کو حاصل نعمتوں سے جلنا اور ان سے چھن جانے کی تمنا کرنا ہے۔ یہ معاشرتی بیماریوں میں سے ایک خطرناک مرض ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں میں جب ایسی کیفیات محسوس کریں، جن سے حسد کی آبیاری ہو رہی ہو تو ان کے منفی جذبات کو حکمت اور دانائی سے روکنے کی کوشش کریں، تا کہ بچوں کی

اعلیٰ خطوط پر تربیت کی جا سکے۔

عام طور پر والدین کا غیر منصفانہ رویہ بچوں میں حسد اور سرکشی کے جذبے کو اُبھارتا ہے۔ ایک بچہ جب دیکھتا ہے کہ اس کے دوسرے بہن بھائیوں کو جو چیزیں، سہولتیں اور کھلونے میسر ہیں وہ اس کے پاس کیوں نہیں ہیں، تو وہ احساسِ کمتری سے دوچار ہو جاتا ہے اور یہی جذبہ پھر حسد اور بغض و کینہ کی کیفیت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ والدین کو بچوں کے مابین کھلونوں، دوسری چیزوں اور ہر معاملے میں عدل، انصاف اور مساوات سے کام لینا چاہیے تاکہ ان میں حسد کا جذبہ نہ پیدا ہو سکے۔ ان کے لباس، کھلونوں اور دیگر سہولتوں میں یکسانیت اور ہم آہنگی پیدا کریں۔ بچہ جب کسی دوسرے بچے کے پاس موجود چیز دیکھ کر اس کی خواہش کرے تو ممکن ہو سکے تو وہ چیز اُسے فراہم کریں تاکہ تمنا کے پوری نہ ہونے کی صورت میں حسد کی شکل اختیار نہ کر سکے اور اگر ممکن نہ ہو تو اسے تسلی بخش طریقے سے سمجھا دیا جائے۔

بعض اوقات جب گھر میں بچے کی ولادت ہوتی ہے تو وہ نومولود سب کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ ہر کوئی اس سے پیار کرتا، گود لیتا، چومتا اور کھلاتا ہے۔ اِس سے بھی پہلے والے بچے کے دل میں حسد کا جذبہ جنم لیتا ہے۔ والدین اور گھر کے باقی افراد کو چاہیے کہ نئے بچے کی ولادت پر پہلے بچے کے ساتھ بھی محبت اور شفقت میں کمی نہ آنے دیں اور نہ ہی چھوٹے بچے کو یہ احساس ہونے دیں کہ اس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ مذکورہ بالا حکمت عملی سے بچوں کو حسد سے بچایا جا سکتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بڑے بچے کے دل میں بھی چھوٹے بچے کی محبت ڈالنی چاہیے، تاکہ دونوں میں پیار کا رشتہ پروان چڑھے۔

سوال 120: والدین اپنے بچوں کو صدقہ اور خیرات کرنے کا عادی کیسے بنائیں؟

جواب: اسلام معاشرتی تعلق و روابط کی استواری پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ معاشرے میں باہمی اخوت و محبت اور یگانگت بیدار کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ معاونت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام مفلس، نادار اور مستحق افراد کی مالی مدد کی بہت ترغیب دیتا ہے تاکہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری ہو سکیں۔

والدین اپنے بچوں کو صدقہ و خیرات کرنے کا عادی بنانے کے لیے اُن کے ہاتھ سے مستحق افراد کی معاونت کروائیں تاکہ بچوں کے دل میں بھی یہ احساس پیدا ہو کہ ان کے مال میں غرباء کا بھی حصہ ہے۔ اپنے بچوں کے دوستوں میں سے کسی کو مستحق جانیں تو اپنے بچوں کو اس کی غیر محسوس طریقے سے مدد کرنے کی ترغیب دیں تاکہ بچوں کے دل میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق 'دائیں ہاتھ سے خرچ کریں اور بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو'[1] کا جذبہ پیدا ہو۔ اس سے بچوں میں دوسروں کے مسائل سمجھ کر اُنہیں حل کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا۔ اس سے ان میں خود غرضی کی کیفیات پیدا نہیں ہوں گی اور ہمدردی اور انسان دوستی کی خصوصیات بھی فروغ پائیں گی۔

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجماعة والإمامة، باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد، ۱: ۲۳۴، رقم: ۶۲۹

۲۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء فی الحب فی الله، ۴: ۵۹۸، رقم: ۲۳۹۱

۳۔ مالك، الموطا، ۲: ۹۵۲، رقم: ۱۷۰۹

والدین بچوں کو ایسی آیاتِ قرآنی، احادیث مبارکہ، صحابہ کرام ﷺ اور اولیائے کرام کے واقعات سنائیں تاکہ ان میں صدقہ اور خیرات دینے کی رغبت پیدا ہو۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۱)

جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی مشکل حل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا۔

حضرت زید بن ثابت ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ۲: ۸۶۲، رقم: ۲۳۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، ۴: ۱۹۹۶، رقم: ۲۵۸۰

۳۔ أبو داود، السنن کتاب الأدب، باب المؤاخاة، ۴: ۲۷۳، رقم: ۴۸۹۳

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الحدود، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ۴: ۳۴، رقم: ۱۴۲۶

لَا يَزَالُ اللهُ فِي حَاجَةِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ.(1)

جب تک کوئی بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے اُس بندے کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَشٰى فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ الْمُسْلِمِ حَتّٰى يُتِمَّهَا لَهُ، أَظَلَّهُ اللهُ بِخَمْسَةِ آلَافٍ (وفي رواية: بِخَمْسَةٍ وَسَبْعِيْنَ أَلْفَ) مَلَكٍ، يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، إِنْ كَانَ صَبَاحاً حَتّٰى يُمْسِي وَإِنْ كَانَ مَسَاءً حَتّٰى يُصْبِحَ؛ وَلَا يَرْفَعُ قَدَمًا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ، وَلَا يَضَعُ قَدَماً إِلَّا حَطَّ اللهُ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً.(2)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لیے چل پڑا یہاں تک کہ اُسے پورا کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس پر پانچ ہزار - اور ایک روایت کے مطابق پچھتر ہزار - فرشتوں کا سایہ فرما دیتا ہے۔ اگر دن ہو تو رات تک اور اگر رات ہو تو دن ہونے تک وہ فرشتے اُس کے لیے دعائیں کرتے

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۵: ۱۱۸، رقم: ۴۸۰۲

۲۔ ھیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۹۳

(۲) ۱۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۴: ۳۴۷، رقم: ۴۳۹۶

۲۔ بیهقي، شعب الإيمان، ۶: ۱۱۹، رقم: ۷۶۶۹

اور اس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ اُس کے ہر اُٹھنے والے قدم کے بدلے اُس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اُس کے (اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو حل کرنے کے لیے) ہر اُٹھنے والے قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ بچوں کو دوسروں کی مدد کرنے اور مستحق افراد کے کام آنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ اس طرح بچوں کو شعور ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنے سے ان کے مال میں نہ صرف اضافہ ہوگا، بلکہ بے پناہ اجر و ثواب کے ساتھ اُن کے درجات میں بلندی بھی نصیب ہوگی اور دنیا و آخرت میں مراتب بھی بلند ہوں گے۔

سوال ۱۲۱: بالغ بچوں کو غیر عورتوں کے ساتھ خلوت سے کیوں روکا جائے؟

جواب: بالغ بچوں کو غیر عورتوں کے ساتھ خلوت سے اس لیے روکا جائے کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ شریعت میں کسی بھی بالغ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اکیلا کسی بھی غیر عورت کے ساتھ تنہائی میں ملے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ لَيْسَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا، فَإِنَّ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ. (۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ہرگز کسی ایسی عورت

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۹، رقم: ۱۴۶۹۲

کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے جس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو، کیونکہ (ایسی صورت میں) ان دونوں کا تیسرا (ساتھی) شیطان ہوتا ہے۔

سوال 122: کیا بچیوں کا وقتِ بلوغت پردہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں! بچیوں کا وقتِ بلوغت پردہ کرنا ضروری ہے اور انہیں بے پردہ گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ.[1]

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے۔

لہٰذا بچیوں کو بچپن سے ہی شرعی لباس پہننے اور سر ڈھانپنے کی بھی ترغیب دی جائے اور بالغ ہونے پر باقاعدہ پردے کا اہتمام بھی کرایا جائے۔

سوال 123: کیا بچیوں کے لیے ناخن بڑھانا جائز ہے؟

جواب: جی نہیں! بچیوں کے لیے ناخن بڑھانا جائز نہیں ہے۔ مستحب و مستحسن عمل یہ ہے کہ ہر جمعہ کو ضرور ناخن کاٹے جائیں، بصورت دیگر ناخن کاٹنے میں چالیس دن

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۵۹

سے زیادہ کا عرصہ گزارنے سے گریز کیا جائے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے:

وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفِ الإِبِطِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. (۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال اکھیڑنے، زیرِ ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

سوال 124: بچوں کو ناخن کاٹنے کا طریقہ کیسے سکھایا جائے؟

جواب: بچوں کو ناخن کاٹنا درج ذیل طریقے سے سکھایا جائے:

دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں اور چھنگلی (چھوٹی انگلی) پر ختم کریں۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کریں۔ آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں، یعنی دائیں ہاتھ سے شروع

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ۱: ۲۲۲، رقم: ۲۵۸

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۲، رقم: ۱۲۲۵۴

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب، ۴: ۸۴، رقم: ۴۲۰۰

۴۔ ترمذی، السنن، كتاب الأدب، باب في التوقيت في تعليم الأظفار وأخذ الشارب، ۵: ۹۲، رقم: ۲۷۵۹

کریں اور دائیں پر ہی ختم کریں۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے میں دائیں پاؤں کی چھنگلی (چھوٹی اُنگلی) سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کریں پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلی (چھوٹی اُنگلی) پر ختم کریں۔(1)

سوال 125: اسلام بچوں کو الگ سلانے کا حکم کب دیتا ہے؟

جواب: بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو اسلام ان کے بستر الگ الگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بواسطہ اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.(2)

جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز کا حکم دیا کرو، جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) انہیں تادیباً

---

(1) حصكفي، الدر المختار، ٢: ٢٥٠

(٢) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٢: ١٨٧، رقم: ٦٧٥٦

٢۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة، ١: ١٣٣، رقم: ٤٩٥

٣۔ دار قطني، السنن، ١: ٢٣٠، رقم: ٢-٣

٤۔ حاكم، المستدرك، ١: ٣١١، رقم: ٧٠٨

سزا دو اور (اس عمر میں) ان کے بستر الگ الگ کر دو۔

بچپن ہی میں بستر الگ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ بچے بے راہ روی کا شکار نہ ہوسکیں۔

2۔ عصری تعلیم و تربیت

سوال 126: بچوں کی ابتدائی تعلیم کس زبان میں ہونی چاہیے؟

جواب: بچوں کی ابتدائی تعلیم مادری زبان میں ہونی چاہیے کیونکہ یہ بچے کے ذہن، فہم، حافظے کی استعداد اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ زبان کے اثرات بچے پر کسی بھی بات کو پوری طرح سمجھنے کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ بچہ جب اسکول جانا شروع کرتا ہے تو وہ ذہنی و جسمانی اور جذباتی ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے۔ اس عمر میں فطری استعداد کے مطابق سیکھنے کی مکمل آزادی دینی چاہیے تاکہ بچہ دباؤ کا شکار نہ ہو، لیکن اگر والدین اپنے بچوں کے ذہن، سمجھ، عقل و حافظے کی استعداد اور فطرت کے خلاف تعلیم دلوانے کی کوشش بھی کر لیں تو اُس کے نتیجے میں سیکھنے کا عمل جبری ہوگا۔ یہ آگے چل کر اُن کے اسکول سے بھاگنے کا محرک بھی بن سکتا ہے۔

سوال 127: بچے کو کس عمر میں عصری تعلیم دی جائے؟

جواب: بچے کی عصری تعلیم کا آغاز اس کی جسمانی اور ذہنی نشو و نما کو مدنظر رکھ کر اڑھائی سے تین سال کی عمر میں ہو جانا چاہیے، کیونکہ اس عمر میں بچے کا ذہن سیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہو چکا ہوتا ہے۔ کھیل ہی کھیل میں تعلیم کے آغاز سے اس کا علمی شعور بیدار ہوتا ہے۔

سوال 128: بچوں کو سبق کیسے یاد کروایا جائے؟

جواب: بچوں کو درج ذیل تجاویز پر عمل کر کے سبق یاد کروایا جاسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے حافظہ کی کمزوری بھی دور ہوجاتی ہے اور ان کی ذہنی نشو ونما میں بھی مدد ملتی ہے۔

1۔ بچے کو سبق یاد کرانے کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب وہ تھکا ہوا نہ ہو اور نہ ہی کسی پریشانی میں مبتلا ہو۔ خوشی اور تفریح کے موڈ میں بچہ ہر چیز آسانی سے یاد کرلیتا ہے۔ دلچسپ انداز اور کہانی کی صورت میں بچے کو سبق اچھی طرح یاد کروایا جا سکتا ہے۔

2۔ بچے کو وقفے وقفے سے سبق یاد کروایا جائے۔ مثال کے طور پر اگر بچے کو ایک نظم ایک وقت میں دس بار پڑھائی جائے اور یہ خیال ہو کہ اسی وقت بچہ نظم یاد کرلے تو اس سے مایوسی ہوگی۔ اس کی بجائے بہتر ہے کہ بچے کو جب وہ تازہ دم ہوتو وقفے وقفے سے پڑھائی جائے۔ اس طرح بچے کو وہی نظم بغیر کسی مشکل کے یاد ہو جائے گی۔

3۔ بچے کو اگر کوئی بات ایک یا دو مرتبہ بھول جائے تو اسے کند ذہن یا نالائق کہہ کر اُس کی دل آزاری اور حوصلہ شکنی نہ کی جائے، بلکہ اس وقت مختلف انداز سے اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر بچے کی یادداشت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہر بچہ ہر مضمون میں اول نہیں آ سکتا۔ کمزور یادداشت والے بچوں کو یہ باور نہ کروایا

جائے کہ وہ خاص شفقت اور توجہ کے محتاج ہیں۔ محض بھول جانے کی عادت یا کمزوری کی وجہ سے ان پر کسی قسم کی سختی کرنے یا اُنہیں برا بھلا کہنے سے ان پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔

4۔ بچے پر کام کا حد سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ تھکاوٹ عارضی طور پر بچے کی یادداشت اور اعصاب پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اگر بچے کو آرام، کھیل کود اور تفریح کے لیے مناسب وقت فراہم کیا جائے تو بعد میں بچہ آسانی سے سبق یاد کرسکتا ہے۔

5۔ بچے کی رات کی نیند ضرور پوری ہونی چاہیے۔ جو بچہ شام کے وقت کوئی چیز یاد نہیں کرسکتا جب رات کی پرسکون نیند کے بعد صبح تازہ دم اُٹھے گا تو وہی چیز اُسے باآسانی یاد ہو جائے گی۔

6۔ سبق یاد کرنے کے لیے بچے کا صحت مند ہونا ضروری ہے، اس لیے بچے کو سادہ، زود ہضم اور قوت بخش غذا دینی چاہیے۔ بچے کو ایسی چیزیں کھانے پر مجبور نہ کیا جائے جن کو وہ پسند نہیں کرتا۔ ہر وقت یا بار بار بچہ اگر کچھ کھاتا پیتا رہے تو اس سے بھی اس کے معدہ اور صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ لٰہذا بچے کے کھانے کے اوقات میں اتنا وقفہ ضرور ہونا چاہیے کہ پہلی غذا ہضم ہو جائے، ورنہ وہ بچہ غبی اور کند ذہن ہو جائے گا۔

7۔ بعض اوقات اولاد کی بیماریوں سے والدین کی غفلت بھی بچوں کی یادداشت پر اثر انداز ہوتی ہے، لٰہذا بچوں کا علاج کسی اچھے ڈاکٹر سے بروقت کروانا چاہیے۔ اس طرح بچے کا مرض دور ہوتے ہی، اس کی یادداشت کی قوت بحال ہو

جاتی ہے۔

سوال 129: نصاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: نصاب سے مراد وہ تمام مواد ہے جو کتابوں اور ورک بک کی صورت میں کسی بھی سکول میں پڑھایا اور سکھایا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ علم جو کسی نہ کسی صورت میں ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کیا جائے۔ پوری دنیا میں نصابِ تعلیم ہر ملک کی روایات، مذہب، معاشرت اور طرزِ بود و باش کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے اور اس کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ نصاب کا کوئی بھی حصہ مذہب یا روایات کے منافی یا متصادم نہ ہو۔ ایک معیاری نصاب تعلیم نہ صرف کسی قوم کا ورثہ نسل در نسل منتقلی کا ذریعہ ہے جبکہ دوسرے لفظوں میں اِسے قوم کی اساس بھی کہا جا سکتا ہے۔

سوال 130: کیا ہمارا نصاب تعلیم بچوں کی ذہنی استطاعت کے عین مطابق ہے؟

جواب: جی نہیں ا ہمارا نصاب تعلیم بچوں کی ذہنی سطح کے عین مطابق نہیں ہے۔ یہ مختلف جہات میں بٹا ہوا ہے اور آئے دن تجربات کی زد پر رہتا ہے۔ سکولوں میں پڑھایا جانے والا نصاب ہر سال تبدیل ہوتا ہے اور اس کا معیار بلند ہونے کی بجائے، اساتذہ اور طلباء کی مشکلات میں نہ صرف اضافہ کرتا ہے بلکہ مستزاد یہ کہ مددگار کتب کے نام پر طلبہ و طالبات کو مہنگی کتب خریدنے پر مجبور کیا جاتا ہے، جو ہر ایک طالبِ علم کے بساط کی بات نہیں۔ موجودہ نصاب تعلیم قومی اور بین الاقوامی

تقاضوں کو بھی پورا کرنے سے قاصر ہے۔

ضرورت اِس امر کی ہے کہ ملکی ماہرینِ تعلیم نصاب کا تنقیدی و تقابلی جائزہ لے کر بچوں کی ذہنی سطح اور عمر کی استعداد کے مطابق نصابِ تعلیم مرتب کریں۔ طریقۂ تدریس میں بھی اس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ ابلاغ آسان فہم ہو اور بچوں کے لیے دل چسپی پیدا ہو۔

سوال 131: کیا ہمارے ملک میں یکساں نصاب تعلیم رائج ہے؟

جواب: جی نہیں! ہمارے ملک میں یکساں نصابِ تعلیم رائج نہیں ہے بلکہ اس وقت وطنِ عزیز میں بیک وقت کئی نصاب تعلیم رائج ہیں۔ زیادہ تر سکولوں میں چار طرح کے نصاب پڑھائے جارہے ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ مخلوط نصاب تعلیم

مغربی طرز کا یہ نصاب زیادہ تر پرائیویٹ سکولوں میں رائج ہے۔ اس میں زیادہ حصہ انگلش کتب پر مبنی ہے جس میں انگریزی ادب نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس طرز کے نصاب میں ایک مضمون اسلامیات، مطالعہ پاکستان اور اردو کا رکھا گیا ہے۔ ان مضامین میں بھی اسلامیات اور مطالعہ پاکستان انگلش زبان میں پڑھایا جا رہا ہے۔ اس نصاب میں ہر سکول مختلف ناشران کی شائع کردہ کتب پڑھا رہا ہے۔ ان کتب کے پڑھائے جانے کا معیار ان میں معیاری علمی مواد ہونے کی بجائے سکول مالکان کی پسند و ناپسند ہے۔ تقریباً ہر سکول کا نصاب دوسرے سکول کے نصاب سے یکسر مختلف ہے۔

2۔سرکاری نصاب تعلیم

یہ نصاب سرکاری اور نیم سرکاری سکولوں میں رائج ہے۔ اس کی بھی دو شاخیں ہیں:

(1) انگلش میڈیم

(2) اردو میڈیم

اردو میڈیم سکولوں میں تقریباً تمام کتب اردو میں جبکہ انگلش میڈیم سکولوں میں بعض کتب اردو اور بعض انگریزی میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ تاہم 2008ء میں سرکاری سکولوں میں انگلش اور اردو میڈیم کے نصاب کے فرق کو ختم کر دیا گیا۔ گورنمنٹ (صوبوں کی زیرِنگرانی کام کرنے والے) سکولوں میں پڑھایا جانے والا نصاب صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ شائع کرتا ہے۔ ملک کے ہر صوبے کا اپنا ایک الگ تعلیمی بورڈ ہے جس کا اپنا الگ نصاب ہے۔

وفاق کے زیرِنگرانی چلائے جانے والے سکولوں میں وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ کی کتب پڑھائی جا رہی ہیں۔ یہ نصاب عرصہ دراز سے بنا کسی رد و بدل کے پڑھایا جا رہا ہے۔ وفاق کے زیرِ نگرانی کام کرنے والے سکولوں میں یکساں نصابِ تعلیم رائج ہے۔ اسی طرح فوج کے زیرِنگرانی کام کرنے والے سکول پورے ملک میں کام کر رہے ہیں اور ملک بھر میں اے پی ایس سکولوں کا نصاب یکساں ہے۔

3۔کیمبرج نصابِ تعلیم

یہ کیمبرج سسٹم کا نصابِ تعلیم ہے۔ اس سسٹم کے تحت اے لیول اور او

لیول کے امتحانات کی تیاری کروائی جاتی ہے۔ اس طرزِ تعلیم میں تمام کتب غیر ملکی نصاب پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس سسٹم میں اسلامیات، اسلامی تاریخ اور مطالعہ پاکستان کا مضمون نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور بعض اداروں میں تو یہ سرے سے ہی نہیں ہوتا۔

4۔ مذہبی نصابِ تعلیم

یہ مکمل طور پر مذہبی تعلیم پر مشتمل نصاب ہے۔ اِس نصاب تعلیم میں فقہ، حدیث، نحو اور تجوید وغیرہ پڑھائی جاتی ہے۔ اس طرز کے نصاب میں دنیوی تعلیم کا عمل دخل سطحی سا ہوتا ہے۔ یہ نصابِ تعلیم زیادہ تر مدارس میں رائج ہے۔ 2008ء میں پہلی بار مدارس کے بورڈز کا قیام عمل میں لایا گیا اور تمام مدارس کو اس ادارے کے تحت اپنا نصاب وضع کرنے کی ہدایات دی گئیں۔ اس سے پہلے نہ تو ان مدارس میں کوئی دنیوی مضمون پڑھایا جاتا تھا اور نہ ہی عصری حوالوں سے ان مدارس کی ڈگریوں کی کوئی حیثیت تھی۔ دینی مدارس کے بورڈز کے قیام کے بعد ملک میں وفاق اور صوبوں کی سطح پر مدارس کے نصاب میں بعض عصری مضامین بھی شامل کیے گئے۔ تاہم ابھی بھی ملک میں کئی ایسے مدارس موجود ہیں جو کہ اپنا الگ کام کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا تمام نصابِ تعلیم کے تحت تعلیم حاصل کرنے والے بچے چونکہ مختلف ماحول میں پرورش پاتے ہیں۔ اس ماحول اور تعلیمی نصاب کا یہ تضاد انہیں الگ الگ نوعیت کی ذہنیت اور شخصیت عطا کرتا ہے اور یہ تفاوت ہمارے بچوں کو کئی طبقات میں بانٹ رہی ہے۔ ان میں سے ہر طبقے کی سوچ دوسرے طبقے کی فکر سے مختلف اور بعض اوقات متصادم ہو جاتی ہے۔

ان تمام تضادات کے پنپنے کی بنیادی وجہ ہی نصاب تعلیم ہے اور جب تک پورے ملک میں یکساں نصاب تعلیم رائج نہیں ہو جاتا تب تک قومی اتحاد کی کوششیں بھی کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ بچوں کا ذہن نازک ہوتا ہے اور بچپن میں جو کچھ بھی ان کو پڑھا دیا جاتا ہے، وہ ذہن پر نقش ہو کر ساری زندگی کے لیے ان کی عادات اور سوچ کا حصہ بن جاتا ہے۔ سکول کی تعلیم حاصل کرنے والا سٹوڈنٹ مدرسے سے علم حاصل کرنے والے کو دقیانوسی سمجھنے لگتا ہے جبکہ مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے والا طالب علم سکول کے طالب علم کو کافر گردانںے لگتا ہے۔ اس طرح ایک ہی ملک کے رہنے والے بچوں کے درمیان آپس میں چپقلش اور نفرت جنم لینے لگتی ہے جو کہ بعد ازاں معاشرے میں نفاق اور انتشار کا سبب بنتی ہے۔

سوال 132: بچوں کے تعلیمی معیار کو کیسے پرکھا جائے؟

جواب: بچوں کے تعلیمی معیار کو پرکھنے کا انحصار نظام تعلیم اور بچے کی تخلیقی سوچ، تجزیاتی صلاحیت اور مشکلات سے نمٹنے کی قوت پر ہوتا ہے۔ بچپن ہی سے شروع ہونے والی تخلیقی، تجزیاتی، تجرباتی اور مشکلات سے نبرد آزما ہونے والی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے والی تعلیم آنے والے بڑے امتحانات میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

بچوں میں بڑھتے ہوئے تعلیمی معیار کو جانچنے کے لئے رائج ہر نظام تعلیم میں کئی خامیاں موجود ہیں۔ تجرباتی اور تجزیاتی تعلیم کے فقدان کی وجہ سے بچوں میں تخلیقی اور جدت پسندی کا رجحان ختم ہو گیا ہے۔ اس سے صرف اور صرف رٹا سسٹم نے جنم لیا ہے جس سے بچوں میں خود غرضی کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ اس طریقہ کار سے دوسرے بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے، لہٰذا

کوشش کرنی چاہیے کہ رٹہ سسٹم کی بجائے بچوں میں نقادی تجزیاتی صلاحیتیں بیدار ہوں تاکہ زندگی پر محیط تعلیمی کوشش میں اضافہ ہو۔

سوال 133: بچوں کو طبقاتی نظامِ تعلیم کے تفرقے سے کیسے بچایا جائے؟

جواب: ملک بھر کے سکولوں اور مدارس کے لیے یکساں نصاب وضع کر کے بچوں کو تعلیمی تفرقے سے بچایا جا سکتا ہے۔ ملک کے تمام تعلیمی اداروں میں یکساں نصاب تعلیم کے فروغ سے ملک میں اتحاد و یگانگت اور ایک مضبوط قوم کی تکمیل ممکن ہوگی۔ اس کے لئے ضروری ہے:

1۔ تمام گورنمنٹ اور پرائیویٹ سیکٹر میں یکساں نصابِ تعلیم بنانے کی ذمہ داری HEC (ہائر ایجوکیشن کمیشن) کے سپرد کر دی جائے جو ملک کے نامور ماہر تعلیم افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کے ذریعے ایسا نصاب تعلیم وضع کرے، جو ملکی روایات، تاریخ اور دین اسلام کا امین ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے کے ہر طبقہ کے لیے قابل قبول ہو۔ اگر ٹھان لیا جائے تو یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے۔ اس ارض پاک میں اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل بہترین اہل علم موجود ہیں جو معیاری نصابِ تعلیم وضع کرنے کی کامل دسترس رکھتے ہیں۔

2۔ HEC کو یکساں نصابِ تعلیم وضع کرنے کے ساتھ ساتھ نصاب میں رد و بدل یا کسی بھی مواد کے اضافے اور تمام تعلیمی اداروں میں اس نصاب کے نفاذ کا مکمل اختیار بھی حاصل ہونا چاہیے۔

3۔ معیاری نصابِ تعلیم کے معاملے میں قانون سازی بھی نہایت ضروری ہے،

تاکہ کوئی ایسا قانون ملک میں موجود ہو جس کے تحت نصاب تعلیم کے اصول کی خلاف ورزی پر سزا کا تعین کیا جا سکے اور ایسا کوئی بھی مواد نصاب تعلیم میں شامل کرنے سے روکا جا سکے جو کہ ملکی روایات اور دین اسلام کے منافی یا متصادم ہو۔

سوال 134: تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آج کا بچہ پیچھے کیوں ہے؟

جواب: حقائق کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود آج کا بچہ درج ذیل وجوہات کی بنا پر پیچھے ہے:

1۔ اکثر والدین چاہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے اور جیسے بھی ممکن ہو میرے بچے کی پوزیشن ہر صورت اول ہی آنی چاہیے۔ وہ اپنی اس خواہش کی تسکین کے لیے بھاری فیسیں ادا کر کے بچے کو ٹیوشن بھیجتے ہیں۔ ان ٹیوشن سنٹرز میں بچے کو فقط امتحانی نقطہ نظر سے منتخب اسباق کی تیاری کروائی جاتی ہے۔ اس طریقۂ تدریس سے بچہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے اور رٹے لگا لگا کر صرف پوزیشن لینے کی تیاری کرتا ہے۔

2۔ دوسری وجہ والدین کی حد سے زیادہ مصروفیت ہے جس کے باعث بچے نظر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ والدین خود تو اپنے بچوں پر توجہ نہیں دے پاتے اور مصروفیت کے باعث ان کے ساتھ بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ وہ انہیں ٹی وی اور انٹرنیٹ کا استعمال کروا کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے دنیا سے ہم آہنگ چل رہے ہیں۔ انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ بچے جدید سہولیات کے غلط استعمال سے دین اور اخلاقیات سے کتنے دور ہو رہے ہیں۔

3۔ تیسری وجہ بعض والدین کا بچوں کو تمام سہولیات اور اعلیٰ تعلیم کی فراہمی کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آنا ہے۔ ایسے بچے سہمی سہمی زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے دل میں والدین کا خوف بیٹھ جاتا ہے۔ وہ ہر وقت کی ڈانٹ، ڈپٹ، نصیحت اور روک ٹوک سے والدین سے دور بھاگنے لگتے ہیں۔ گھر میں والدین اور اسکول میں استاد کی سختی سے بچوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان کی صلاحیتیں مفقود ہوجاتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مہنگے اسکولز میں جانے کے باوجود بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر پاتے۔

سوال 135: بچوں کی ذہنی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس وجہ سے تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے وہ اس کی خیر و شر میں تمیز کرنے کی قوت ہے۔ بچے کی ذہنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا والدین اور اساتذہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اگرچہ ہر بچے کے دماغ کی ساخت الگ الگ ہوتی ہے اور اس میں زیادہ تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہوتی، مگر غور و فکر اور مختلف ذرائع سے ذہنی صلاحیتوں کو جلا بخشی جا سکتی ہے۔ ذہنی تربیت کے بغیر بچے کی زندگی کے معاملات احسن طریقے سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ والدین کو نہایت احتیاط سے بچے کی ذہنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے درج ذیل نکات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

1۔ بچوں کی عمر و استعداد کو مدنظر رکھ کر انہیں تعمیری اور اصلاحی لٹریچر فراہم کیا جائے۔ نصابی کتب کے علاوہ غیر نصابی کتب کا بھی مطالعہ کروایا جائے تاکہ بچوں کو وافر معلومات بھی حاصل ہوں اور ان کا ذہن استفادے کا عادی بھی بنے۔ اس عمل

سے بچوں کی نہ صرف علمی صلاحیت بڑھے گی بلکہ ان کے ذہن کو بھی نئی جلا ملے گی۔

2۔ بچے کا شعوری دائرہ محدود ہوتا ہے۔ اس لئے بیک وقت بچے کو زیادہ باتیں نہ بتائی جائیں کیونکہ اس طرح وہ تذبذب اور ذہنی انتشار کا شکار ہو جائے گا۔ تکان، پریشانی، جھنجلاہٹ یا بیماری کی حالت میں بچے کے ذہن پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جائے اور نہ ہی اس وقت سیکھنے پر مجبور کیا جائے۔ مسلسل ذہن کو کام میں لگانا بھی مناسب نہیں ہے۔ ذہن کو آرام دینا اور مختلف ذہنی ورزشوں کے درمیان مناسب وقفے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔

3۔ بچے کو نئی چیز ذہن نشین کرانے کے لئے یاد کی ہوئی چیز سے مشابہت دے کر یا اس سے مربوط کر کے یاد کروائی جائے تاکہ بچے کو وہ چیز بھی یاد رہے اور خود اس میں ربط و مماثلت پیدا کرنے کی صلاحیت بھی پروان چڑھے۔ مثلاً خرگوش کے بارے میں بتایا جائے کہ یہ فارسی زبان کے دو الفاظ خر اور گوش کا مجموعہ ہے۔ فارسی میں گدھے کو خر اور کانوں کو گوش کہا جاتا ہے۔ اب بچے کو بتایا جائے کہ خرگوش کی شکل گدھے کے کانوں جیسی ہوتی ہے۔ اب وہ ان دو الفاظ کے ساتھ ساتھ کتنی اور چیزیں بھی سیکھیں گے۔ پھر جب کبھی خرگوش کا تذکرہ آئے گا تو بچے کے ذہن میں وہ سب کچھ تازہ ہو جائے گا۔

4۔ بچے سے مختلف سوالات پوچھ کر اسے سوچنے اور غور وفکر کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ مثال کے طور پر بچے سے سوال کیا جائے کہ ایک بچہ ایک آنکھ سے ایک میل دیکھتا ہے تو وہ دو آنکھوں سے کتنے میل دیکھے گا؟ بچہ فوراً کہے گا۔ ''دو میل'' اب بچے سے اگلا سوال کیا جائے کہ ایک آنکھ سے ایک کھلونا نظر آتا ہے تو دو

آنکھوں سے کتنے کھلونے نظر آئیں گے؟ تو ایک کھلونا ہاتھ میں لے لیا جائے اور بچے کی ایک آنکھ بند کر کے پوچھا جائے، بیٹا! بتاؤ یہ کتنے کھلونے ہیں؟ بچہ کہے گا: ''ایک کھلونا'' اب اس کی دوسری آنکھ کھول کر اس سے پوچھا جائے کہ بتاؤ اب کتنے کھلونے نظر آ رہے ہیں؟ بچہ کہے گا: ''ایک'' اب بچہ خود سمجھ جائے گا کہ ایک آنکھ یا دو آنکھ سے فاصلہ یا عدد پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح کے سوالات میں بچے کی عمر کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

5۔ اسی طرح کی پہیلیاں بوجھا کر بچے کو انہیں حل کرنے کا موقع دیا جائے۔ پہیلیاں بوجھنے میں بچے کی رہنمائی ضرور کی جائے۔ مختلف اشاروں اور طریقوں سے اسے جواب کے قریب لے جایا جائے۔ اگر وہ پہیلی کا جواب نہ دے سکے تو اسے سوچنے کے لئے وقت دیا جائے۔ پھر بھی اگر وہ نہ بتا سکے تو درجہ بہ درجہ اسے جواب کے قریب لے جایا جائے۔ اس طرح جواب سن کر اسے اپنے ذہن کے کئی دریچے کھلتے محسوس ہوں گے۔

6۔ بچہ جب اپنے ذہن کو کام میں لا رہا ہو یا اپنے ذہن سے کچھ نئے تجربات کر رہا ہو تو اس میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے۔ مثال کے طور پر بچہ اپنی امی کو دو تین رنگ ملا کر اپنا دوپٹہ رنگتے دیکھتا ہے پھر وہ بچہ رنگوں کی پڑیاں کھول کر ایک تناسب سے پانی میں دو تین رنگ ملاتا ہے تو اس دوران ماں کو بچے پر غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اس لئے برداشت کرنا چاہیے کہ وہ جان بوجھ کر نقصان نہیں کر رہا ہے بلکہ اس کا ذہن بھی وہی تجربہ کرنا چاہتا ہے جو اس کی ماں نے عملی طور پر کیا ہے۔ اس طرح کے مواقع پر تھوڑے بہت مالی نقصان کو نظر انداز کر کے بچے کی ذہنی صلاحیتوں کو

پروان چڑھنے دینا چاہیے۔

7۔ کبھی بھی بچے سے یہ نہ کہا جائے آپ میں تو عقل ہی نہیں ہے، یا آپ بے وقوف، غبی اور کند ذہن ہو۔ اس طرح کے جملوں سے بچہ احساسِ کمتری کا شکار ہو کر غور و فکر کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

8۔ بچوں کے ذہنی ارتقاء کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں شرعی طور پر ممنوعہ چیزوں سے دور رکھا جائے کیونکہ نشہ آور چیزیں بچوں کے ذہن و فکر اور عقل و دماغ پر برے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

سوال 136: مربوط تعلیمی نظام کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: تعلیمی ترقی کے لئے تعلیمی نظام کا مربوط ہونا بے حد ضروری ہے۔ مربوط تعلیمی نظام درج ذیل درجات پر مشتمل ہونا چاہیے:

1۔ مربوط نظام تعلیم سائنسی، پروفیشنل، جنرل تعلیم اور ووکیشنل پر مشتمل ہونا چاہیے تاکہ کسی بھی موقع پر طالب علم کو وقت کے ساتھ پیدا ہونے والے رجحان کی وجہ سے ایک شعبہ سے دوسرے شعبہ کی طرف منتقل ہونے میں دقت پیش نہ آئے۔ اس طرح با اعتماد، بنیادی سوچ اور تجزیاتی قوت سے آراستہ افراد تیار ہو کر مفید شہری کا کردار ادا کر سکیں۔

2۔ مربوط تعلیمی نظام کا نصابی ڈھانچہ اس طرح بنایا جائے کہ اس میں رہتے ہوئے طالبِ علم اپنے رجحان کے مطابق اپنے عملی شعبہ کا تعین کر سکے۔

3۔ مربوط تعلیمی نظام کا نصاب کلاس اوّل سے کلاس ہشتم تک اس طرح بنایا

جائے کہ وہ سیکنڈری سکول تعلیمی بورڈ اور ٹیکنکل ایجوکیشن بورڈ کے امتحانات سے متعلق ہو۔

4۔ مربوط تعلیمی نظام کے نصاب کی ملکی اور بین الاقوامی افادیت کے لئے پیشہ ورانہ مارکیٹ میں تبدیلیوں کو نظر میں رکھا جائے تاکہ تعلیمی نظام صحیح بنیادوں پر استوار رہے۔

5۔ مربوط تعلیمی نظام انتظامی سربراہوں کے لئے معلومات فراہم کرنے والا تیز اور صحیح نظام ترتیب دینے والا ہونا چاہئے، جو اساتذہ کی تربیت اور ان کی استعداد کار میں بھی اضافہ کرے۔

سوال 137: پاکستان کے تعلیمی نظام کو کتنے درجات میں تقسیم کیا گیا ہے؟

جواب: پاکستان کے تعلیمی نظام کو درج ذیل درجات میں تقسیم کیا گیا ہے:

1۔ ابتدائی (مونٹیسوری سے پریپ تک)

2۔ پرائمری (کلاس اوّل سے پانچویں تک)

3۔ مڈل (کلاس ششم سے ہشتم تک)

4۔ سیکنڈری اسکول (میٹرک)

5۔ ہائر سیکنڈری اسکول/ انٹرمیڈیٹ (ایف اے)

6۔ گریجویٹ (بی اے)

7۔ پوسٹ گریجویٹ (ایم اے)

8- ایم فِل

9- ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی)

3۔ معاشرتی تعلیم وتربیت

سوال 138: والدین اپنے بچوں کو احساسِ کمتری سے کیسے بچا سکتے ہیں؟

جواب: والدین اپنے بچوں کو درج ذیل طریقوں پر عمل کرتے ہوئے احساسِ کمتری سے بچا سکتے ہیں:

بچپن میں کچھ بچے انتہائی خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں۔ بچپن کا شوخ اور چُلبلا پن جو بچوں کی فطرت ہے، ان میں مفقود ہوتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے بولنے سے گھبراتے اور ہچکچاتے ہیں۔ وہ اپنے ہم عمر بچوں سے بھی صحیح طریقے سے بات نہیں کر پاتے۔ یہ سب اس بات کی علامت ہے کہ وہ بچے احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں۔

عموماً بچوں میں یہ احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انہیں مسلسل نظر انداز کیا جاتا ہے، مثلاً جب ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جب کسی دوسرے بچے کی طاقت اور ذہانت سے اس کا موازنہ کیا جاتا ہے اور اس کی کمزوری کا بھرپور اظہار کیا جاتا ہے۔ بچے کو بار بار یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ فلاں بچہ خوب صورتی، ذہانت اور قوت میں اس سے بڑھ کر ہے۔ اس طرح وہ بچہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں کم زور اور کم تر سمجھنے لگتا ہے۔

والدین کو بچوں کا کسی بھی دوسرے بچے سے موازنہ کرنے سے گریز کرنا

چاہیے۔ اگر کسی بچے میں جسمانی نقص ہو یا وہ ذہنی طور پر کمزور ہو تو بجائے اس کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ معذور یا کمزور ہے، بلکہ اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اسے ایسے لوگوں کے واقعات سنانے چاہئیں، جنہوں نے معذوری اور کمزوری کے باوجود دنیائے علم میں اپنا نام پیدا کیا ہے۔

مثال کے طور پر ''مقامات'' عربی ادب کی ایک بے مثل کتاب ہے اس کے مصنف ابو تمام بظاہر خوبصورت نہیں تھے لیکن اپنے علمی کارنامے کی وجہ سے ان کی شخصیت کا یہ پہلو کسی کو نظر نہیں آیا اور آج تک ان کا نام عربی ادب میں احترام سے لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مصر کے مشہور عالم، مصنف اور وزیر طٰحٰہ حسین نابینا تھے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز نابینا ہیں۔ بلب کے مؤجد مشہور سائنس دان اڈیسن بہرا تھا۔

احساس کمتری پیدا ہونے کی ایک وجہ حسد بھی ہے۔ بچہ جب کسی کو طاقتور دیکھتا ہے اور خود کوشش کے باوجود اتنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا، اسی طرح کسی کے اندر کوئی خوبی اپنے سے بڑھ کر دیکھتا ہے تو اس سے حسد کرنے لگتا ہے۔ یہیں سے احساسِ کمتری کی ابتدا ہوتی ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بچے کو حسد سے بچانے کے لیے حکمت اور تدبر سے کام لیں اور انہیں ایسی آیات اور احادیث سنائیں جن میں حسد کی مذمت اور ممانعت کا ذکر ہو۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○[1]

بہت سے اہلِ کتاب کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں، اس حسد کے باعث جو ان کے دلوں میں ہے اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے، سو تم درگزر کرتے رہو اور نظر انداز کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے○

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ.[2]

حسد سے بچتے رہنا کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

(١) البقرہ، ٢: ١٠٩

(٢) ١۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الحسد، ۴: ٢٧٦، رقم: ۴٩٠٣

٢۔ عبد بن حمید، المسند، ١: ۴١٨، رقم: ١۴٣٠

٣۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ٢٦٦، رقم: ٦٦٠٨

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا.[1]

مال و دولت کی حرص میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور نہ آپس میں حسد کرو۔

بچوں کو کچھ ایسے آزادانہ کام ضرور دیے جائیں، جن سے ان میں خود اعتمادی اور جرأت پیدا ہو۔ والدین کو ان کی قوت ارادی کو پروان چڑھانے کے لیے اگر تھوڑا بہت مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑے تو کر لینا چاہیے۔

مثال کے طور پر بچے کو کھلونے لا کر دیے جائیں۔ بچہ ان کھلونوں کو مختلف زاویوں سے دیکھتا ہے ان کے پیچ پرزے کھولتا اور اُن سے مختلف تجربات کرتا ہے۔ اس صورتِ حال میں والدین کو صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچے کو روکنے اور ٹوکنے کی بجائے اسے ایسا کرنے کی آزادی دینی چاہیے۔ اس سے بچے کی تجرباتی صلاحیت بھی پروان چڑھے گی۔ اگر اس وقت بچے کو ڈانٹ دیا جائے تو وہ وقتی طور پر رک جائے گا مگر اس کی خود اعتمادی مجروح ضرور ہو گی۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر و الصلة والآداب، باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش ونحوها، ۴: ۱۹۸۵، رقم: ۲۵۶۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۵، رقم: ۱۰۰۰۲

۳۔ مالك، الموطا، ۲: ۹۰۷، رقم: ۱۶۱۶

۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۶: ۸۵، رقم: ۱۱۲۳۹

۵۔ بیهقی، السنن الصغری، ۹: ۲۱۸، رقم: ۴۳۵۷

اسی طرح بچوں میں کبھی کبھار احساس کمتری اس وجہ سے بھی پیدا ہوتا ہے کہ والدین حد سے زیادہ ان کے کاموں میں مداخلت کرتے ہیں اور انہیں آزادی سے کام کرنے کا موقع نہیں مل پاتا۔ اس وجہ سے آہستہ آہستہ بچوں کی عادت پختہ ہو جاتی ہے اور وہ کوئی کام تنہا نہیں کر پاتے۔ جب وہ عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں تو ان کے پاس اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ نہیں ہوتا اور وہ دوسروں کے دست نگر اور محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی نگرانی ضرور کریں، لیکن ان کے کام میں جہاں تک ممکن ہو خود کو دور رکھیں اور انہیں ترغیب دیں کہ وہ اپنا کام خود مکمل کریں۔ اس طرح ان میں خود اعتمادی بھی پیدا ہو گی اور وہ کوئی بھی کام کرتے وقت احساس کمتری کا شکار بھی نہیں ہوں گے۔

بعض بچے والدین کی محبت و شفقت سے محرومی کی بنا پر بھی احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے والدین سے بجا طور پر محبت کی توقع رکھتے ہیں اور جب ان کی توقع پوری نہیں ہوتی تو ان میں جھنجلاہٹ پیدا ہونا فطری بات ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ عملی زندگی میں انہیں پیار، محبت اور اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلائیں۔

سوال 139: بچوں کو غصہ کب آتا ہے اور ان کے غصے پر قابو کیسے پایا جائے؟

جواب: بچوں کو درج ذیل وجوہات کی بنا پر غصہ آتا ہے اور دی گئی ہدایات پر عمل کر کے ان کے غصے پر قابو پایا جا سکتا ہے:

1۔ بچوں کی شخصیت میں بگاڑ پیدا کرنے والی عادات میں سے ایک بچے کا

غصہ کرنا ہے۔ عام طور پر بچے کو غصہ اس وقت آ تا ہے جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے اور کوئی اس میں رکاوٹ ڈال دے۔ ایسی حالت میں بچہ جھنجلا جاتا ہے اور غصے کا اظہار کر کے اپنی شکست کا اعتراف کر لیتا ہے یا پھر اپنی بات منوانے کے لیے ضد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

بچے کے غصے کو رفع کرنے کے لیے اسے وہ کام خوشی کرنے دینا چاہیے۔ اس سے بچے میں غصیلا پن پیدا نہیں ہو گا۔ اگر پھر بھی کسی بات پر بار بار بچے کو غصہ آئے تو اس کے محرکات کا پتا لگا کر انہیں دور کیا جائے اور بچے کو ہر ممکن پیار اور شفقت سے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

2۔ بچے کو اس وقت بھی غصہ آ تا ہے جب وہ کوئی بات کہنا چاہتا ہے مگر مخاطب اس کی بات سننا نہیں چاہتا یا پھر اسے سمجھ نہیں پاتا۔ ایسے مواقع پر بڑوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحمل اور بردباری سے کام لیں اور اس کی بات کو توجہ سے سن کر سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس سے بچہ غصہ کرنے سے گریز کرے گا۔

3۔ بعض اوقات بیماری یا کمزوری کی وجہ سے بھی بچے میں چڑ چڑا پن آ جاتا ہے۔ وہ طرح طرح کی خواہشات کا اظہار کرتا ہے جن کی تکمیل بعض اوقات اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے۔ وہ معمولی سی بات پر خفا ہو جاتا ہے۔ دراصل بچہ تکلیف کی وجہ سے محبت کا زیادہ متمنی ہوتا ہے، اس لیے بچے کے ساتھ محبت سے پیش آنا چاہیے۔ اس سے بچے کے غصے اور چڑ چڑے پن پر جلد ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔

اگر بچے کو کھیل کود کے بہتر مواقع میسر نہ آئیں، اسے اچھے دوستوں کا

ساتھ نہ ملے تو بچہ اپنی ہی دنیا میں مگن رہنے لگتا ہے۔ پھر اسے اپنے معاملات میں دوسروں کی دخل اندازی ناگوار گزرتی ہے۔ ایسی صورت میں بچے کو کھیل کود کے مواقع، دلچسپ مشاغل اور دوست احباب فراہم کرنے چاہئیں تاکہ بچے کا ذہن محو بالذات ہونے کی بجائے دوسرے مشاغل میں مشغول رہے۔

سوال 140: بچوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کی جائے؟

جواب: بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرنے کے لیے درج ذیل نکات مدد گار ثابت ہوتے ہیں:

1۔ بچے کو احساس دلایا جائے کہ وہ نہایت پیارا اور اچھا بچہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اچھے کاموں کی توصیف و ستائش کی جائے۔ مثال کے طور پر جب وہ بھائی کو اپنے کھلونوں میں سے سب سے اچھا کھلونا کھیلنے کے لیے پیش کرتا ہے تو اس موقع پر یوں کہا جائے: ''بیٹا! آپ بہت ہم درد، بلند ہمت اور باوقار ہیں۔''

2۔ جہاں تک ممکن ہو سکے والدین اپنے بچے کے لیے خوبی اور نفاست کے اسباب مہیا کرنے کی کوشش کریں اور اسے یوں کہیں: ''بیٹا! آؤ اور یہاں بیٹھ کر کھیلو۔'' بجائے اس کے کہ اسے کہیں: ''اپنے بھائی سے دور ہو کر بیٹھو۔''

3۔ والدین بچے سے جب کسی مخصوص اور متعین کام میں معاونت چاہ رہے ہوں تو انہیں چاہیے کہ وہ اس کے سامنے اپنے مقصد کی خوب وضاحت کر دیا کریں۔ اسے یوں نہ کہیں کہ ''کھلونوں سے راستہ بند ہو جاتا ہے'' بلکہ اسے کہیں: ''بیٹا! اپنے تمام کھلونوں کو اکٹھا کر کے راستے سے دور کسی خاص جگہ پر رکھ کر احسن

انداز سے کھیلو۔‘‘

4۔ موقع کی مناسبت سے بچے کا شکریہ ادا کرنا بھی والدین کی ان کوششوں کو بار آور کرتا ہے، جو وہ بچے کے اعتماد کو مضبوط کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے بچے میں فہم و فراست آتی ہے اور اسے دوسرے لوگوں کا شکریہ ادا کرنے کا فن آجاتا ہے۔

5۔ بچہ قاعدے، قانون اور واضح نظم و ضبط کا محتاج ہوتا ہے تاکہ اسے تحفظ کا احساس رہے، لہٰذا والدین بچے سے جس قسم کے اخلاق و کردار اور معاملات کو پسند کرتے ہوں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اس کے لیے واضح حدود کا تعین کریں اور قواعد وضوابط کے متعلق بچے کی خوب نگہداشت کریں تاکہ بچے کا ذہن انتشار کی طرف مائل نہ ہوسکے۔

6۔ بچے سے جب کوئی غلط کام صادر ہو جائے تو اسے ملامت نہ کیا جائے اور نہ اسے کسی بُرے لقب سے نوازا جائے۔اس کے غلط رویے پر تنقید ضرور کی جائے مگر اس کی عزت نفس ہرگز مجروح نہ کی جائے۔

7۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کو بتائیں کہ انسان غلطی کا پتلا ہے اور اپنے متعلق بھی یہ بتائیں کہ ہم سے بھی بعض اوقات غلطی صادر ہوسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ والدین بعض اوقات جلد بازی میں اپنے بچے کے کسی کام پر تنقید کرتے ہیں، حالانکہ وہ کام بچے نے نہیں کیا ہوتا تو والدین کو بچے کے سامنے اپنے اس فعل پر معذرت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

سوال 141: جو والدین اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہیں تو ان میں کون سی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں؟

جواب: خود اعتمادی سے بچے کی شخصیت کا ڈھانچہ کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ ذاتی اعتماد کا مطلب بچے کی صلاحیتوں کا اعتراف اور یقین ہوتا ہے۔ یہ اسلامی تربیت کی اہم ترین بنیاد ہے جس پر اعلیٰ اخلاقی اقدار کی عمارت قائم ہے اور ہر انسان اس کا اعتراف کرتا ہے۔ جو والدین اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کرتے ہیں ان میں درج ذیل خصوصیات پیدا ہوتی ہیں:

1۔ بلند حوصلگی

جس بچے کو اپنے والدین کے اعتماد و یقین کا شعور حاصل ہو جاتا ہے، اس کا حوصلہ بلند ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی دلیری اور بلند ہمتی کے ذریعہ سے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا طریقہ بھی سیکھ لیتا ہے۔

2۔عزت و احترام

خود اعتمادی بچے کے اندر اپنی عزت و توقیر کا احساس اور خاندانی اقدار و روایات پر فخر کے جذبات کو پیدا کرتی ہے۔عزت کا شعور بچے کے اندر ایک پس منظر کھڑا کر دیتا ہے جو بچے کو اصولوں پر قائم رہنے کی ترغیب دلانے کا باعث بنتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے فخر اور قوت کے ساتھ ان کا دفاع کرنے والا بن جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اسے اصولوں پر ثابت قدم رہنے اور بے راہ روی کی تمام ترغیبات کے مقابلے میں مضبوط بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہی عزت و احترام بچے کو بے

راہ روی کے افکار و نظریات کے سامنے حرفِ انکار کہنے کی جرأت سے ہم کنار کرتا ہے اور ان اصولوں کی خاطر قیادت اور قربانی کے جذبے سے بہرہ ور کرتا ہے، جسے وہ اپنی عزت اور قوت کا سرچشمہ تصور کرتا ہے۔

3۔ ذمہ داری کا احساس

اعتماد اور یقین بچے کو ایک مستقل ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مسلسل گرد و پیش سے ملنے والی عزت و توقیر کے تحفظ کی ذمہ داری کو اہمیت دینے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر سفر پر روانہ سے پہلے بچے کے لئے باپ کی طرف سے بولے جانے والے صرف ایک جملہ ''بیٹا مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے اور اس کے ساتھ ہی مجھے آپ کے تمام معاملات پر بھی مکمل بھروسہ ہے'' سے یہ مقابلتاً اس بچے سے بہت زیادہ اچھا معاملہ کرے گا جسے سینکڑوں خوف دلانے والی نصیحتوں اور دھمکیوں کا سامنا ہوتا ہے۔

4۔ راست گوئی

جو بچہ اپنے خاندان کے اعتماد سے مالا مال ہوتا ہے وہ سچائی کا پیکر ہوتا ہے۔ وہ صاف اور واضح بات کو اپنی زندگی کے روز مرہ کا طرز عمل بنا لیتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ سچائی ہی اسے اس کے ساتھ محبت کرنے والوں کا قرب عطا کرے گی اور کسی بھی وقت وہ ان سے دور نہ ہونے دے گی۔ نیز اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ سچائی ہی والدین کے ہاں محبت اور پسندیدگی کا ذریعہ ہے جبکہ اس کے مدمقابل ایسا بچہ جسے اپنے والدین کا اعتماد حاصل نہیں ہوتا وہ ہر وقت غلط بیانی کا

سہارا لیتا اور معاملات کو چھپانے پر مجبور ہوتا ہے۔

5۔ خوبصورت گفتگو کی مہارت

جو بچہ کسی خوف اور دباؤ کے بغیر گفتگو کرتا ہے صحیح معنوں میں اسے ہی اپنے احساسات و جذبات اور افکار کے بہتر اظہار کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اسے اپنے گرد و پیش کے افراد کی توجہ اور ان کا اعتماد حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ میل جول اور گفتگو کی بہترین مہارتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

6۔ معاشرے کے ساتھ مضبوط تعلق

بچے کے متعلق دوسرے لوگوں کے سامنے مسلسل فخر اور اعزاز کے اظہار سے بھی بچے کا اعتماد مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے اور یہ اس کے لئے معاشرے کے ساتھ گھل مل جانے اور تعلق مضبوط کرنے کا ایک مثبت ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ جو بچہ اپنے خاندان کے اعتماد اور یقین سے بہرہ ور ہوتا ہے وہی اپنے اچھے رویے اور اپنے گھر سے سیکھے گئے اعلیٰ اخلاقی اقدار کی روشنی میں معاشرے کے اعتماد اور یقین کو حاصل کرلیتا ہے۔

سوال 142: بچے کی تربیت کے لحاظ سے خاندان سے ربط و تعلق کو فروغ دینا کیسا ہے؟

جواب: والدین کا کردار صرف اس حد تک محدود نہیں ہے کہ وہ بچے کو رہائش، کپڑے اور اس کی دیگر ضروریات فراہم کریں، بلکہ بچے کی نشو ونما کے مراحل میں اسے زندگی کے لیے درکار مناسب اور عمدہ معاملات کی فراہمی سے زیادہ محبت اور

خاندان کے ساتھ نسبت اور ربط کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کو اپنی قدر ومنزلت کا شعور بھی بہت حد تک اس کے خاندان کے ساتھ رشتے اور تعلق کی ضرورت کی تکمیل پر موقوف ہوتا ہے۔

بچے کی تربیت کے لحاظ سے خاندان سے ربط اور تعلق کو فروغ دینا ایک اہم انسانی ضرورت ہے جو بچپن سے ہی بچے کو لاحق ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے بچہ خود کو اپنے خاندان کا ایک ممبر تسلیم کیے جانے کا حق دار ٹھہرتا ہے۔

بچے کو جس قدر اپنے خاندان کے ساتھ ربط اور تعلق کا شعور حاصل ہوتا ہے وہ اسی قدر مطمئن رہتا ہے۔ یہ دین، وطن اور ان اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار کے رشتے ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے خاندان کے ذریعے سے ہی حاصل کرتا ہے۔

بچے کو اپنے اردگرد کی اشیاء کے ساتھ نسبت کا شعور اس کی پیدائش کے لمحے ہی سے ہو جاتا ہے اور یہ احساسات بتدریج اس کے علم وفہم کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مضبوط، وسیع اور قوی ہو جاتے ہیں اس لیے کہ خاندان کے ساتھ ربط و تعلق کا شعور انسانی تخلیق کے اندر پیوستہ ہے۔

خاندان کے ساتھ ربط و تعلق کی ضرورت اس آسودگی کی وجہ سے ہوتی ہے جو بچے کو اپنے والدین سے نصیب ہوتی ہے۔ پھر بچہ خاندان سے ربط کے ساتھ ساتھ اپنے دوستوں اور ہم نشینوں کو اپنے ساتھ شامل کرتا چلا جاتا ہے، پھر وہ معاشرے اور پوری انسانیت کو اپنے ساتھ جوڑ لیتا ہے۔ اس لیے کہ دوسروں کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کے احساسات اسے بچپن سے ہی مل چکے ہوتے ہیں۔ بچے

کے اندر اس کے مستقبل کے پائیدار تعلقات کے بیج شروع دن ہی سے بو دینے سے بچہ مطمئن رہتا ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔

سوال 143: والدین کی محبت، تعریف اور حوصلہ افزائی بچوں کی شخصیت بنانے میں کیا کردار ادا کرتی ہے؟

جواب: والدین کی محبت، تعریف اور حوصلہ افزائی بچوں کے دلوں میں اطمینان و آسودگی پیدا کرتی اور انہیں پسندیدہ اور محبوب ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ دن میں کتنے ہی چھوٹے چھوٹے ایسے کام ہوتے ہیں جس کی وجہ سے والدین بچوں سے محبت کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر بات کرتے ہوئے لب و لہجہ مسکراہٹ آمیز بنانا، بچے کو نزدیک بلا کر پیار کرنا اور اس سے شیریں انداز سے محبت بھری باتیں کرنا وغیرہ شامل ہے۔ اس سے بچوں کو دن بھر والدین کی محبت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ والدین بچوں کو باقاعدہ قریب بلا کر براہِ راست ان سے محبت کا برتاؤ کریں بلکہ وہ اپنے کسی بھی طرزِ عمل سے بچے سے اپنی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں۔

ہر بچہ یہی چاہتا ہے کہ میرے والدین مجھ سے بے پناہ محبت کریں اور میرے ہر کام پر تعریف اور حوصلہ افزائی کریں۔ بچہ اپنی پرورش کی ابتدا ہی سے کسی نہ کسی کام کو سرانجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی وہ اس کوشش میں کامیابی حاصل کر لیتا ہے اور کبھی وہ ناکام رہتا ہے، لہٰذا والدین کو بچوں کی ہر کوشش پر حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر ناکامی کو بھی ایک طرح کی کامیابی اور تکمیل

کی طرف بڑھنے والا ایک قدم سمجھنا چاہیے۔ بچہ جس کام کے لیے کوشش کر رہا ہو تو اس دوران اس کی سعی کو رائیگاں نہیں قرار دینا چاہیے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں میں بے اعتمادی اور اپنی امیدوں میں ناکامی کے احساس میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ناکامی درحقیقت کامیابی کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہوتا ہے اور ناکامی سے بچے کو کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ضرور ملتا ہے۔

تعریف، حوصلہ افزائی اور محبت میں سب سے زیادہ اولیت بچوں کی کامیابیوں کو دی جانی چاہیے خواہ وہ کامیابی والدین کی نظر میں کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ وہ کامیابی بچے کی ذاتی صلاحیتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہوتی ہے۔ اگر والدین موقع کی مناسبت سے تعریف اور حوصلہ افزائی کا مظاہرہ کریں گے تو یہ حد درجہ بہتر ہو گی۔ اس لیے کہ کسی بھی کام کی تکمیل کا نظارہ عام طور پر اپنے ساتھ مسرت کے احساسات کو بیدار کر دیتا ہے۔ اس اعتبار سے بچے کو بامقصد کلمات کے ساتھ منسلک کرنے کے لیے ان خصوصی لمحات کی بہت اہمیت ہوتی ہے تاکہ محبت اور حوصلہ افزائی کے ان کلمات کے ذریعے وہ اپنی پوری زندگی میں ایک نئے جذبے سے سرشار ہو سکیں۔

سوال 144: کیا تحائف بچوں کے لیے والدین کی محبت کا نعم البدل ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی نہیں! تحائف بچوں کے لیے والدین کی محبت کا نعم البدل کبھی نہیں ہو سکتے۔ بچے کو مادی تحائف سے زیادہ والدین کی محبت و شفقت سے لبریز جذبات

میں رچی بسی گرم جوشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچہ چاہتا ہے کہ اسے والدین کی محبت، شفقت اور توجہ میسر ہو۔ وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے اور والدین کے جذبات و احساسات کا دوطرفہ تبادلہ ہو اور والدین اس کی خوشی سے اور وہ ان کی خوشی سے فرحت، اطمینان اور آسودگی محسوس کرے کیونکہ جہاں محبت سے سکون اور اطمینان کے ساتھ رشتوں میں استحکام پیدا ہوتا ہے وہاں بچے کے اپنے متعلق ناپسندیدہ ہونے کے خیالات اور اندیشوں کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بچے کے لیے کسی قسم کے مادی تحائف والدین کی محبت کا نعم البدل قرار نہیں پا سکتے۔

سوال 145: کیا والدین کو اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے؟

جواب: جی ہاں! والدین کو اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے بچوں کو اطمینان، راحت اور قلبی سکون نصیب ہوتا ہے۔ انہیں محبت کے کلمات یہ باور کراتے ہیں کہ وہ اس دنیا میں اکیلے نہیں ہیں۔ اس سے والدین بچوں کو اہمیت دیتے اور انہیں اپنی ذاتی عزت و وقار کی سربلندی کا احساس دلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں راحت اور اطمینان سے آشنا کرتے ہیں۔

والدین کے پاس بہت سارے ایسے لمحات موجود ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے بچوں سے محبت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، صبح سویرے، سونے سے پہلے اور اسی طرح اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے سے پہلے وغیرہ۔ جب والدین بچوں سے اپنی محبت کا اظہار کریں گے تو وہ حد درجہ خوش ہوں گے اور ان کے چہرے گلاب کی طرح کھل اٹھیں گے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اس کے بدلے میں والدین سے بھی محبت کریں گے اور اس جذبۂ محبت کے

ذریعہ سے ان کی تربیت بھی باآسانی ہوگی۔

حدیث مبارکہ میں بچوں سے محبت کا اظہار کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلٰى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عليه السلام، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ.(1)

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے پاس گئے۔ وہ (آپ ﷺ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دایہ کے شوہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے شہزادے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اٹھا کر بوسہ لیا اور سونگھا۔

بعض والدین یہ گمان کر کے غلطی کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے بچوں کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کریں گے یا ان کا بوسہ لے لیں گے تو ایسا کرنے سے ان کا اپنے بچوں کے ہاں مقام و مرتبہ گر جائے گا، نہ صرف یہی بلکہ ان پر گرفت بھی کمزور ہو جائے گی۔

بعض والدین اپنے بچوں کو چھوٹی عمر میں پیار اور بوسہ تو ضرور دیتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے بچوں کا شعور و ادراک بڑھنے لگتا ہے تو والدین ان کے سامنے محبت کی علامات مثلاً ان کو بوسہ دینے، گلے لگانے اور ان کے سامنے محبت کے زبانی

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ: إنا بك لمحزونون، ۱: ۴۳۹، رقم: ۱۲۴۱

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب رحمة ﷺ الصبیان والعیال و تواضعه وفضل ذلك، ۴: ۱۸۰۷، رقم: ۲۳۱۵

اظہار سے کلیتًا رک جاتے ہیں۔

ان دونوں قسم کے والدین بہت زیادہ غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے کہ محبت کے اظہار سے والدین کا مرتبہ اپنے بچوں کے ہاں بلند سے بلندتر ہوتا ہے۔ والدین جب بچوں کو محبت کا احساس دلاتے ہیں تو بچے زیادہ فرمانبرداری کرنے اور انہیں راضی رکھنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کی روشنی میں بچوں سے محبت نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلٰی رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالُوا: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ. فَقَالُوا: لٰكِنَّا، وَاللهِ! مَا نُقَبِّلُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَأَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ؟[1]

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ دیہاتی لوگ آئے اور انہوں نے عرض کیا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ حاضرین نے کہا: جی ہاں!

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله و معانقته، ۵: ۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۲

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلك، ۴: ۱۸۰۸، رقم: ۲۳۱۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۵۶، رقم: ۲۴۳۳۶

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب برّ الولد والإحسان إلی البنات، ۲: ۱۲۰۹، رقم: ۳۶۶۵

انہوں نے کہا: بخدا! ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟

بچوں کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے ان کے ساتھ محبت اور پیار بھری گفتگو کو ایک بنیادی تربیتی ضرورت کا درجہ حاصل ہے، جس کے ذریعے والدین بچوں کو منظّم زندگی گزارنے کا فن سکھا سکتے ہیں۔

سوال 146: بچوں کے جھگڑے میں والدین کیا کردار ادا کریں؟

جواب: ہر خاندان کے بچوں کا آپس میں جھگڑنا فطری بات ہے اور گھر میں بچوں کے مابین ہونے والے جھگڑے میں کسی ایک کی حد سے زیادہ حمایت کرنا گھریلو ماحول کو خراب کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس عمل سے دوسرے بچوں کے دل میں بیزاری اور نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر بچوں کے درمیان مسلسل رقابت نظر آئے تو والدین کو بچوں کے جھگڑوں کا احتیاط اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے۔ سب سے پہلے جھگڑے کے سبب کا پتہ لگانا چاہیے کہ جھگڑا کیوں اور کیسے ہوا؟ اگر اس سبب کو دور کر دیا جائے اور بچوں کو سمجھا دیا جائے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔ عام طور پر بچوں کے جھگڑنے کے تین محرکات ہوتے ہیں:

1۔ فطری و قدرتی چلبلا پن جو بچے کو سکون سے بیٹھنے نہیں دیتا۔

2۔ نادانی کی بناء پر اپنی خوشی کی خاطر دوسرے بھائی یا بہن کی خوشی کی پروا نہ کرنا۔

3۔ بھولپن کی وجہ سے اپنے جذبات کو نہ چھپا سکنا اور اپنے غم، غصہ، خوشی، لالچ اور خواہش کا فوراً اظہار کر دینا۔

عام طور پر جھگڑا اس وقت شروع ہوتا جب دو بچے کھلونوں سے کھیل رہے ہوں تو ایک بچے نے دوسرے بچے سے کھلونا چھیننے کی کوشش کی یا ایک نے دوسرے کو منہ چڑا دیا۔ اس طرح دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ یوں دونوں رونے اور چیخنے لگتے ہیں۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک بچے کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہو اور دوسرا اپنی چیز کھا چکا ہو۔ اب یہ بچہ اس سے لینا چاہتا ہے یا چھین لیتا ہے تو دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بچے ہاکی یا کرکٹ وغیرہ کھیل رہے ہوں تو ایک فریق جیتنے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق ہار تسلیم نہیں کر رہا ہوتا۔ اسی بات پر ان کا جھگڑا ہو جاتا ہے۔

بچوں کی ان لڑائیوں میں کینہ یا کدورت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ لڑائی کے فوراً بعد مل کر کھیلنا شروع کر دیتے ہیں گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس لیے والدین کو بچوں کی لڑائی میں کسی ایک کی بے جا حمایت نہیں کرنی چاہیے۔ انہیں احساس دلانا چاہیے کہ لڑنا جھگڑنا بری بات ہے۔ مثال کے طور پر اگر بچوں میں لڑائی ہو تو یوں کہا جائے بیٹا! آپ اپنے بھائی سے لڑتے ہو، اسے مارتے ہو اور اسے اپنا کھلونا نہیں دیتے حالانکہ وہ آپ سے چھوٹا ہے اور آپ سے کھیل بھی رہا ہے۔ آپ کو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ بڑوں کا کام تو چھوٹوں کا خیال کرنا ہے اور چھوٹوں کو سمجھایا جائے کہ بڑوں کا احترام آپ پر واجب ہے۔ اس طرح دونوں کو سمجھا کر الگ کر دیا

جائے۔ کچھ دیر بعد ان میں سے ہر ایک کو تنہائی میں بلا کر لڑنے کا سبب معلوم کیا جائے اور لڑائی کی مذمت ان پر واضح کی جائے اور وجہِ نزاع کو فوری طور پر دور کیا جائے۔ ان دونوں کو ایک ساتھ بٹھا کر پیار اور محبت سے مل جل کر رہنے اور کھیلنے کے فوائد بتائے جائیں اور انہیں اس پر عمل کرنے کی نصیحت کی جائے۔

آپس میں یا دوسرے بچوں سے لڑائی کی صورت میں بچوں کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ نہ ہی ان کے اس فعل کو فخریہ طریقہ سے کہ ''میرے شیر بیٹے نے فلاں بچے کو کیا خوب مارا!'' بیان کرنا چاہیے۔ والدین کا ایسا جملہ بچے کے بگاڑ کا مؤجب بنے گا۔ والدین کو بچے کے ذہن میں یہ بات راسخ کرنی چاہیے کہ لڑنے والوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں سے خوش ہوتے ہیں۔

بچوں کو سدھارنے کے لیے گھر کا ماحول خوش گوار رکھنا والدین کی ذمہ داری ہے۔ بچوں کے جھگڑوں میں والدین خود بھی شریک نہ ہو جائیں کہ جب بچے جھگڑ رہے ہوں تو غصے میں فوراً زور زور سے چیخنے چلانے اور انہیں مارنے کی بجائے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ میں لے کر پیار اور محبت سے تلقین کریں۔ لڑائی کی تحقیق کریں کہ جس کی غلطی ہو اسے تنبیہ کریں اور دونوں کی آپس میں صلح کرائیں۔

والدین کو چاہیے کہ گھر کے سب افراد کے سامنے ہر بچے کی صلاحیتوں کا مثبت انداز میں تذکرہ کرتے رہا کریں۔ اس سے بہن بھائی ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اپنے کاموں کے ساتھ ساتھ دوسرے بچوں کے کاموں کی قدر بھی کرنے لگ جاتے ہیں اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آتی۔

سوال 147: بچوں کے پریشان کن سوالات کو والدین کیسے حل کریں؟

جواب: بچے جب پریشان کن سوالات کریں یا والدین انہیں کسی الجھن کا شکار دیکھیں تو انتہائی حکمت و دانش اور دانائی سے ان کے سوالات کا جواب دیں۔ اگر جواب دینا مناسب نہ سمجھیں تو ڈانٹ ڈپٹ کی بجائے دل چسپ موضوع چھیڑ دیں تاکہ بچوں کا ذہن کسی اور طرف مبذول ہو جائے اور تجسس بھی پیدا نہ ہو۔ اس طرح ممکن ہے کہ وقتی طور پر بچے کے شوقِ تجسس کی تشفی ہو جائے۔

بچوں میں تجسس کے مادے کا انحصار گھر کی فضا اور ماحولیاتی تربیت پر ہوتا ہے۔ بچے الجھن کا شکار ہی اس وقت ہوتے ہیں جب والدین ٹی وی پر فحاشی پر مبنی پروگرام دیکھ رہے ہوتے ہیں اور بچے ان کے پاس بیٹھے اسکول کا ہوم ورک کرنے کے ساتھ ساتھ ٹی وی بھی دیکھتے ہیں۔ لامحالہ اس طرح ان کا ذہن برائی کی طرف راغب ہوتا ہے اور ان کے ذہنوں میں مختلف سوالات ابھرتے ہیں۔ پھر وہ معلومات حاصل کرنے کے لیے موبائل فون، آئی پیڈ اور کمپیوٹر وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں۔

والدین کو کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کو خاص عمر کے حصے تک ان معلومات سے حکمت کے ساتھ اس طرح بچائیں کہ ان میں تجسس پیدا نہ ہو۔ ایسا دل و دماغ کے تزکیہ سے ہوتا ہے جو کہ گھر کے پاکیزہ ماحول کے بغیر ممکن نہیں۔ والدین بچوں کو دن بھر ایسا خوش گوار مذہبی اور علمی ماحول دیں جس سے ان کے ذہنوں میں اس طرح کے جرثومے ہی پیدا نہ ہوں کہ وہ ایسے سوالات کریں کہ جن کے بارے میں انہیں عمر کی خاص حد تک نہیں جاننا چاہیے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اپنی زندگی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے والد گرامی حضرت فریدِ ملّت ڈاکٹر فرید الدین قادری نے آپ کی تربیت کس نہج پر کی۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

بچپن میں قبلہ ابا جی سال کے بیشتر ماہ مجھے گھر میں ہی فقہ پڑھاتے تھے اور جب چھٹیاں ہوتیں تو کچھ عرصہ گاؤں میں واقع دار العلوم قطبیہ بھیج دیتے۔ پورے سال میں جتنی کتب قبلہ ابا جی مجھے پڑھاتے تو اس میں فقہ کے مختلف موضوعات جیسے طہارت اور خواتین سے متعلقہ اَبواب وفصول آپ نے حکمتاً کبھی مجھے نہیں پڑھائے۔ جو حصہ وہ چھوڑتے تو میں پوچھتا کہ یہاں سے سبق شروع کرنا تھا، آپ نے چھوڑ دیا۔ قبلہ ابا جی فرماتے: بیٹا! یہ آپ کے اساتذہ آپ کو پڑھائیں گے۔ پھر اس انداز سے کوئی ایسا علمی موضوع چھیڑتے کہ میں سب کچھ بھول کر قبلہ ابا جی سے اس موضوع پر تبادلہ خیال شروع کر دیتا۔ یہ ماحولیاتی تربیت ہے، ایک محنت ہے، ایک جہاد ہے۔ اس انداز میں بچوں کی جب تربیت ہوگی تو بچوں کے ذہن پاکیزہ رہیں گے اور وہ والدین سے پریشان کن سوالات بھی نہیں کریں گے۔

سوال 148: کیا بچے کی ناجائز ضد کرنے پر اس کا مطالبہ ماننا چاہیے؟

جواب: جی نہیں! بچے کی ناجائز ضد کرنے پر اس کا مطالبہ ہرگز نہیں ماننا چاہیے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لاڈ پیار میں بچے کی ناجائز ضد اس کے چیخنے چلانے کی وجہ سے پورا کر دی جاتی ہے۔ اس سے بچے کی عادت بگڑ جاتی ہے اور بچہ یہ سمجھتا ہے کہ رونا اور ضد کرنا اپنا مطالبہ منوانے کا موثر طریقہ ہے۔

شیخ الاسلام نے اِسی ضمن میں کسی فیملی کا ایک واقعہ سنایا کہ گھر کی میز پر ٹشو باکس پڑا تھا اور دو سال کی بچی مسلسل ٹشو نکال کر خراب کر رہی تھی۔ میں نے اس کی بڑی بہن سے کہا: باکس اٹھا کر سائیڈ پر رکھ دیں۔ بچی رونے لگی تو اس کی بڑی بہن دوبارہ اسے ٹشو باکس دینے لگی۔ میں نے ٹشو باکس دینے سے منع کر دیا تاکہ بچی یہ سمجھ جائے کہ رو کر وہ اپنا ناجائز مطالبہ منوا نہیں سکتی۔ یہ حربہ ناکام ہے۔

پھر سمجھایا کہ بچی کو اس کی پسند کا کھلونا یا کوئی ایسی چیز دے دیں جس سے اس کی توجہ یک لخت اس طرف سے ہٹ کر دوسری طرف مبذول ہو جائے تاکہ وہ ناجائز ضد کرنا چھوڑ دے۔

سوال 149: لڑکے اور لڑکیوں کے ملبوسات کا انتخاب کرتے ہوئے کن باتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے؟

جواب: لڑکے اور لڑکیوں کے ملبوسات کا انتخاب کرتے ہوئے والدین کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ خواہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ہر صورت بچے کو لڑکوں والا اور بچی کو لڑکیوں والا لباس پہنائیں، کیونکہ لباس بچوں کے اخلاق اور صحت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

لباس کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا. (1)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہارے لیے (ایسا) لباس اتارا ہے جو

(1) الاعراف، 7: 26

تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے۔

لباس کے بنیادی طور پر تین مقاصد و فوائد ہیں:

1۔ قابل شرم حصوں (private parts) کو چھپانا

2۔ موسمی اثرات سے حفاظت

3۔ جسم کی زیبائش و آرائش

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی روشنی میں والدین کو بچے اور بچی دونوں کے لیے ایسا لباس تیار کروانا چاہیے جو ان تینوں مقاصد کو پورا کرتا ہو۔خصوصاً بچی کے لباس میں ماں اس بات کا خاص خیال رکھے کہ بچی کو جدید فیشن والے ناشائستہ لباس سے دور رکھے اور شروع سے ہی بچوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق لباس پہننے کا عادی بنایا جائے۔ یاد رہے کہ چست لباس صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے دوران خون متاثر ہوتا ہے۔جسم کو ضروری مقدار میں تازہ ہوا نہیں ملتی اور جسم کے اندر اور باہر کا درجہ حرارت یکساں رہتا ہے، لہٰذا صحت و آرام کے لحاظ سے بچوں کا لباس قدرے ڈھیلا ڈھالا اور آرام دہ ہونا چاہیے۔

4۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں احتساب اور غیر نصابی سرگرمیوں کا کردار

سوال 150: بچوں کا احتساب کس کو کرنا چاہیے؟

جواب: والدین اپنے گھر کے نگہبان ہوتے ہیں۔ بچوں کا احتساب کرنے کا حق بھی انہی کا ہے اور روزِ قیامت انہی سے اَہلِ خانہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی أَهْلِ بَیْتِهٖ وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ.(1)

مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اور اُس سے اُس کے ماتحت اَفراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

---

(1) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأحکام، باب قول الله تعالیٰ: ﴿أَطِیعُوا اللهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ [النساء، ۴:۵۹]﴾، ۶: ۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب فضیلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث علی الرفق بالرعیة والنهی عن إدخال المشقة علیهم، ۳: ۱۴۵۹، رقم: ۱۸۲۹

۳۔ أحمد بن حنبل، ۲:۵، رقم: ۴۴۹۵

←

اِسی حدیث مبارکہ میں عورت کے کردار کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْؤُولَةٌ عَنْهُمْ.

اور بیوی اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کے لیے نگران ہے اور اُس سے اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جن بچوں کے والدین نہیں ہوتے ان کی پرورش، دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کا فریضہ جو لوگ ادا کرتے ہیں مثلاً دادا، دادی، نانا، نانی اور قریبی رشتہ دار وغیرہ، وہ بھی موقع محل کے مطابق بچوں کا احتساب کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں تدریس کے اوقات میں یہی حق اساتذہ کو حاصل ہوتا ہے۔

سوال 151: والدین کی مار پیٹ کے بعد بچہ کیا سوچتا ہے؟

جواب: والدین کی مار پیٹ کے بعد بچہ خوف، گھبراہٹ اور بے اطمینانی کے احساس سے دو چار ہو جاتا ہے بلکہ خود اعتمادی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ مزید یوں سوچنے لگتا ہے کہ والدین اس سے بالکل محبت نہیں کرتے۔ وہ اس سے لاتعلقی اختیار کر چکے ہیں اور اس کا شمار اچھے بچوں میں نہیں ہوتا۔ اس کی حفاظت و نگہداشت کرنے والے والدین اس کے خلاف ہو چکے ہیں۔

یہ منفی احساسات بچے کو نفسیاتی دباؤ (depression) سمیت مختلف

۴۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الخراج والإمارة والفيء، باب مایلزم الإمام من حق الرعیة، ۳: ۱۳۰، رقم: ۲۹۲۸

۵۔ ترمذی، السنن، کتاب الجهاد، باب ما جاء في الإمام، ۴: ۲۰۸، رقم: ۱۷۰۵

بیماریوں اور اپنی ذات میں محدودیت اور شرمندگی و خجالت کا باعث بنتے ہیں۔ مار پیٹ بچے کے دل میں خوف کا باعث بنتی ہے، جس کی وجہ سے وہ والدین سے کسی بھی معاملہ میں تبادلۂ خیال کرنے سے گھبراتا ہے۔

بعض اوقات والدین کی مار پیٹ بھی بچے کو سرکش بنا دیتی ہے۔ اس میں ضد، غصہ اور غضب کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ وہ پٹنے کے احساس سے عاری اور والدین کے ڈر سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً ان سے گستاخی اور نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے غلط رویے پر ڈٹا رہتا ہے۔ لہٰذا بچے کو منفی احساسات و جذبات سے بچانے کے لیے والدین کو مار پیٹ سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال 152: کیا اصلاح کے لئے سزا دینا ضروری ہے؟

جواب: جی نہیں! بچے کی اصلاح کے لیے سزا دینا ضروری نہیں ہے لیکن بسا اوقات تادیب دینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں تین تصورات پائے جاتے ہیں:

1۔ ایک طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ بچے کے غلط فعل پر سخت ردعمل دینا بہت ضروری ہے۔ اس خیال کے حامی بعض اوقات سخت سزا کو بھی ناگزیر سمجھتے ہیں۔

2۔ دوسرا طبقہ بچے کے لیے اس قدر سخت ردعمل کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ مضر سمجھتا ہے۔ ان کے خیال میں بچہ سزا سے سدھرنے کی بجائے بگاڑ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اگر وقتی طور پر اس قدر سخت ردعمل سے بچے میں اصلاح و تبدیلی نظر آ بھی جائے تو وہ اسے عارضی و وقتی خیال کرتے ہیں، جس کے پیچھے بغاوت اور ردِعمل کے ناخوش گوار احساسات مخفی ہوتے ہیں جو مستقبل میں خطرناک نتائج کا پیش خیمہ

ثابت ہو سکتے ہیں۔

3۔ مندرجہ بالا دونوں منفی تصورات سے مختلف مثبت تصور یہ ہے کہ بچے کی اِصلاح ہمیشہ شفقت و محبت سے کی جائے۔ ناگزیر حالات میں مناسب تادیب بھی کی جاسکتی ہے مگر تادیب کے بعد حسنِ سلوک سے اس کی تلافی کی جائے تاکہ اس کے دل میں پھر کوئی خلش باقی نہ رہے۔ یہی اسلامی نظام تربیت کا تقاضا ہے۔

سوال 153: کیا بچوں کے غلط فعل پر تادیبی کارروائی کرنے سے پہلے والدین کو اپنے رویوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے؟

جواب: جی ہاں! بچوں کے غلط فعل پر تادیبی کارروائی کرنے سے پہلے والدین کو اپنے رویوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے، کیونکہ جو والدین اپنے غصے پر قابو نہیں پاتے اور منفی ردِعمل کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں گویا وہ اپنی فہم و فراست کو کھو دیتے ہیں۔ یہی والدین اگر پیچیدہ حالات میں غصے کی بجائے خود پر قابو پا لیں تو یقیناً بچے کے طرزِ عمل میں اصلاح کا بہت بڑا حربہ اور تعمیری طریقہ ثابت ہوگا۔

تادیبی کارروائی کرنے سے پہلے والدین اپنی ہیجانی کیفیت اور بے بس بچے کے احساسات کا تصور کریں۔ اس کے بعد اپنے بچے کو عمدہ اَخلاق، جرأت، ہمدردی اور پیش قدمی کی بنیاد پر نشو و نما دینے کے لیے سود مند متبادل طریقہ کار اختیار کریں۔

تاہم والدین کے غصہ نہ کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ بچوں کی غیر پسندیدہ روش یا طرزِ عمل پر خاموش رہیں بلکہ اس سے مراد وہ طریقہ کار ہے جو غصے

کے وقت بگاڑ اور تخریب کی بجائے تعمیر و اصلاح کا ضامن ہو۔

سوال 154: بچے کو تادیب کرتے وقت کن قواعد وضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے؟

جواب: بچے کو تادیب کرنا ناگزیر ہوتو درج ذیل قواعد وضوابط کو مدنظر رکھنا چاہیے:

1۔ بچے کو دوسروں بالخصوص مہمانوں اور دوستوں کے سامنے تادیب کرنا اس کی عزتِ نفس کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔ جس طرح بڑے دوسروں کے سامنے رسوا ہونا پسند نہیں کرتے اسی طرح بچہ بھی دوسروں کے سامنے اپنی بے عزتی پسند نہیں کرتا۔

2۔ بچے کی غلطی پر جب تادیبی کارروائی کی جائے تو اسے لعن طعن بالکل نہ کیا جائے۔ عموماً والدین جب بچے کی غلطی پر تادیبی کارروائی کرتے ہیں تو کم بخت، نالائق، اَحمق، بیوقوف، کوڑھ مغز اور بدتمیز جیسے برے القابات سے بھی اسے نوازتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض والدین تو اپنے بچوں کو غلیظ گالیاں دینے سے بھی نہیں کتراتے۔ اگر والدین کا یہ رویہ بار بار سامنے آئے تو بچے کی نظر میں ان الفاظ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور الفاظ کی بے اثری کے ساتھ ساتھ تادیب بھی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس جو بچے الفاظ کا اثر لیتے ہیں ان کی ذہنی نشو ونما بری طرح متاثر ہوتی ہے اور وہ اِحساسِ کمتری کا شکار ہو کر آگے بڑھنے کا حوصلہ کھو بیٹھتے ہیں۔

3۔ تادیب کرنے کا ایک مؤثر طریقہ یہ بھی ہے کہ اگر بچہ سمجھانے سے نہ مانے تو اسے دل چسپ مشاغل سے جدا کر دیا جائے۔ اس طرح کی تادیب کا بہت جلد اور خاطر خواہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ بچہ ہر بات کو برداشت کرسکتا ہے مگر اپنے دل چسپ مشاغل سے محروم رہنا کبھی گوارا نہیں کرسکتا۔ تادیب کرنے کا یہ انداز دور

رس بھی ہوتا ہے۔ بچہ اس خیال سے ہمیشہ غلطی کرنے سے باز رہتا ہے کہ اسے پھر دل چسپ مشاغل سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ تفریحی تادیب بچے کی تربیت میں زیادہ کارگر اور موثر ثابت ہوتی ہے۔

4۔ اگر بچہ غلطی کرنے کے بعد معافی مانگ لے یا آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے تو والدین کو اسے معاف کر دینا چاہیے۔

5۔ تادیبی کارروائی کے بعد جب بچہ غلطی کرنا چھوڑ دے تو والدین کو چاہیے کہ اسے انعام دیں خواہ وہ ایک ٹافی ہی کیوں نہ ہو تاکہ بچے کے تعمیری پہلو کو تقویت حاصل ہو اور اس کے اندر آئندہ غلطی نہ کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس طرح اچھے کاموں اور بہتر کارکردگی پر انعامات دے کر بچے کی حوصلہ افزائی ضرور کی جانی چاہیے لیکن انعام کا اسے عادی نہ بنایا جائے کہ وہ ہر کام پر انعام کی آرزو کرتا رہے بلکہ انعام کی مقدار اور اوقات میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

6۔ بچے کی اصلاح اس انداز سے کرنی چاہیے کہ وہ آئندہ غلطی سے گریز کرے اور اس سے یہ توقع ہرگز نہ رکھی جائے کہ وہ تمام برائیوں سے یک لخت پاک ہو جائے گا۔

سوال 155: والدین کی مار پیٹ کیا بُرے اثرات مرتب کرتی ہے؟

جواب: والدین کی مار پیٹ درج ذیل برے اثرات مرتب کرتی ہے:

1۔ مار پیٹ سے بچے کے اَعضاء کمزور ہو جاتے ہیں۔

2۔ مار پیٹ سے بچے میں غصے کا اِحساس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ لاشعوری طور

پر والدین سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس میں مثبت اور تعمیری اِحساسات فنا ہونے لگتے ہیں اور وہ پڑھائی میں دل نہ لگا کر والدین کو ذہنی تکلیف پہنچاتا ہے۔

3۔ والدین کی مار پیٹ سے بچے اور والدین کے مابین محبت اور عزت و اِحترام کا رشتہ برقرار نہیں رہتا بلکہ خوف اور بے اعتمادی کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔

4۔ مار پیٹ سے بچہ بصیرت اور دور اندیشی سے محروم ہونے لگتا ہے اور وہ ماتحتی اور ذہنی پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے جو اس کی شخصیت کو کمزور کرنے کا باعث ہے۔ وہ بڑا ہوکر آسانی سے اپنے بُرے ساتھیوں کی اندھی تقلید کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

5۔ مار پیٹ بچے کی معیاری تربیت پر بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے اور وہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے مابین امتیاز کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ وہ ہر چیز کا فیصلہ خوف زدگی کی کیفیت میں کرنے لگتا ہے جو اسے خود اعتمادی سے کلیتًا محروم کر دیتی ہے۔

6۔ مار پیٹ والدین اور بچے کے درمیان تبادلہ خیالات، مکالمہ اور گفت وشنید کے سلسلے کو معطل کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باہمی مفاہمت کے اِمکانات، بچوں کی ضروریات ونفسیات اور ان کے طرزِ عمل کے اَسباب و محرکات سمجھنے کے مواقع ضائع کرنے کا باعث بنتی ہے۔

7۔ مار پیٹ بچے کو خوش دلی پر مبنی اِقتداء اور پیروی کے عمل سے دور کر دیتی ہے اور جبری اِطاعت کا عادی بنا دیتی ہے۔

8۔ مار پیٹ بچے کی شخصیت سے متعلق اس کے ذاتی شعور اور احساس کو ختم کر دیتی ہے اور وہ اپنی ذات کے حوالے سے اِحساسِ کمتری کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے اور معاشرے میں اپنا کردار اَحسن طریقے سے ادا نہیں کر سکتا۔

9۔ مار پیٹ بچے کی بلند ہمتی اور کامیابی کے یقین جیسی اعلیٰ صلاحیتوں کے حصول کو مشکل بنا دیتی ہے۔ وہ معاشرتی اَخلاق و آداب میں ملکہ حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

10۔ مار پیٹ سے صرف بچے کے ظاہری رویے کا تدارک ہوتا ہے جب کہ اصل اور حقیقی تربیت نظر انداز ہو جاتی ہے کیونکہ مار پیٹ کے اثرات بالعموم عارضی ثابت ہوتے ہیں اور دائمی طور پر مؤثر نہیں ہوتے۔

11۔ مار پیٹ سے بچے کی فکر اور سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور نہ اس سے بچے کا طرزِ عمل اِصلاح کی طرف مائل ہوتا ہے۔

12۔ مار پیٹ بچے میں اِخلاص اور صاف دلی کے اَوصاف ختم کرنے کا بھی باعث بنتی ہے اور اس کے دل میں لوگوں سے خوف جنم لیتا ہے۔ پھر وہ کسی بھی کام کو محض سزا کے خوف سے ترک کرتا اور خوف کی وجہ سے سرانجام دیتا ہے۔

سوال 156: کمپیوٹر بچوں کے افکار و اعمال میں کیا کردار ادا کرتا ہے؟

جواب: گزشتہ صدی کے آخر اور موجودہ صدی کی سب سے بڑی انقلاب آفریں ایجاد کمپیوٹر ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے دنیا بھر میں ترقی کے کئی باب کھول دیے ہیں۔ اس سے فاصلے سمٹ گئے ہیں اور دنیا گلوبل ویلج کا نقشہ پیش کر رہی ہے۔ کمپیوٹر نے

جہاں کاروباری دنیا کے انداز بدل کر رکھ دیے ہیں، وہاں فکری انقلاب بھی اس انوکھی ایجاد کے ساتھ آیا ہے۔ اس نے ہر طبقہ کے افراد کو متاثر کیا ہے۔ اس کی وجہ سے سب سے زیادہ جن کے افکار و اعمال میں تبدیلی آئی ہے وہ بچے اور نوجوان نسل ہے۔ بچے کمپیوٹر کے اتنے شوقین ہو چکے ہیں کہ سکول اوقات کے بعد ہر وقت کمپیوٹر پر بیٹھے نظر آتے ہیں، حالانکہ یہ عمر بچوں کی ہمہ تن اور یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کی طرف متوجہ ہونے کی ہوتی ہے۔

کمپیوٹر نے بچوں کی اندرونِ خانہ (indoor) اور باہر کی (outdoor) مصروفیات کو ختم کر کے انہیں ایک کمرے میں تن تنہا بند ہونے پر مجبور کر دیا ہے، جس سے ان کی روحانی اور جسمانی صحت متاثر ہو رہی ہے۔ والدین کو شعور ہونا چاہیے کہ اس وقت بچوں کو بہتر، مفید، بامقصد اور مہذب و شائستہ اقدار کی حامل تعلیم کی ضرورت ہے اور ہر اس مشغلہ یا مصروفیت سے گریز کرنا ہے، جو ان کے تعلیمی پروگرام پر اثر انداز ہوتا ہو۔ اگر غور کریں تو کمپیوٹر ہی وہ چیز ہے جو بچوں کی تعلیم پر نہ صرف اثر انداز ہوتا ہے بلکہ تعلیمی تنزل کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تباہی کا باعث بھی بنتا ہے۔

والدین کی اوّلین ذمہ داری ہے کہ بچپن میں ہی بچوں کو مفید رہنمائی فراہم کریں اور انہیں کمپیوٹر سے جس قدر ممکن ہو دور رکھیں، مگر ضرورت کے تحت سکول کی پڑھائی یا پریکٹیکل میں کمپیوٹر کے ذریعے ممکنہ حد تک بچوں کی بھرپور مدد کریں۔

سوال 157: انٹرنیٹ کے فوائد کیا ہیں؟

جواب: انٹرنیٹ موجودہ زمانے کی سب سے اہم ایجاد ہے، جو انسان کی ترقی اور

معلومات کی فراہمی کے لیے ناگزیر ہے۔ ہر چیز کا استعمال کارآمد تب ہی ہوسکتا ہے جب اسے استعمال کرنے والا اپنی استعداد اور اس کی افادیت کے اعتبار سے کام میں لائے۔ انٹرنیٹ کا مثبت اور تعمیری استعمال بلاشبہ مفید اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ تیز ترین مواصلات

انٹرنیٹ تیز ترین ذرائع مواصلات میں سے ایک ہے۔ اس کے ذریعے دنیا کے ایک حصے میں بیٹھا شخص سیکنڈ میں دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھے فرد سے دوٹوک بات چیت کرسکتا ہے۔ اس کے ذریعے ہر فرد اپنے خیالات کا اشتراک اور دیگر ثقافتوں کو بھی دریافت کرسکتا ہے۔

2۔ معلومات کے وسائل

انٹرنیٹ کا سب سے بڑا فائدہ معلومات کی فراہمی ہے، جس کے حصول میں صرف چند منٹ لگتے ہیں۔ انٹرنیٹ نہ صرف ہماری معلومات میں اضافہ کرتا ہے بلکہ ہمارا وقت بھی بچاتا ہے۔ اس کے ذریعے ای میل، تعلیم، اخبار و جرائد، بینکنگ، طب، سائنس، قرآن و حدیث، شریعت کے احکام و مسائل اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کی معلومات کو سمعی و بصری شکل میں حاصل کر سکتے ہیں۔

3۔ تفریح

انٹرنیٹ تفریح کا بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے بچوں کی من پسند گیمز اور کارٹون پروگرامز ڈاؤن لوڈ کیے جا سکتے ہیں۔

4۔ تعلیم کی فراہمی

انٹرنیٹ آج کے دور کی ناگزیر ضرورت اور حصولِ علم کا اہم ذریعہ ہے۔ یہ جہاں اساتذہ کو دنیا بھر میں موجود طلباء سے کانفرنسنگ، آن لائن کورس بنا کر اپنے طلباء کو تحریری، صوتی اور تصویری شکل میں مواد بھیجنے اور ان کی رہنمائی کے مواقع فراہم کرتا ہے، وہاں طلباء کو دنیا بھر کے بہترین تعلیمی اداروں میں داخلہ لے کر گھر بیٹھے ڈگری حاصل کرنے کے قابل بھی بناتا ہے۔

5۔ آن لائن سروسز

انٹرنیٹ نے انسانی زندگی کو بہت سہل اور آسان بنا دیا ہے۔ اب آن لائن خدمات کے ساتھ آن لائن معاملات مثلاً کرنسی اور فنڈز کی منتقلی، ٹیکس اور ہر طرح کے بلز کی ادائیگی با آسانی کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں انٹرنیٹ کے ذریعے ہر قسم کی سپر مارکیٹ، سٹور، ملبوسات، جیولری، گروسری اور جملہ شعبہ ہائے زندگی کی تقریباً تمام اشیاء قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی خریدی اور بیچی جا سکتی ہیں۔

6۔ سوشل نیٹ ورکنگ

دورِ حاضر میں انسان فیس بک، ٹویٹر، گوگل پلس، یوٹیوب اور یاہو کے بغیر آن لائن زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ سوشل نیٹ ورک لاکھوں لوگوں کو ایک ساتھ مربوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

سوال 158: انٹرنیٹ کے بے جا استعمال کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: روز مرہ زندگی میں انٹرنیٹ کا استعمال جہاں انسان کو ترقی کی منازل طے

کرنے میں مددگار اور معاون ثابت ہو رہا ہے، وہاں اس کا بے جا اور غلط استعمال اسے تنزلی اور انحطاط کا شکار کر رہا ہے۔ انٹرنیٹ کے جہاں بے شمار فوائد ہیں وہاں اس کے نقصانات بھی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ ذاتی معلومات کی چوری

آن لائن بینک کاری، سوشل نیٹ ورکنگ یا دیگر خدمات کے لیے انٹرنیٹ کا استعمال کیا جاتا ہے، اس طرح کی ویب سائٹس کے ذریعے ذاتی معلومات کی چوری کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اس طرح دوسرے لوگوں کی آپ کے ایڈریس اور کریڈٹ کارڈ نمبر وغیرہ تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے۔ اس لیے اپنی ذاتی معلومات کی فراہمی احتیاط سے کی جانی چاہیے۔

2۔ تنہائی پسند

انٹرنیٹ کی وجہ سے انسان معاشرے سے عملی طور پر کٹ جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ نیند میں کمی، ذہنی و جسمانی تھکاوٹ میں اضافہ اور تعلیمی استعداد میں کمی کی صورت میں سامنے آ سکتا ہے۔ جسمانی حالت کمزور ہونے کی وجہ سے جسم کی قوت مدافعت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور انسان مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

3۔ شخصیت کا بگاڑ

انٹرنیٹ کا بے جا استعمال انسان کی شخصیت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ خاص طور پر سنِ بلوغت کے وقت بچوں میں مختلف چیزوں کے بارے میں تجسس پایا جاتا ہے اور اسی تجسس میں وہ اپنی پہچان اور حقیقی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اس طرح

ان کی شخصیت کی خصوصیات انٹرنیٹ کے ذریعے جاتی رہتی ہیں۔ اس کا ایک اور نقصان حب الوطنی میں کمی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ایسے افراد دوسروں کی ثقافتوں سے متاثر ہوکر اپنی روایات کو بھلا بیٹھتے ہیں اور آگے چل کر اپنے وطن سے غداری کے مرتکب بھی ہو سکتے ہیں۔

4۔ خود اعتمادی کا فقدان

انٹرنیٹ کے بے جا استعمال سے بچے خود اعتمادی کے فقدان کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں عجیب وغریب اور غیر متوقع قسم کا برتاؤ دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایسے افراد بہت جلد کسی کے ساتھ انٹرنیٹ دوست بن جاتے ہیں اور جلد ہی اس سے خفا بھی ہوجاتے ہیں۔ یہی کیفیت پھر ان کی حقیقی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

5۔ جرائم کا پیش خیمہ

نوعمر بچے اور بچیوں کو انٹرنیٹ کے استعمال میں نہایت محتاط رہنا چاہیے کیونکہ اس عمر میں کم علمی اور سادگی کے باعث جرائم پیشہ افراد چیٹ روم میں دوست بن جاتے ہیں۔ اس دوستی میں ناسمجھ بچے اور بچیاں اپنے نجی راز، ذاتی ویڈیوز اور تصاویر اعتماد کے ساتھ ان کے حوالے کردیتے ہیں، جو بعد میں بدنامی کا باعث بنتی ہیں۔

الغرض انٹرنیٹ آج کے دور کی اگرچہ ناگزیر ضرورت اور حصول علم کا بہترین ذریعہ ہے اور اس سے دور رہنا بھی ممکن نہیں، تاہم اس کے استعمال میں احتیاط برتنی چاہیے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے سے نہ روکیں بلکہ اس کے لیے ایک مخصوص وقت مقرر کر دیں۔ کمپیوٹر کو living room

میں رکھیں جہاں بچوں کی تمام مصروفیات ان کے سامنے ہوں۔ بچوں کے پاس بیٹھ کر مطلوبہ معلومات ان کے ساتھ مل کر سرچ کریں۔ چیٹنگ جیسے فضول کام میں وقت برباد نہ کرنے دیں اور بچوں کو اسلامی ویب سائٹس پر موجود فہم قرآن اور فہم حدیث کے متعلق کتب پڑھنے کی طرف راغب کریں۔

سوال 159: چیٹنگ (chatting) کے ذرائع کون سے ہیں اور ان کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: کمپیوٹر زیادہ تر انٹرنیٹ چیٹنگ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کمپیوٹر پر انٹرنیٹ کے ذریعے بچے دوسرے لوگوں سے رابطہ کر کے دوستی کرتے ہیں اور پھر ہر وقت ان کے ساتھ باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ چیٹنگ تین طرح سے ہوتی ہے:

1۔ ٹیکسٹ چیٹنگ (text chatting)

اس میں الفاظ لکھ کر دوسرے فرد کو بھیجے جاتے ہیں، اس طرح وہ بھی کمپوز کر کے چند الفاظ یا جملوں کی صورت میں اپنا جواب پہلے فرد کے پاس ٹیکسٹ (حروف و الفاظ کی صورت میں) بھیجتا ہے۔ یہ اس کا دوبارہ جواب دیتا ہے یوں یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہتا ہے۔

2۔ وائس چیٹنگ (voice chatting)

اس میں ایک فرد ہیڈ فون کے ذریعے دوسرے فرد کی ٹیلی فون کی طرح آواز سنتا ہے اور پھر بغیر کسی رکاوٹ یا انتظار کے اسے جواب دیتا ہے۔

3۔ ویڈیو چیٹنگ (video chatting)

اس میں ایک فرد دوسرے فرد کو اپنے ساتھ کمپیوٹر کی سکرین پر گفتگو کرتے دیکھتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیسے اس سے گفتگو کر رہا ہے۔ گویا دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے باہمی ملاقات اور گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ اس آمنے سامنے بیٹھ کر ہونے والی گفتگو میں اکثر کئی کئی گھنٹے یا ساری رات گزر جاتی ہے لیکن وقت گزرنے کا دونوں کو احساس تک نہیں ہوتا۔

چیٹنگ سے بچوں کی یادداشت اور جسمانی نشو ونما پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور وہ ذہنی ونفسیاتی امراض اور بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں، انہیں چیٹنگ کا عادی ہونے سے بہرصورت بچائیں تا کہ کہیں وہ کسی ظالم کے شکنجے میں نہ پھنس جائیں۔ والدین کی غلط پلاننگ کی وجہ سے اگر بچہ انٹرنیٹ کلب پہنچ گیا تو وہاں بچے کی دوستی غلط افراد سے ہو جائے گی۔ یہ لوگ اسے کمپیوٹر کے غلط استعمال میں ماہر بنا دیں گے جس سے وہ اخلاقی طور پر تباہ ہو جائے گا۔

اگر بچے ضد کریں کہ وہ چیٹنگ تعلیمی ضرورت کی وجہ سے کرتے ہیں تو گھر میں کمپیوٹر موجود ہونے کی صورت میں والدین اپنی نگرانی میں بچوں کو مطلوبہ مقصد کے لیے کمپیوٹر استعمال کرنے کی اجازت دیں اور جونہی مقصد پورا ہوجائے تو کمپیوٹر بند کردیں۔ گاہے بہ گاہے والدین کمپیوٹر چیک کرتے رہیں کہ ان کے بچوں کا کسی کے ساتھ چیٹنگ کے ذریعے رابطہ تو نہیں۔ ان تمام باتوں کی نگرانی اور بچوں کو رہنمائی کرنا والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔

سوال 160: کیا کہانیاں بچوں کی تربیت کا ذریعہ ہیں؟

جواب: جی ہاں! کہانیاں بچوں کی تربیت کا اہم ذریعہ ہوتی ہیں۔ والدین بچوں میں جو اوصاف پیدا کرنا چاہتے ہیں، کہانیاں وہ اوصاف بچے کو ذہن نشین کرانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ اچھے اخلاق، بہترین فضائل اور عمدہ عادتیں کہانی کے ذریعے بچوں میں بخوبی پیدا کی جاسکتی ہیں۔ یہ مذہبی تعلیم کا بہترین ذریعہ ہیں۔ احادیث رسول ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے برگزیدہ اشخاص کے پاکیزہ حالات دلچسپ انداز میں سنائے جائیں تو بچے ازخود اپنے لئے اچھائی کا راستہ متعین کر لیتے ہیں۔

یوں تو بچہ پیدائش کے وقت ہی سے خاص صلاحیتوں کا حامل ہوتا ہے لیکن والدین ان صلاحیتوں کی نشو ونما میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک بچہ کھلونوں کی مرمت کا شائق ہو تو والدین اس بچے کی صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے کے مواقع دے کر اسے بہترین انجینئر بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر والدین چاہتے ہیں بچہ کسی خاص چیز میں دلچسپی لے مثلاً والدین اسے پائلٹ بنانا چاہتے ہیں مگر بچے کو اس سے دلچسپی نہیں۔ اس صورت میں کہانیاں ترغیب کا بہترین ذریعہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ والدین جب پائلٹ کی زندگی کو دلچسپ کہانیوں کی صورت میں بچے کے سامنے پیش کریں گے تو وہ ازخود اس زندگی میں دلچسپی لے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ بچے کو ایسی چیزیں بھی مہیا کی جانی چاہئیں جن سے وہ کہانی کے کرداروں کو بخوبی سمجھ سکے مثلاً دینی زندگی بنانے کے لئے اسے مسجد کے ماحول میں لے جائیں۔ گھر کا ماحول دینی بنائیں اور بچے کو اسلامی کتابیں فراہم کریں۔

جدید طریقہ تعلیم میں نتیجہ خیز کہانی سنانے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس

لیے بچوں کو دلچسپ، پاکیزہ اور سبق آموز کہانیاں خود منتخب کر کے فراہم کرنی چاہئیں۔ اس سے ان کی اخلاقی تربیت کرنے میں مدد ملتی ہے۔

سوال ۱۶۱: کیا بچوں کو موبائل استعمال کرنے کی اجازت دینی چاہیے؟

جواب: ہرگز نہیں! بچوں کو عمر کے اس نازک اور حساس مرحلے پر موبائل استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دینی چاہیے۔ کم عمری کا دور بچوں کی خصوصی نگہداشت اور تربیت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی وہ عمر ہوتی ہے جس میں کسی بھی بچے کے بگڑنے اور سدھرنے کے یکساں امکانات ہوتے ہیں۔

بچوں کی تفریح کے لیے والدین کو چاہیے کہ وہ موبائل کی بجائے بچوں کو tab اور iPAD لے کر دیں۔ اور اس میں ایسی apps اِنسٹال کریں جن پر بچے اچھی گیمز، معیاری کارٹون اور تاریخی فلمیں دیکھ سکیں۔ اس کے علاوہ بلاکس، عمارتیں اور دیگر تعمیراتی (architectural) چیزیں مثلاً مساجد، گھر، دریا وغیرہ بنا سکیں۔ نیز tab اور iPAD کی apps کو پروفیشنلی بلاک کروا دیں تاکہ بچے لغویات بالکل نہ دیکھ سکیں۔

رات کو سونے سے پہلے والدین بچوں کا tab / iPAD وغیرہ اپنے پاس رکھیں اور بچوں کو اپنے ساتھ بیڈ روم میں لے جانے کی اجازت ہرگز نہ دیں۔

4

بچوں کا اِستحصال
ایک اَلمیہ

سوال 162: اِستحصال (Abuse) سے کیا مراد ہے؟

جواب: Abuse سے مراد بُرا سلوک کرنا، بُرا بھلا کہنا، فسق و فجور کرنا، گالی دینا، بے حرمتی کرنا اور ناجائز فائدہ حاصل کرنا وغیرہ ہے۔

سوال 163: بچوں کے اِستحصال (Child Abuse) کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: اس کی درج ذیل اَقسام ہیں:

1۔ جسمانی اِستحصال (Physical Abuse)

اِس سے مراد ہے کہ جب والدین یا نگران ایک بچے کو کسی بھی غیر حادثاتی جسمانی چوٹ پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ اِس میں مارنا، ٹھوکر لگانا، طعنہ دینا، دھکا دینا یا کوئی اور ایسا عمل جو بچے کو زخمی کر دیتا ہے، شامل ہیں۔

2۔ جذباتی اِستحصال (Emotional Abuse)

جب والدین یا نگران ایک بچے کی ذہنی و سماجی ترقی کو نقصان پہنچاتے ہیں یا شدید جذباتی نقصان کا سبب بنتے ہیں تو یہ جذباتی اِستحصال کے زُمرے میں آتا ہے۔

اِسی طرح جب والدین یا نگران بچے کی مناسب اور مطلوبہ دیکھ بھال اور محبت نہیں کرتے تو اُس وقت بچہ نظر انداز ہو جاتا ہے، حالاں کہ اس نگرانی اور پیار

کی بچے کی صحت، تحفظ اور بہبود کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی جذباتی اِستحصال ہوتا ہے۔

3۔ جنسی اِستحصال (Sexual Abuse)

یہ اُس وقت ہوتا ہے جب بالغ اپنی تسکین کے لیے کسی بچے کا استعمال کرتا ہے یا بچہ خود اِس طرح کی کارروائیوں میں ملوث ہوتا ہے۔ ایک بڑی عمر کا بچہ یا زیادہ طاقتور بچہ کسی چھوٹے بچے کو اپنی ناجائز تسکین کے لیے استعمال کرے تو یہ بھی اِس میں شامل ہے۔

سوال 164: بچوں کے اِستحصال کی خطرناک ترین قسم کون سی ہے؟

گزشتہ اَبواب میں بقیہ اَقسام پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف چوتھی قسم کی وضاحت کریں گے جو سب سے خطرناک اِستحصال ہے۔

1۔ کوشش کریں کہ بچوں کے بستر الگ الگ ہوں تا کہ جنسی احساس پیدا نہ ہو۔ شریعت نے اِسی لیے دس سال کی عمر کے بچوں کا بستر الگ کرنے کا حکم دیا ہے۔

2۔ بچوں کو تنہا دوسروں کے گھروں میں جانے سے روکیں کیونکہ اِس طرح کی صورت حال بالعموم وہیں پیدا ہوتی ہے جہاں زیادہ اعتماد ہوتا ہے۔ بچے اعتماد میں آ کر دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

3۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو چھوٹا سمجھ کر ان کے سامنے ایک دوسرے سے دل لگی نہ کریں کیونکہ بچے نقال ہوتے ہیں۔ ممکن ہے وہ موقع ملنے پر والدین

کی پیروی کرنے کی کوشش کریں۔

4۔ بچوں اور بچیوں کو تنہا نہ کھیلنے دیں۔ تنہائی بھی بسا اوقات اس کا سبب بن سکتی ہے۔

5۔ فیشن کے نام پر ہونے والے بے حیائی سے بچوں کو دور رکھیں۔ فیشن میگزینز وغیرہ تک بچوں کی رسائی نہیں ہونی چاہیے۔

6۔ والدین ایسی جگہوں پر بچوں کو لے جانے سے احتراز برتیں جہاں فتنہ اور گناہ کا اندیشہ ہو۔

7۔ بچوں کی کمزور شخصیت بھی انہیں شکار بنا دیتی ہے۔ کیوں کہ کمزور شخصیت کے مالک بچے عموماً دھمکیوں کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ اس لئے بچوں کو خطرناک حالات میں اپنا دفاع کرنا سکھائیں اور انہیں اس بات کا عادی بنائیں کہ جوں ہی کوئی دوسرا انہیں تکلیف دینے کی کوشش کرے تو کمزور نہ پڑیں، بلکہ سختی سے مزاحمت کریں۔

سوال 165: خطرناک حالات میں بچوں کو اپنا دفاع کیسے کرنا چاہیے؟

جواب: والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اِس طرح کے حالات سے محفوظ رکھنے کی مکمل تدابیر اِختیار کریں اور ایسی پُرخطر صورتِ حال سے نکلنے کے لیے بچوں کو مناسب شعور و آگہی دیں۔

بچوں کو بتایا جائے کہ کوئی غیر انہیں بے جا پیار کرے اور چومے تو اپنے والدین کو آگاہ کریں۔

بچوں کو رہنمائی دی جائے کہ ان کے جسم کے بعض حصے private parts ہیں جنہیں کوئی شخص چھو نہیں سکتا۔ اگر کوئی شخص ان کے private parts کو چھوتا ہے تو فوراً اپنے والدین کو بتائیں۔

اگر کبھی انتہائی خطرناک صورت حال پیدا ہو اور کوئی شخص انہیں میلی آنکھ سے دیکھے تو فوراً بھاگ کھڑے ہوں اور وہاں سے باہر نکل جائیں اور شور مچانا شروع کر دیں۔ ایسی جگہ آ جائیں جہاں زیادہ لوگ ہوں تاکہ محفوظ رہ سکیں۔ یعنی اگر ان کے ساتھ کوئی غلط اِرادے سے پیش آتا ہے تو بچوں کو چاہیے کہ دوسروں کو مدد کے لیے پکاریں۔

سوال 166: چائلڈ لیبر (Child Labour) کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ بھی بچوں کے اِستحصال کی ایک شدید قسم ہے۔ عام لفظوں میں چائلڈ لیبر سے مراد نو عمر اور کم سن بچوں کو ان کے حق تعلیم و تفریح سے محروم کر کے انہیں چھوٹی عمر ہی میں جبری طور پر محنت، مزدوری اور ملازمت پر لگا دینا ہے۔

ایک ترقی پذیر ملک ہونے کے ناطے ہمارے معاشرے میں چائلڈ لیبر عام ہے۔ ہمارے ہاں کم سن بچے کہیں چوراہوں اور بازاروں میں بوٹ پالش کی آواز بلند کرتے، کہیں ہوٹلوں پر برتن دھوتے، کہیں ٹریفک اشاروں پر اخبارات بیچتے اور گاڑیوں کے شیشے صاف کرتے، ورکشاپس اور مکینک کی دکانوں پر اپنے ننھے مُنے ہاتھ کالے کرتے اور فیکٹریوں میں محنت مزدوری کر کے اپنی اور اپنے گھرانے کی زندگی کی گاڑی کو ہانکتے اور کہیں چوراہوں پر بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔

اسی المیے کی ایک اور دردناک تصویر گھروں پر غریب گھرانوں کی چھوٹی چھوٹی بچیاں ہیں، جو گھریلو ملازمہ کے طور پر کام کرتی ہیں اور انہیں اکثر و بیشتر معاوضہ نہ ہونے کے برابر دیا جاتا ہے۔ ایسی ہزاروں نصیبوں جلی بچیوں کو پسماندہ علاقوں سے بڑی تعداد میں دوسرے علاقوں میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ جہاں پر ان سے جبری طور پر کام لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات مفلس اور نادار والدین صرف روٹی اور عمومی تعلیم کے بدلے میں اپنی مرضی سے خود اپنے ان جگر گوشوں کو امرا کی کوٹھیوں اور بنگلوں پر چھوڑ آتے ہیں۔ معصوم بچوں کی یہ کرب ناک تصویریں ہمارے معاشرے کی بے بسی اور بے کسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

سوال 167: چائلڈ لیبر کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: چائلڈ لیبر ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔ ملک بھر میں قانونی پابندی کے باوجود چائلڈ لیبر کا خاتمہ ممکن نہیں ہو سکا۔ قانونی پابندی کے باوجود چھوٹے بچوں سے نہ صرف غیر قانونی مشقت لی جاتی ہے بلکہ ان سے جانوروں سے بھی بد تر سلوک کیا جاتا ہے۔ قابلِ افسوس بات ہے کہ جو بچے زمانے کی کڑی دھوپ کو برداشت کرنے کے قابل ہی نہیں ہوتے، معاش کا بوجھ اِن کے نازک کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ چائلڈ لیبر کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

1۔ غربت

غربت چائلڈ لیبر کا سب سے بڑا سبب ہے عموماً جو والدین بچوں کی تعلیم کا

بوجھ برداشت نہیں کرسکتے یا کسی وجہ سے خود کمانے کے قابل نہیں رہتے یا ان کی کمائی کم اور اخراجات زیادہ ہوتے ہیں تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے بچوں کو چھوٹی عمر ہی میں کام پر لگا دیتے ہیں۔

2۔ والدین کی جہالت

والدین کی جہالت اور علمی شعور میں کمی بھی چائلڈ لیبر کا سبب بنتی ہے۔ والدین کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ بچوں پر تعلیم کے اثرات کیا مرتب ہوتے ہیں۔ بعض والدین کا نقطہ نظر یہ ہوتا ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف روزگار کمانا ہے پس یہ والدین بچوں کو بچپن ہی سے کسی فیکٹری، موٹر مکینک یا کسی اور ہنر مند کے پاس چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ جلد از جلد روزگار کمانے کے قابل ہو کر ان کا ہاتھ بٹا سکیں۔

3۔ حکومت کی عدم سرپرستی

چائلڈ لیبر کا سبب نا اہل حکمران بھی ہیں۔ چونکہ حکمرانوں کو عوام کے مسائل حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، اس لیے وہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کا مستقبل سنوارنے پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔ خواہ قوم کے مستقبل کے یہ معمار تعلیم حاصل کریں یا چھوٹی عمر ہی میں محنت مزدوری کریں، حکمرانوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی؛ انہیں صرف اپنی نسلوں کے مستقبل کا خیال ہوتا ہے۔

4۔ معاشرے کی بے حسی

معاشرے میں لوگوں کی بے حسی کا عنصر بھی چائلڈ لیبر کا بڑا سبب ہے۔ جہاں لوگ خود غرضی کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں یہ احساس ختم ہو جاتا ہے کہ ایک

بچہ جس کی تعلیم حاصل کرنے کی عمر ہے وہ کسی مکینک کی دکان پر ہاتھ میں اوزار پکڑے گاڑی کی مرمت کیوں کر رہا ہے؟ اگر افراد میں احساس ہوتو حکومت تعلیم و تربیت کے اقدامات نہ بھی کرے تو بارسوخ لوگ تعلیم وتربیت کے لئے ادارے قائم کرکے مستحق طلبہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مالی ضروریات بھی پوری کرسکتے ہیں۔ جس معاشرے میں ہمدردی اور انسان دوستی کا جذبہ ختم ہو جائے تو وہاں چائلڈ لیبر جیسے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

سوال 168: چائلڈ لیبر کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

جواب: چائلڈ لیبر کا خاتمہ درج ذیل صورتوں پر عمل کرنے سے ممکن ہے:

1۔ حکومت کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بے سہارا اور نادار لوگوں کی کفالت کرے۔ یہ ذمہ داری مسلم حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر حکمران اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیں اور بیت المال اور سرکاری خزانے سے ایسے بے سہارا خاندانوں کی مدد کریں، جن کا کمانے والا کوئی نہ ہوتو چائلڈ لیبر کا خاتمہ ممکن ہے۔

2۔ بین الاقوامی تنظیمات تیسری دنیا کے ممالک میں غریب ومفلس افراد کی مدد کرکے ان کے مسائل کو حل کریں۔ اگرمعاشرہ، ملک اور بین الاقوامی برادری اپنے فرائض ادا کرے تو اضطراری حالات میں چائلڈ لیبر کے معاملہ کومستقل طور پر حل کیا جا سکتا ہے۔

3۔ چائلڈ لیبر کوکنٹرول کرنے کے لئے حکومت کے علاوہ معاشرے کے ہر فرد

کو اس مہم میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے، تاکہ ہر بچہ تعلیم حاصل کر سکے۔

4۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ غریب افراد کو روزگار دے تاکہ نابالغ بچوں کو مشقت نہ کرنی پڑے اور انہیں تعلیم کے مواقع میسر آئیں۔

5۔ حکومتی سطح پر غریب والدین کو اپنے بچوں کو سکول بھیجنے کا پابند کیا جائے۔ انہیں قانونی طور پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے بچوں کو سکول بھیجیں اور نہ بھیجنے والے والدین پر قانونی گرفت کی جائے۔ اگر غریب اور مجبور والدین اپنے بچوں کو سکول بھیجنا شروع کر دیں تو ایسے بچوں کو فی کس وظائف دیے جائیں۔ اس سے چائلڈ لیبر کے خاتمہ میں مدد ملے گی۔

6۔ معاشرے کی سطح پر اگر ہر آدمی اپنے پڑوسی اور رشتہ داروں میں سے غریب افراد کی امداد کرے تو چائلڈ لیبر کا خاتمہ ممکن ہے کیونکہ ہر غریب فرد کسی نہ کسی کا پڑوسی یا رشتہ دار ضرور ہوتا ہے۔

سوال 169: بچے گداگر کیسے بنتے ہیں؟

جواب: تعلیمات اسلام کے مطابق بھیک مانگنا یا اسے اپنا ذریعہ روزگار بنانا انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم عمل ہے۔ گداگری ایک لعنت ہے۔ معاشرتی امن کے لئے بھی اسے جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہے۔

بچوں کے گداگر بننے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ دورِ حاضر میں گداگروں کے سرغنہ جرائم پیشہ گروہ اور تخریب کاروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ تخریب کار کم سن بچوں کو اغوا کر کے بھکاریوں کے سرغنہ کو فروخت

کر دیتے ہیں۔ جو ان بچوں کو بھیک مانگنے کی تربیت دیتے ہیں۔ بعض ظالم اور سفاک دانستہ طور پر بچوں کے ہاتھ پاؤں توڑ کر انہیں چلنے پھرنے سے معذور کر دیتے ہیں اور ایسے بچوں کو مختلف مزارات، درگاہوں، بس اسٹاپ، بازاروں اور دیگر مقامات پر بٹھا کر بھیک منگوائی جاتی ہے۔ گداگر گروہ کے کارندے ان معذور بچوں کو رات کے وقت تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اور دن بھر بھیک منگوانے کے دوران ان کی مسلسل نگرانی کرتے ہیں اور حاصل ہونے والی تمام رقم اپنی تحویل میں لے لیتے ہیں۔

2۔ کم سن بچوں کے علاوہ کم سن بچیوں کو بھی اغوا کر کے انہیں جسم فروشی پر مجبور کیا جاتا ہے اور بعد ازاں ان سے بھیک بھی منگوائی جاتی ہے۔ پھر یہ بچیاں گداگری کے ساتھ ساتھ بسوں اور دیگر پبلک ٹرانسپورٹ میں سوار ہو کر مسافر خواتین سے پرس، زیورات اور موبائل فون چوری کرنے کے فن سے بھی آشنا ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح کم سن گداگر لڑکیاں بالعموم غیر مناسب لباس پہنے چھوٹے چھوٹے ننگ دھڑنگ بدن بہن بھائیوں کو بغل میں دبائے مردوں کے دائیں بائیں چکر لگاتی ہیں کبھی ان کا دامن اور آستین پکڑ لیتی ہیں اور بھیک لیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ان بچیوں کو چند ایسے مخصوص فقرے اور جملے یاد کروائے جاتے ہیں جن سے معصومیت، بے بسی اور کسمپرسی ٹپکتی ہے۔ اس دردناک پکار کو سننے والوں کے دل پسیج جاتے ہیں اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی مالی مدد کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

3۔ غربت بھی بچوں کو گداگر بنانے کی بڑی وجہ ہے۔ والدین جب اپنے بچوں کی ضروریات زندگی پوری کر نہیں پاتے تو نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں بھکاری بنا

دیتے ہیں۔ والدین کی خصوصی تربیت کے سبب کم عمری کے باوجود یہ بچے نفسیات کے ماہر ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ کیسے جذبات پر حاوی ہو کر لوگوں سے پیسے نکلوائے جاتے ہیں۔ یہ لوگوں کی توجہ اور ہمدردیاں اپنی طرف مبذول کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ یوں بعض بچوں نے غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے گداگری کو اپنا پیشہ بنا لیا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا صورتِ حال بہت پریشان کن ہے۔ چھوٹے بچے اور بچیاں جن کو اس عمر میں سکول ہونا چاہیے وہ دن رات گداگری کرتے نظر آتے ہیں۔

سوال 170: گداگر بچے کن طریقوں سے بھیک مانگتے ہیں؟

جواب: گداگر بچے مختلف طریقوں سے بھیک مانگتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1۔ کچھ گداگر بچے معذور ہوتے ہیں خواہ پیدائشی ہوں یا کسی حادثے کی وجہ سے ہوئے ہوں۔ یہ فٹ پاتھ پر ایک جگہ بیٹھے رہتے ہیں اور اسی جگہ پر لوگ انہیں بھیک دیتے رہتے ہیں۔

2۔ بعض گداگر بچے نقلی معذور بنے ہوتے ہیں ان میں سے کچھ نابینا اور کچھ نے اپنے جسم پر مصنوعی طور پر زخم لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض بھکاری بچوں نے بازو یا ٹانگ پر پٹی باندھی ہوتی ہے جسے دیکھ کر ہر ایک کا دل یقیناً پسیج جاتا ہے۔

3۔ کچھ بھکاری بچے سگنلز پر کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بھیک مانگنے کے فن سے پوری طرح واقف ہوتے ہیں۔

4۔ بھکاری بچوں کی ایک قسم نوزائیدہ بچوں کی بھی ہے جو آنکھ کھولتے ہی بھیک

مانگنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لوگ ان کم سن بچوں پر ترس کھاتے ہوئے پیسے زیادہ دیتے ہیں۔

5۔ بعض بھکاری بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھوک و افلاس کا اس قدر واویلا کرتے ہیں کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے اور لوگ انہیں بھیک دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

6۔ بھکاری بچوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاپنگ سنٹرز اور مارکیٹوں کے باہر گھومتے ہیں۔ یہ خریداری کے لیے آنے والی فیملیوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور ڈانٹ ڈپٹ پر بھی باز نہیں آتے۔ جب تک انہیں بھیک نہ دی جائے وہ لوگوں کا مسلسل تعاقب کرتے رہتے ہیں۔

سوال 171: کیا ذہنی و جسمانی کمزور بچے بھی بھکاری بنتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ذہنی و جسمانی کمزور بچے بھی بھکاری بنتے ہیں۔ ایسے کمزور بچوں کو والدین کم علمی یا کمزور عقیدے کے باعث بطور عقیدت مزار پر موجود بھکاری مافیا کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ ان کے سروں پر ایک مخصوص ٹوپی نما شکنجہ چڑھا دیتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف ان کے سروں کی نشو ونما رک جاتی ہے بلکہ ان کی دماغی اور جسمانی صلاحیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس پر یہ بچے ذہنی طور پر معذور ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد بھیک مانگنا رہ جاتا ہے۔ یہ بچے سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کا استحصال کرتے ہوئے نہ صرف ان سے شہر شہر اور گاؤں گاؤں بھیک منگوائی جاتی ہے بلکہ پیشہ ور بھکاری ان بچوں کو

ماہانہ ٹھیکوں پر بھی لے جاتے ہیں۔ ان بچوں کا باقاعدہ کنٹریکٹ ہوتا ہے اور جب مدت ختم ہو جاتی ہے تو انہیں واپس دربار پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ان ذہنی معذور بچوں کے ذریعے درباروں پر منشیات کا کاروبار کرنے کے لیے پہلے انہیں منشیات کا عادی بنایا جاتا ہے، جس سے یہ دنیا سے بے نیاز، مدہوش اور بے خودی کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ وہ اس کیف و مستی کے عالم میں اپنے آپ کو کسی دربار کا مجاور ظاہر کرتے ہیں۔ معاشرے کی ایسی ستم ظریفی پر ارباب اختیار خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ درحقیقت وہ خود اس فرسودہ نظام کا حصہ ہوتے ہیں۔ جب تک اس ظالمانہ نظام کے خلاف کوئی مؤثر حکمت عملی یا اقدامات نہ کیے گئے تو ذہنی اور جسمانی کمزور بچے یونہی بھکاری بنتے رہیں گے۔

سوال 172: بچے منشیات کے عادی کیسے بنتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں منشیات کے استعمال کا رجحان بہت تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے جس سے متاثر ہونے والوں میں سب سے زیادہ تعداد بچوں اور نوجوانوں کی ہے۔

بچوں کے منشیات کے عادی بننے کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ والدین کا اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے اور خصوصی توجہ نہ دینے کے نتیجے میں بچے بری صحبت کے سبب غیرقانونی اور برے کاموں میں ملوث ہو رہے ہیں۔ اگرچہ ہمارے معاشرے میں تعلیم اور دولت عام ہوگئی ہے مگر ہم دردی، میل جول اور پیار و محبت کا جذبہ تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ نمود و نمائش کے ساتھ ساتھ تکبر اور غرور میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ نفسانفسی کے عالم میں والدین کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے بچوں

کا کس ماحول میں اٹھنا بیٹھنا ہے اور کن افراد سے ان کے مراسم ہیں۔ وہ کب گھر سے باہر جاتے، کب واپس آتے ہیں اور رات کا کتنا حصہ گھر سے غائب رہتے ہیں۔ والدین کی لاپرواہی کے سبب اکثر بچے منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں۔

2۔ دولت کا بے دریغ استعمال بھی بچوں کو منشیات کا عادی بنانے کا ایک سبب ہے۔ صاحب حیثیت والدین کی طرف سے بچوں کو بہت زیادہ جیب خرچ ملنے اور ان کی باز پرس نہ کرنے کی وجہ سے وہ بالکل آزاد ہو جاتے ہیں اور وہ اس گھناؤنی دلدل میں دھنس جاتے ہیں کہ اس سے باہر نکلنا زندگی اور موت کا مسئلہ بن جاتا ہے۔

3۔ بچوں کو منشیات کا عادی بنانے کا ایک بڑا سبب والد کا سگریٹ نوشی کرنا بھی ہے۔ بچے اپنے باپ کو سگریٹ پیتا دیکھ کر خود بھی چھپ چھپ کر سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں اور بعد ازاں یہی عادت چلتے چلتے انہیں منشیات کا عادی بنا دیتی ہے۔

4۔ نشہ کرنے والے بچوں کی بڑی تعداد غریب طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان غریب گھرانوں میں غربت کے علاوہ بہت سے ایسے عوامل ہوتے ہیں جو بچے کو گھر سے دور کر دیتے ہیں۔ یوں بچے باہر کے منفی اثرات جلد قبول کر لینے کی وجہ سے منشیات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

5۔ غربت کے ساتھ ساتھ جہالت اور بے روزگاری بھی منشیات کے عادی ہونے کا ایک سبب ہے۔ زوجین کی آپس میں چپقلش کی وجہ سے بچے ہی سب سے زیادہ والدین کے ناروا سلوک، منفی رویے اور طعن و تشنیع کے علاوہ تشدد کا شکار ہوتے ہیں۔ بچوں کو جب گھر سے خوشی، لذت اور تسکین نہیں ملتی تو وہ گھر سے باہر برے

لوگوں سے مراسم بڑھا لیتے ہیں جو انہیں نشے کا عادی بنا کر ان کے ساتھ جنسی تشدد اور غیر اخلاقی کام لیتے ہیں اور بچے ان برائیوں میں لذت، سکون اور راحت محسوس کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ان جرائم کے عادی ہو جاتے ہیں۔

سوال 173: منشیات کے پھیلاؤ کے اسباب کیا ہیں؟

جواب: منشیات کے پھیلاؤ کے اسباب درج ذیل ہیں:

1۔ دین سے دوری

دین کا فہم انسان میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ کسی برائی کو ترک کرنے کے لیے وہ دلائل نہیں مانگتا بلکہ اس کے لیے صرف اتنی بات کافی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کام سے منع فرمایا ہے۔ عصر حاضر میں بچے دین اسلام کی تعلیمات اور اس کے احکامات سے دوری کی وجہ سے منشیات جیسی برائیوں میں سکون تلاش کرتے ہیں۔

2۔ ذہنی دباؤ

جو بچہ اپنی معاشی، معاشرتی اور سماجی حیثیت پر ہر وقت غیر مطمئن رہتا ہے اور لوگوں سے اپنا مقابلہ کر کے مزید پریشان ہو جاتا ہے۔ ایسا بچہ پھر ذہنی دباؤ اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً نشہ آور ادویات کا سہارا لیتے ہوئے بالآخر منشیات کا عادی بن جاتا ہے۔

3۔ فارغ البالی

فراغت ایک ایسا مرض ہے جو نوجوان نسل کے لیے سراسر تباہی کا باعث ہے۔ وہ بچہ جسے ہر طرح کی آسائش حاصل ہو، کھانے پینے کی بے فکری اور کرنے کے لیے کوئی کام نہ ہو تو اسے برے ہم نشین منشیات کا رسیا بنا کر خود بھی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسے بھی کسی کام کا نہیں رہنے دیتے۔ اسی طرح فارغ البالی کے ہاتھوں تنگ آئے لوگ بھی ایسے لوگوں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں جو ایک طرف انہیں اچھی ملازمت کا جھانسہ دے کر منشیات فروشی کے دھندے میں ملوث کر دیتے ہیں اور دوسری طرف انہیں منشیات کا عادی بنا کر ان کی زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں۔

5۔ گداگری

گداگری کے پیشے میں منسلک افراد بھی منشیات کے دھندے میں ملوث ہوتے ہیں اور خود کو منشیات کا عادی بنا کر اپنی زندگی تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔

6۔ گھریلو ماحول کی تلخی

گھریلو ناچاقی اور گھر میں خانہ جنگی کی کیفیت میں محبت کو ترسے ہوئے بچے اس ماحول کی تلخی کو نشے کی جھوٹی حلاوت سے دور کرنے کی کوشش میں اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

7۔ ناکامی

ناکامی کامیابیوں کا زینہ ثابت ہوتی ہے لیکن ایسے بچے ناکامیوں سے

مقابلہ کرنے کی بجائے اس کا غم مٹانے کے لیے نشے کا سہارا لیتے ہیں۔

8۔سگریٹ نوشی

سگریٹ نوشی بظاہر ایک معمولی نشہ ہے لیکن یہ نشے کا پہلا زینہ ہے۔ جو بچے سگریٹ نوشی کرتے ہیں وہ آہستہ آہستہ منشیات کے عادی بھی بن جاتے ہیں۔

سوال 174: بچوں کو منشیات سے روکنے کے لیے کس سطح پر کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

جواب: بچوں کو منشیات سے روکنے کے لیے درج ذیل سطح پر اقدامات ہونے چاہئیں:

1۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ منشیات کی روک تھام کے لیے مستقل بنیادوں پر پالیسی وضع کرے اور ایسے اقدامات کرے جس کے دور رس اثرات مرتب ہوں۔ نیز منشیات کے اصل اسباب کا تدارک محض وعظ و تلقین پر نہ کرے بلکہ اس کے لیے سخت اقدامات اٹھانے چاہئیں۔

2۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت اور نگرانی صحیح خطوط پر کریں اور بچوں کو دینی تعلیمات بالخصوص منشیات کے استعمال کے نقصانات سے ضرور آگاہ کریں۔

3۔ تعلیمی اداروں اور اساتذہ کے پاس بچے، ان کا کردار اور ان کا مستقبل بطورِ امانت ہوتا ہے لہٰذا اساتذہ اور تعلیمی اداروں کو بچوں کی مکمل رہنمائی کا اہتمام کرنا چاہیے اور اُن میں منشیات کے نقصانات کا شعور بیدار کرنا چاہیے۔

4۔ نصاب تعلیم میں سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر پیشہ ورانہ اداروں میں ایسے مضامین شامل کیے جائیں جو بچوں میں منشیات کے خلاف نفرت پیدا کریں۔

5۔ منشیات سے بچاؤ کی سب سے اہم ذمہ داری علماء کرام پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ علماء کرام کا دینی اور سماجی حلقوں میں ایک خاص مقام ہے۔ اس لیے علماء کرام کو چاہیے کہ وہ اسے دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے حلقہ کے مدارس، عامۃ الناس اور منبر و محراب کو اس لعنت سے چھٹکارے کے لیے بھرپور استعمال کریں۔

6۔ میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد پر لازم ہے کہ وہ بھی منشیات کے خاتمے کے لیے اپنی حیثیت کو بھرپور طور پر استعمال کریں۔

7۔ اخبارات ہفت روزہ اور ماہانہ رسائل منشیات کی تباہ کاریوں کو اجاگر کرنے اور اس سے بچوں کو بچانے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ منشیات فروشوں کو دی گئی سزاؤں کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع اور ان کے منفی پہلو اجاگر کیے جانے چاہئیں۔ اداریے، مضامین، انٹرویوز، مذاکرات، کارٹون اور سنجیدہ کالموں کے ذریعے منشیات فروشوں کی گرفت کی جا سکتی ہے۔

8۔ حکومت کی طرف سے شائع ہونے والے پوسٹ کارڈ، خطوط کے لفافے، بجلی، پانی، ٹیلی فون اور گیس کے بل وغیرہ پر نشہ کے خلاف کوئی پیغام یا سلوگن ضرور درج کیا جانا چاہیے۔

سوال 175: معذور بچے کتنی اقسام کے ہوتے ہیں؟

جواب: عام طور پر معذور بچے دو اقسام کے ہوتے ہیں:

1۔ ذہنی لحاظ سے معذور بچے

2۔ جسمانی لحاظ سے معذور بچے

سوال 176: ذہنی لحاظ سے کمزور بچے کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: ذہنی لحاظ سے کمزور بچے وہ ہوتے ہیں جن کی ذہنی صلاحیت ان کی عمر کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ ایسے بچوں کی ذہنی نشوونما یا تو رک جاتی ہے یا پھر اس تیزی کے ساتھ نہیں ہوتی جتنی کہ ان کی عمر کے مطابق ہونی چاہیے۔

سوال 177: ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی علامات کیا ہیں؟

جواب: ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی خاص علامات یہ ہوتی ہیں کہ ان کی ذہنی صلاحیت اپنے ہم عمر بچوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ وہ نشوونما کے مدارج کافی دیر میں طے کرتے ہیں مثلا بیٹھنا، کھڑا ہونا، گفتگو کرنا اور چلنا وغیرہ ایک عام بچے کے مقابلے میں دیر سے شروع کرتے ہیں۔

ذہنی پسماندگی کی صورت میں دس سال کے بچے کی سوچ، جذبات اور برتاؤ پانچ یا سات سال کے بچے کی طرح ہوتے ہیں۔ ایسے بچے اسکول میں پڑھائی پر اپنی توجہ مرکوز نہیں کرسکتے۔ انہیں کچھ بھی جلدی سمجھ میں نہیں آتا۔ کوشش کے باوجود انہیں سبق جلدی یاد نہیں ہوتا اور اگر یہ یاد کربھی لیں تو جلد ہی بھول جاتے ہیں۔ گھریلو زندگی میں وہ واضح ہدایات پر عمل نہیں کر پاتے اور الٹی سیدھی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔

علامات کی شدت کے لحاظ سے ایسے بچوں کی درج ذیل اقسام ہیں:

1۔ معمولی کمزوری

معمولی کمزوری کے حامل بچے دیکھنے میں عام بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ یہ بچے ابتدائی تعلیم تو حاصل کر سکتے ہیں مگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا ان کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ یہ چھوٹے موٹے ہنر تو سیکھ سکتے ہیں لیکن ذہنی اور جسمانی انتشار کی صورت میں ان کو دوسروں کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ درمیانی ذہنی کمزوری

ایسے بچے تعلیمی میدان میں کافی پیچھے رہتے ہیں۔ یہ اپنا خیال نہیں رکھ سکتے اور انہیں دوسروں کی مدد اور رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان میں بعض جسمانی نقائص بھی ہو سکتے ہیں۔ بولنے میں الفاظ کے چناؤ اور ادائیگی میں مشکلات رہتی ہیں۔ ان بچوں کی نشوونما عام بچوں کے مقابلے میں سست رفتاری سے ہوتی ہے، اسی طرح وہ پڑھائی میں بھی بہت کمزور ہوتے ہیں۔

3۔ شدید ذہنی کمزوری

ایسے بچے اپنا خیال نہیں رکھ سکتے اور روزمرہ کے کاموں میں انہیں مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بچے بہت سی جسمانی اور اعصابی تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے بچوں کے لئے چلنا، پھرنا، اٹھنا اور بیٹھنا بھی دشوار ہوتا ہے۔ عموماً ان کی عمر کم ہوتی ہے کیونکہ بیماریوں سے قوت مدافعت کم ہو جاتی ہے اور آئے روز بیمار ہی رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے بچے اکثر بے معنی حرکتیں بھی کرتے ہیں مثلاً بلا وجہ بے چینی اور بے قراری، بے مقصد ہلتے رہنا، دیواروں سے سر ٹکرانا، خود کو اور

دوسروں کو نقصان پہنچانا شامل ہے۔

اگر ایسے بچوں کی شروع ہی میں تشخیص کر لی جائے تو علاج آسان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ذہنی بیماری اگر ایک مرتبہ ہو جائے تو اسے جڑ سے بالکل ختم تو نہیں کیا جاسکتا، مگر باقاعدہ علاج سے بچہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنی موجودہ ذہنی صلاحیتوں کو بہتر طور پر استعمال کر کے کسی حد تک عام لوگوں کی طرح زندگی گزار سکے۔

سوال 178: ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی تربیت کے لئے ان کی ذہنی سطح کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اُسے معمولی، درمیانی یا شدید کمزوری ہے۔ بعد ازاں بچے کی ذہنی، جسمانی، معاشی اور تعلیمی تربیت کا منصوبہ بنایا جاتا ہے اور یہ طے کیا جاتا ہے کہ اس بچے کو کس حد تک پڑھانا ممکن ہے۔ اس کی ذہنی و جسمانی نشوونما کس رفتار سے متوقع ہے اور اسے کس حد تک تربیت دی جائے کہ وہ اپنی روزی خود کما کر خود مختار اور باعزت زندگی گزار سکے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنے۔ اگر ایسے بچوں کے لیے بروقت حقیقت پسندانہ فیصلے نہ کیے جائیں اور انہیں اندھا دھند آگے دھکیلنے کی کوشش کی جائے تو نہ صرف یہ بچے ناکام ہو جاتے ہیں بلکہ مزید ذہنی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچوں کی تعلیم و تربیت حقیقت پسندانہ ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔

جب وہ دلچسپی سے مطالعہ کریں تو ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کی جائے اور انہیں کھانے، پینے اور تحائف کی شکل میں بطور انعام سے نوازا جائے۔ ان کی

پڑھائی لازماً اپنی مادری یا قومی زبان ہی میں ہونی چاہیے۔ انہیں پہلے صرف روزمرہ کی چیزیں سکھانے کے لئے کوشش کرنی چاہیے مثلاً معمولی لکھنا پڑھنا اور آسان حساب کتاب۔

سوال 179: جسمانی لحاظ سے معذور بچوں کی علامات کیا ہیں؟

جواب: جسمانی لحاظ سے معذور بچوں میں درج ذیل علامات پائی جاتی ہیں:

1۔ اندھا پن

نامناسب ماحول، غذا کی کمی اور علاج و معالجہ کی ناکافی سہولیات کے باعث بچوں میں اندھے پن کی بیماری عام ہے جس میں کالا موتیا، سفید موتیا وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں پیدائشی اندھا پن بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات بالکل تندرست بچہ بیماری کے حملہ آور ہونے سے بھی اندھے پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ اندھا پن کلی بھی ہوسکتا ہے اور جزوی بھی۔ اسی طرح بعض بچوں میں تھوڑی بہت دیکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے جسے مناسب علاج کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہر عام بچے کو یہ سہولت میسر نہیں ہے۔ جزوی اندھے پن کا شکار بچے غیر مناسب ماحول، ماحولیاتی آلودگی، خوراک کی کمی اور ادویات کی عدم دستیابی کے باعث آہستہ آہستہ مکمل نابینا ہو جاتے ہیں۔

2۔ بہرہ پن

قوت سماعت سے محروم بچے بھی دو اقسام کے ہوتے ہیں ایک مکمل اور دوسرے جزوی۔ مکمل بہرہ پن عمومی طور پر قوت گویائی سے محروم بچوں کو ہوتا ہے وہ

بیک وقت گونگے اور بہرے ہوتے ہیں جبکہ جزوی طور پر بہرے بچے آلہ سماعت کے استعمال سے تھوڑا بہت سن سکتے ہیں۔

3۔ گونگا پن

قوت گویائی سے محرومی قوت سماعت سے منسلک ہے۔ جب کوئی انسان کچھ سنے گا نہیں تو کیسے اور کیا بولے گا۔ لہٰذا قوت سماعت سے محرومی بھی قوت گویائی سے محرومی کا سبب ہوتی ہے۔ قوت گویائی سے محروم بچے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک جزوی گونگے، جو تھوڑا بہت بول لیتے ہیں اور اپنی بات دوسروں کو سمجھا لیتے ہیں۔ یہ بہتر انداز میں گفتگو نہیں کر پاتے اور اٹک اٹک کر بات کرتے ہیں، جبکہ مکمل طور پر گونگے بچے بالکل بات نہیں کر سکتے۔

4۔ جزوی جسمانی معذوری

جزوی جسمانی معذوری میں متاثرہ بچے با آسانی چل پھر سکتے ہیں۔ بعض بچوں کی ایک ٹانگ پولیو زدہ یا کچھ کمزور ہوتی ہے جس میں کچھ بچے بغیر سہارے کے بھی چل سکتے ہیں اور کچھ بچوں کو ہاتھ کا سہارا لینا پڑتا ہے اور اکثر بیساکھی کا سہارا لیتے ہیں۔ متعدد متاثرہ بچے مصنوعی اعضاء اور مخصوص جوتوں وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں۔

5۔ مکمل جسمانی معذوری

مکمل جسمانی معذوری میں بچے چلنے پھرنے کی سکت نہیں رکھتے اور بستر پر ہی لیٹے رہتے ہیں۔ اس میں دونوں ٹانگوں کے علاوہ بعض اوقات سارے جسم کا

مفلوج ہونا بھی شامل ہے۔ پولیو، فالج کا خطرناک حملہ اور ریڑھ کی ہڈی کا متاثر ہونا بھی اس کی اہم وجوہات ہیں۔ جسمانی معذوری کے باعث انہیں نفسیاتی عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ بچے مجذوبی کیفیت تک پہنچ جاتے ہیں۔

سوال ۱۸۰: جسمانی لحاظ سے معذور بچوں کی تربیت کیسے کی جائے؟

جواب: جسمانی لحاظ سے معذور بچے قوم کی قیمتی امانت ہوتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اندھے، گونگے، بہرے اور معذور بچے عام تعلیمی اور تربیتی اداروں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انہیں شرفِ انسانیت سے محروم سمجھا جائے اور انہیں اپنی معذوری کا احساس دلا کر مایوسی کے اندھیروں میں بھٹکنے دیا جائے۔

قدرت نے اگر انہیں کسی ایک یا دو نعمتوں سے محروم کیا ہے تو ان میں اور بھی بہت سی صلاحیتیں پیدا کر دی ہیں۔ ضرورت ان صلاحیتوں سے کام لینے کی ہے۔ ایسے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جانی چاہیے تا کہ وہ بھی اپنے اور معاشرے کے لئے مثبت کردار ادا کر سکیں۔

جسمانی لحاظ سے معذور بچوں کی تعداد کے مقابلے میں ایسے رفاہی ادارے تعداد میں بہت کم ہیں اور پھر انہیں بھی کئی مسائل کا سامنا ہے مثلاً سرمایہ، ٹرانسپورٹ اور تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی۔ اگرچہ حکومت کی طرف سے ان اداروں کو سالانہ امداد دی جاتی ہے لیکن ایسے کام حکومت پر ہی نہیں چھوڑ دینے چاہئیں۔ مخیّر افراد کو بھی اس نیک کام میں مالی معاونت کرنی چاہیے۔ اس طرح ان اداروں کی تعداد بڑھا کر ان کے مسائل بھی حل کیے جا سکتے ہیں۔

ان بچوں کی تربیت کے لئے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جہاں انہیں سائنٹفک طریقوں سے تعلیم دی جائے اور مختلف کام بھی سکھائے جائیں، تاکہ یہ معذور بچے ان اداروں میں اچھی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ہنر مثلاً قالین، چٹائیاں، کپڑا، دریاں بنانے اور کشیدہ کاری وغیرہ میں مہارت حاصل کر کے اپنی روزی کمانے کے قابل ہوسکیں۔ اس طرح یہ بچے کسی پر بوجھ بننے کی بجائے معاشی اور معاشرتی طور پر خود کفیل ہو کر قوم کی معاشی ترقی میں بھی مددگار ثابت ہوسکیں۔

مصادِر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ **احمد بن حنبل**، ابوعبداللہ ابن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ مصر: مؤسسۃ قرطبہ

۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ دمشق، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۴۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰-۲۹۲ھ/ ۸۲۵-۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۵۔ **بغوی**، ابومحمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **شرح السنہ**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۶۔ **بوصیری**، امام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (م۸۴۰ھ/)۔ **اتحاف المهرة بزوائد المسانيد العشرة**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ الرشد، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۷۔ **بیضاوی**، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (۷۹۱ھ)۔ **التفسیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۸۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **السنن الصغری**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۹۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبری**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/

۱۹۹۴ء۔

۱۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۱۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۱۲۔ **تمام رازی**، أبو القاسم تمام بن محمد الرازی (۳۳۰۔۴۱۴ھ)۔ **کتاب الفوائد**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۲ھ۔

۱۳۔ **حارث**، ابن ابی اسامہ (۱۸۶۔ ۲۸۳ھ)۔ **مسند الحارث**۔ المدینۃ المنورۃ، سعودی عرب: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۴۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/ ۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۵۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۶۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحیح البخاري**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۷۔ **حسین محی الدین قادری**، ڈاکٹر۔ **بچوں کا اِستحصال (ایک معاشرتی اَلمیہ)**۔ لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء۔

۱۸۔ **حصکفی**، علاء الدین حصکفی (م۱۰۸۸ء)۔ **الدر المختار**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم

سعید کمپنی۔

۱۹۔ **حکیم ترمذی**، ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر (م۳۲۰ھ)۔ **نوادر الأصول في أحاديث الرسول** ﷺ۔ بیروت، لبنان: دارالجیل، ۱۹۹۲ء۔

۲۰۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۱۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲-۴۶۳ھ/۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ **الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۳ھ۔

۲۲۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶-۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۲۳۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۴۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/ ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۲۵۔ **ابن ابی دنیا**، ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید قرشی بغدادی (م ۲۸۱ھ/)۔ **العيال**۔ سعودیہ: دار ابن قیم، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۶۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۲۷۔ **زمخشری**، امام جار اللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (م ۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۸۔ **سحنون**، عبدالسلام بن حبیب تنوخی (م۲۴۰ھ)۔ **المدونۃالکبریٰ**۔ قاہرہ: دار النصر للطباعۃ الاسلامیۃ، ۱۴۲۲ھ۔

۲۹۔ **سخاوی**، ابو الخیر محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد (۹۰۲ھ)۔ **المقاصد الحسنۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۰۔ **ابن السنی**، احمد بن محمد بن اسحاق دینوری شافعی (م۳۶۴ھ)۔ **عمل الیوم واللیلۃ**۔ جدہ، سعودی عرب/ بیروت، لبنان: دار القبلۃ للثقافۃ۔

۳۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۲۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۳۔ **صنعانی**، محمد بن اسماعیل بن صلاح بن محمد الحسینی (م ۱۱۴۲ھ)۔ **التنویر شرح الجامع الصغیر**۔ ریاض: دار السلام، ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء۔

۳۴۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۰ء)۔ **المعجم الصغیر**۔ بیروت، عمان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۳۵۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۳۶۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ الزہراء، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۳۷۔ **طبرانی**، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **کتاب الدعاء**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۳۸۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **شرح معانی الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۳۹۔ **ابن عابدین شامی**، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز دمشقی (۱۲۴۴-۱۳۰۶ھ)۔ **رد المختار علی الدرالمختار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۴۰۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (م ۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۱۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ مدینۃ دمشق المعروف بہ: تاریخ ابن عساکر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۴۲۔ **غزالی**، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (۴۵۰۔۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

۴۳۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ الریاض الحدیثہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۴۴۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (م۶۷۱ھ)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۴۵۔ **قضاعی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر (م۴۵۴ھ)۔ **مسند الشہاب**۔

بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۴۶۔ **کاسانی**، علاؤ الدین ابو بکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۴۷۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۴۸۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۲- ۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۴۹۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء) ۔**الصحیح**۔ **بیروت**، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۵۰۔ **مقدسی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الأحادیث المختارة**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۱۔ **مقدسی**، ابو عبداللہ محمد بن مفلح (۷۶۳ھ) ۔ **الآداب الشرعیة والمنح المرعیة**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۵۲۔ **مقدسی**، ضیاء الدین ابوعبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصوری سعدی حنبلی (۵۶۹-۶۴۳ھ/۱۱۷۳-۱۲۴۵ء)۔ **الأحادیث المختارة**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۵۳۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/۱۱۸۵- ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۵۴۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۵۵۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۶۔ **نظام الدین**، شیخ (م ۱۱۶۱ھ)۔**فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیر**۔ بیروت، لبنان، دار احیاء، ۱۴۲۳ھ

۵۷۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف (م۶۷۶ھ)۔ **روضۃ الطالبین**۔ داالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔

۵۸۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمّال فی سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۵۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۶۰۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۶۱۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المعجم**۔ فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم الاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔

کتبِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

١۔ عرفانُ القرآن (اُردو ترجمہ قرآنِ حکیم)

٢۔ اَلمِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ

٣۔ هِدَايَةُ الْأُمَّة عَلٰى مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّة

٤۔ مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ

٥۔ اسلام میں انسانی حقوق

٦۔ حقوقِ والدین

٧۔ اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام

٨۔ اسلام میں خواتین کے حقوق

٩۔ عصرِ حاضر کے جدید مسائل اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری

١٠۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ﴿الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فِي ضَوءِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ﴾

١١۔ اَلدَّعَوَاتُ وَالْأَذْكَارُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ الْمُخْتَار ﷺ ﴿مسنون دعاؤں اور اَذکار پر مشتمل مجموعہ آیات و اَحادیث﴾

١٢۔ اِنسانی حقوق و آداب ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں ﴿اللُّبَابُ فِي الْحُقُوْقِ وَالآدَابِ﴾

١٣۔ دعا اور آدابِ دعا

١٤۔ حسنِ اَعمال

۱۵۔ حسنِ اَحوال

۱۶۔ حسنِ اَخلاق

۱۷۔ نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟

۱۸۔ حقوقِ والدین

۱۹۔ اِسلامی معاشرہ میں عورت کا کردار

۲۰۔ اِسلام میں بچوں کے حقوق

۲۱۔ اِسلام میں عمر رسیدہ اور معذور اَفراد کے حقوق

خطاباتِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۔ EI-10: انسانی تربیت کس طرح ممکن ہے؟

۲۔ EA-26: سیرت کیا ہے اور کیسے بنتی ہے؟

۳۔ EI-4: تعلیم و تربیت کا نبوی طریق

۴۔ ID-21: تربیت کا روحانی منہج

۵۔ HA-88: تربیتِ اولاد میں والدین کا کردار (ڈاکٹر حسین محی الدین)

۶۔ HA-14: حقوقِ اولاد (اسلام اور ہماری زندگی)

۷۔ EC-81: نسبت و عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا فروغ

۸۔ ET-13: ربطِ رسالت بذریعہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ

۹۔ EU-67: حضور ﷺ سے تعلق کا واحد ذریعہ درود و سلام محبت

۱۰۔ ET-4: حفاظتِ ایمان اور تعلق بالرسالت

۱۱۔ KA-15: ذکر سیرت الرسول ﷺ

۱۲۔ ED-17: حضور ﷺ کا بچپن

۱۳۔ EQ-22: حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے

۱۴۔ FG-13: طہارت کیا ہے؟

۱۵۔ KA-1: نماز بطورِ تربیت

۱۶۔ FM-32: حسنِ اَخلاق: اُخوت و محبت

۱۷۔ EN-8: آدابِ مجلس

۱۸۔ FT-18: دعا اور آدابِ دعا